مسلم سکھ تعلقات: تاریخی اور عصری تناظر میں جائزہ

مقالہ نگار

ثناء غضنفر

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ستمبر، 2022ء

مسلم سکھ تعلقات: تاریخی اور عصری تناظر میں جائزہ

مقالہ نگار

ثناء غضنفر

یہ مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ کی جزوی تکمیل کے لئے پیش کیا گیا ہے۔

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن 2019ء-2022ء

© ثناء غضنفر، 2022ء

بسم الله الرحمن الرحيم

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد ، فیکلٹی آف سوشل سائنسز

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **مسلم سکھ تعلقات: تاریخی اور عصری تناظر میں جائزہ**

Muslim-Sikh Relations: A Review in Historical and Contemporary Perspective

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: ثناء غضنفر

رجسٹریشن نمبر: 1685-Mphil/IS/S19

ڈاکٹر ریاض احمد سعید
(نگران مقالہ) ____________ دستخط نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی
(صدر، شعبہ علوم اسلامیہ) ____________ دستخط صدر، شعبہ علوم اسلامیہ

پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان
(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ____________ دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

بریگیڈیئر سید نادر علی
(ڈائریکٹر جنرل) ____________ دستخط ڈائریکٹر جنرل

تاریخ: ____________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں **ثناء غضنفر**، ولد **غضنفر علی**،

رول نمبر: **MP-S19-500**، رجسٹریشن نمبر: **1685-Mphil/IS/S19**

طالبہ ایم فل، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز(نمل)اسلام آباد حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ

مقالہ بعنوان:

مسلم سکھ تعلقات: تاریخی اور عصری تناظر میں جائزہ

Muslim-Sikh Ta’luqāt: Tārīkhhi auwr ‘Asrī Tnāzur mayn Jāezah

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیاہے اور **ڈاکٹر ریاض احمد سعید** کی نگرانی میں تحریر کیا گیاہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیاہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: ثناء غضنفر

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

(ABSTRACT) ملخص مقالہ

Muslim-Sikh Relations: A Review in Historical and Contemporary Perspective

This Thesis Discusses Muslim-Sikh Relations with reference to Kartarpur Cooridor in contemporary ages. Islam promotes intefaitrh harmony, peace and peaceful coexistence with other religions and all over the globe. Non-believers have always been treated with respect in Islam, and if any non-Muslim wishes to remain in an Islamic state, it is binding on Muslims to protect them.

The blending of Islam and Hinduism in the fourteenth and fifteenth centuries created a number of new religious sects. One of them is Sikhism, which was founded by Baba Guru Nanak. Historically, when Raja Ranjeet Singh ruled over the whole Punjab, Muslim-Sikh relations were at their lowest. There was the armed struggle against each other. The Sikhs fought alongside the Hindus & Muslims against the British in the War of Independence. After the partition of United India, the vast majority of them fled from west Punjab to Indian Punjab and other regions. However, Pakistan's Punjab is home to the most important sacred sites. Sikhs have a similar relationship with Muslims as they have with Hindus because of their monotheistic as well as polytheistic beliefs. Partition has severed the Muslim-Sikh relations because a lot of innocent blood was spilt on both sides. Along with this, Pakistan has always protected Sikh holy places and welcomed them ardently.

In the contemporary world, Muslim-Sikh relations have taken a renewed pleasant turn when Pakistan announced the opening of the Kartarpur corridor with east Punjab. Kartarpur is the most sacred place for Sikh pilgrims from all over the world. In this Research, an attempt has been made to examine the Muslim-Sikh relations in the historical context of the Indian subcontinent and to describe the religious, cultural and social relations of the Muslim-Sikh community since the establishment of Pakistan. Also, the impact of the Kartarpur Corridor on Pakistani Society has been evaluated. For this research, I have used Analytical and historical research methodology. Pakistan Sikh Gurdwara Parbandhak Committee (PSGPC) (Sikh temples Managing Committee) was constituted by the Government of Pakistan to protect the holy places of Sikhs. There is a need to promote religious tourism in Pakistan, in particular, more steps should be taken to promote trade and commerce between East and West Punjab. It will cultivate a cordial relationship with neighboring regions and promote peace and harmony.

Keywords: Muslim-Sikh Relations, Historical, Contemporary, Analysis, Pakistan, Kartarpur Corridor, Interfaith harmony.

فہرستِ مضامین بالترتیب

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
I	مقالہ کی منظوری کا فارم(Thesis Acceptence Form)	.1
II	حلف نامہ (Declaration)	.2
III	ملخص(Abstract)	.3
IV	فہرست عنوانات(Table of Contents)	.4
VI	اظہار تشکر(Acknoledgments)	.5
VII	انتساب(Dedication)	.6
1	مقدمہ	.7
10	**باب اول: بین المذاہب تعلقات سے متعلق اسلام اور سکھ مت کی تعلیمات**	.8
12	فصل اول: سکھ مت کا تعارف اور ارتقاء	.9
26	فصل دوم: سکھ مت میں بین المذاہب تعلقات کی ضرورت، اہمیت اور اصول	.10
38	فصل سوم: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بین المذاہب تعلقات کی اہمیت اور اصول	.11
50	**باب دوم: مسلم۔سکھ تعلقات کا تاریخی جائزہ**	.12
52	فصل اول: بابا گرونانک کی اسلام اور مسلمانوں سے محبت وعقیدت	.13
62	فصل دوم: مغل سلطنت کا سکھ گروصاحبان کے ساتھ خوشگوار سلوک	.14
71	فصل سوم: مغل سلطنت کے ساتھ سکھوں کی کشیدگی اور اس کی وجوہات	.15
89	**باب سوم: عصر حاضر میں مسلم۔سکھ روابط**	.16
91	فصل اول: قیام پاکستان کے دوران سکھوں کا ردعمل	.17
101	فصل دوم: پاکستان میں سکھ مت کے مذہبی مقامات	.18
107	فصل سوم: مسلم-سکھ ثقافتی ومعاشرتی روابط	.19
115	**باب چہارم: کرتارپورہ راہداری کے مسلم۔سکھ کیمونٹی پر اثرات**	.20
117	فصل اول: کرتارپورہ راہداری کا تعارف اور تاریخی پس منظر	.21
130	فصل دوم: کرتارپورہ راہداری کے پاکستان پر معاشی، مذہبی اور سیاسی اثرات	.22
139	فصل سوم: کرتارپورہ راہداری کے ایجابی وسلبی پہلوؤں کا جائزہ	.23

.24	نتائج وسفارشات	152
.25	فہارس	155
.26	فہرست قرآنی آیات	155
.27	فہرست احادیث	156
.28	فہرست دیگر الہامی یا غیر الہامی کتب	157
.29	فہرست اصطلاحات	158
.30	فہرست مصادر ومراجع	159

اظہار تشکر (ACKNOWLEDGEMENTS)

اولاً:

میں اپنے خالق حقیقی کا شکر ادا کرتی ہوں اور سجدہ شکر بجالاتی ہوں جو علیم ہے، جو رحیم ہے، جس نے مجھے علم سکھایا۔ جس کی توفیق سے میں یہ تحقیق کرنے کے قابل ہوئی۔ کروڑوں درود و سلام حضور ﷺ کی بارگاہ میں جنہوں نے مجھ ناچیز کو اپنے دامن رحمت میں چھپا رکھا ہے۔ اللہ کے حبیب، جناب حضرت محمد ﷺ کا جتنا شکر ادا کروں، بہت کم ہے۔

ثانیاً:

بالخصوص میں اپنے نگران **ڈاکٹر ریاض احمد سعید** کی مشکور ہوں کہ جن کی رہنمائی لحہ بہ لحہ میرے ساتھ رہی اور جنہوں نے تدریسی و تحقیقی مصروفیات کے باوجود بھی میرے لئے کافی اور شافی وقت نکالا، اور جہاں جہاں مجھے رہنمائی کی ضرورت ہوئی انہوں نے مجھے بہترین رہنمائی فراہم کی۔ اللہ رب العزت آپ کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔

ثالثاً:

محترم صدر شعبہ علوم اسلامیہ پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی، قابل احترام ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان اور تمام قابل اساتذہ کرام کی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس قابل بنایا کہ میں یہ تحقیق کرنے کے قابل ہوئی۔ اور جنہوں نے تحقیق کے مختلف ادوار میں میری رہنمائی فرمائی۔

رابعاً:

میں اپنے شفیق اور مہربان والدین کی مشکور ہوں جنہوں نے میری ہمت بندھائے رکھی اور میری کامیابی کی دعائیں کیں۔ اس کے علاوہ میں شکر گزار ہوں اپنے شفیق شوہر، بہنوں، بھائیوں، دوستوں اور ان تمام لوگوں کی جنہوں نے کسی نہ کسی صورت میں میری مدد کی۔ اللہ پاک ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

انتساب (DEDICATION)

میں اپنی اس کاوش کو رحمۃ اللعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے نام کرتی ہوں جن کی شفاعت ہمارے لیے باعث نجات ہے اور جن کے طفیل میں اپنے تحقیقی مقالے کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکی۔

مقدمہ

موضوع تحقیق کا تعارف: (Introduction to the Topic)

مذہب انسان اور سماج کے لئے سمندری جہاز کے قطب نما کی مانند ہے اگر مذہب کا وجود نہ ہو گا تو انسان اس سمندری گرداب میں غوطے کھاتا رہے گا اور کبھی ساحل پر نہیں پہنچے گا۔ یہ مذہب ہی ہے جس کی بدولت تہذیبیں وجود میں آتی ہیں۔ اگر ہم تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کریں تو پتہ چلے گا کہ مشرق و مغرب کی جنگیں ایک بڑے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے بیٹھی تھیں، اور افسوس اس بات پر کہ ان تمام حالات کا اثر مذہب پر پڑا۔

ان حالات میں اگر کسی بھلائی کی امید کی جاسکتی تھی تو وہ تمام مذاہب کی تعلیمات ہیں جو بدھ مت، جین مت، زرتشت، سکھ مت، اسلام، عیسائیت، یہودیت کی اہم کتب، برگزیدہ شخصیات اور ان کے مراکز سے حاصل ہوتی رہیں۔ ان مذاہب نے احساس، تقوی، ایثار، مساوات، اخوت، امن، دوستی اور خدمت خلق کے جذبے کو فروغ دیا۔

آج کے دور میں یہ بات نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ اپنے معاملات کی خلش کو مٹا کر باہمی خوشگوار تعلقات استوار کیے جائیں تا کہ بین المذاہب کشمکش سے ہٹ کر مذہبی اصول و قواعد کو مد نظر رکھا جائے۔ اور دوسرے مذاہب سے خواہ دور ہوں یا نزدیک، مگر یہ فراموش نہ کریں کہ طرفین کو ایک دوسرے کی حیثیت اور حقیقت کا احترام کرنا ہو گا۔ اسی طرح تعلقات کو ہموار کیا جاسکتا ہے اور اسی کی بدولت اسلام کو پر امن دین ثابت کرنے میں مدد مل سکتی ہے، جس کے لئے آج تمام لوگوں کو جمع ہونے کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید میں تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا:

وَلاَ تَسُبُّواْ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ فَيَسُبُّواْ اللّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ۔ [1]

ترجمہ: " اور (اے مسلمانو!) تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر وہ لوگ (بھی جواباً) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں دشنام طرازی کرنے لگیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر فرقہ (وجماعت) کے لئے ان کا عمل (ان کی آنکھوں میں) مرغوب کر رکھا ہے (اور وہ اسی کو حق سمجھتے رہتے ہیں)، پھر سب کو اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ انہیں ان اعمال کے نتائج سے آگاہ فرمادے گا جو وہ انجام دیتے تھے"۔

اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ عزت واحترام کا معاملہ کیا اور ان کا ہر طرح پاس ولحاظ رکھا، اگر انہوں نے اسلامی ریاست میں رہنا قبول کر لیا اور ان سے عہد و پیمان ہو چکا تو اب ان کی حفاظت مسلمانوں کی ذمے داری قرار پائی۔ کسی طرح کی ظلم وزیادتی کا ان کو شکار نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کا اندازہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان مبارک سے ہوتا ہے:

---

[1] الانعام:108

أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوْ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [1]

ترجمہ: "خبردار! جس کسی نے کسی عہد والے (ذمی) پر ظلم کیا یا اس کی تنقیص کی (یعنی اس کے حق میں کمی کی) یا اس کی ہمیت سے بڑھ کے اسے کسی بات کا مکلف کیا یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لی تو قیامت کے روز میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔"

اسلام افراد کے ذاتی مذاہب و ادیان میں تعارض نہیں کرتا اس کی عملی مثال مسلم۔ سکھ تعلقات کے پیش نظر موجودہ صورتحال میں کرتارپورہ راہداری کی شکل میں پاکستان کا صرف ایک مذہب کے حاملین کے لئے اتنا بڑا اقدام ہے، اسی طرح اگر دیگر ادیان کے متبعین بھی اس طرح کے خوش آئندہ اقدامات پر عمل کریں تو ملت کے اختلاف کے باوجود امن کی فضا قائم کی جاسکتی ہے۔

ضرورت واہمیت: (Significance of thte Study)

چودہویں اور پندرہویں صدی عیسوی میں اسلام اور ہندو دھرم کے اختلاط سے جن چند نئی مذہبی تحریکوں نے جنم لیا ان میں سے ایک سکھ مت ہے، اور بابا گرونانک اس مذہب کے بانی ہیں، جو ضلع سیالکوٹ کے موضع کرتارپور میں 70 سال کی عمر میں فوت ہوئے جہاں ایک گردوارہ بھی ہے۔

سکھوں نے قیام پاکستان کی مخالفت میں ہندوؤں کا ساتھ دیا اور آزادی کے بعد ان کی غالب اکثریت پاک پنجاب سے ترک وطن کر کے بھارتی پنجاب اور دوسرے صوبوں میں جاکر آباد ہوگئی۔ لیکن ان کے بیشتر مقدس مقامات پاک پنجاب میں ہیں۔ سکھوں کے جتنے تعلقات ہندوؤں سے ہیں اتنے ہی مسلمانوں کے ساتھ بھی ہیں، بالخصوص توحید پرست ہونے اور شرک بیزار ہونے کی وجہ سے ان کو مسلمانوں کے قریب بھی تصور کیا جاتا ہے۔ تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے مسلمانوں کے ساتھ سکھوں کے تعلقات جیسے بھی ہوں، قیام پاکستان کے بعد مسلمانوں نے کسی قسم کا برابر تاؤنہ رکھا بلکہ ان کے اثاثوں کی حفاظت ہی کی ہے۔

لہذا ضرورت تھی کہ قیام پاکستان کے بعد سے آج تک مسلم۔ سکھ تعلقات کا جائزہ لیا جائے پھر چاہے وہ تعلقات، سماجی ہوں، مذہبی ہوں، معاشی یا معاشرتی ہوں، کیونکہ مسلم۔ سکھ تعلقات آج کے دور میں کرتارپور راہداری کے تناظر میں بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ لہذا ان تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے مزید اقدامات کی ضرورت ہے۔

---

[1] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، **السنن**، (دمشق، دار الرسالۃ العالمیۃ، 1430ء)، کتاب الخراج والامارۃ والفیء، باب فی تعشیر اهل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارات، ح:3052، 4/170

کرتارپورہ راہداری عالم اسلام کی قیادت کرتے ہوئے پاکستان کی طرف سے پوری دنیا کو احساس انسانیت اور آزادی مذہب کا ایک کھلا پیغام ہے، ایک طرف پاکستان نے صرف ایک مذہب کی محدود سی افرادی قوت کے لئے اس قدر بڑا اقدام اٹھایاہے کہ ان کی عبادت گاہ اور مقدس مقام کو کماحقہ تقدس و مقام دیا اور دوسری طرف اس سے پوری دنیا کو اس کے ذریعے اپنا شید ابنایاہے کہ معاشرے و سماج، معاش و اقتصاد، سیاست و ریاست، تہذیب و تمدن کی بہتری کے لئے دیگر لوگوں کے بھی ان بنیادی حقوق کا خیال کیا جائے کہ جس کے وہ خود طالب ہیں۔ نیز کرتارپورہ راہداری کی بدولت بین المذاہب رواداری کے ساتھ ساتھ مذہبی سیاحت کو فروغ بھی دیا جائے گا۔

اسلام دور حاضر میں مذاہب کے مابین روادارانہ تعلقات کے فروغ کا درس دیتاہے اور روز اول سے ہی مذاہب کے مابین رواداری کی فضا کو استوار کرتاہے، اور وہ اس بات کا قائل نہیں ہے کہ اسلام کے سچے دین ہونے کے باوجود کسی انسان پر جبراً اس کو نافذ کیا جائے، بلکہ وہ اس صراط مستقیم پر آنے کے لئے بھی دعوت کے راستے کو اختیار کرتا ہے۔ اسلام کی مذاہب کی رواداری سے مطابقت رکھنے والی ان تعلیمات کے پیش نظر آج دنیا کو امن کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے۔

اسلام کے اوائل سے لے کر پاکستان کی عظیم شخصیات کے کارناموں تک نگاہ دوڑائی جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کے تناظر میں بین المذاہب رواداری کا بہت پاس رکھا گیا ہے اور حتی المقدور ان کاوشوں کا فائدہ بھی ہوتارہاہے، اور یہ مقالہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

موضوع تحقیق سے متعلق سابقہ کام کا جائزہ: (Literature Review)

مسلم-سکھ تعلقات موجودہ دور کا اہم ترین موضوع ہے اور بالخصوص کرتارپور راہداری کے بعد اس موضوع نے ایک عالمی اور سیاسی توجہ حاصل کی ہے۔ اس موضوع سے متعلق اہم لٹریچر اور تحقیقی خلا کو جاننے کے لئے اہم ترین مصادر کا تجزیہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

1. پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق: قرآن و سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ [PhD]، مقالہ نگار: عشرت حسین، نگران: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمان، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، 2009ء۔

اس مقالہ میں پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے اسلام میں ان کے حقوق ذکر کیے گئے ہیں۔ اور قرآن و سنت کی ممتاز تعلیمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ نیز آئین پاکستان میں اسلامی تعلیمات کے مطابق اقلیتوں کے لئے آزادانہ طرز زندگی کو بیان کیا گیا ہے۔

2. اسلام اور سکھ مت: روحانی تصورات کا تحقیقی مطالعہ [MPhil]، مقالہ نگار: محمد سرور، نگران: ڈاکٹر ساجد اسد اللہ، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد، 2018ء۔

اس مقالہ میں اسلام کا تعارف، اس کا آغاز و ارتقاء، اس کے ارکان و اہم اسالیب کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح سکھ مت کے آغاز و ارتقاء، اس کے بانی، ان کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں۔ نیز دونوں مذاہب، اسام اور سکھ مت کے روحانی تصورات کو بیان کیا گیا ہے اور ان میں مشترک و منفرد عناصر کو بیان کرتے ہوئے انسانی زندگی پر روحانی تصورات کے اثرات کا تجزیہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

3. سکھ مت کی مذہبی اور ثقافتی رسومات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تقابلی جائزہ: ننکانہ صاحب کے تناظر میں [M.Phil]، مقالہ نگار: کرن شہزادی، نگران: حافظ عبد الرزاق، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی فیصل آباد، 2019ء۔

اس مقالہ میں سکھ مت کے آغاز و ارتقاء کو بیان کرتے ہوئے، مذہب کے تمام خدوخال کو واضح کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سکھ مت کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے سکھ مت کی اہم تعلیمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح اسلام کا آغاز و ارتقاء اور اس لام اور سکھ مت کی مشترکہ مذہبی و ثقافتی اقدار کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز سکھ مت کی مذہبی و ثقافتی رسومات کو اسلامی تعلیمات کے ضمن میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

4. سکھ مت کے ارتقاء میں اسلامی تعلیمات کے اثرات: گروگرنتھ صاحب کی روشنی میں [PhD]، مقالہ نگار: شیراز احمد، نگران: ڈاکٹر محمد عمران، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور، 2019ء۔

اس مقالہ میں اسلام اور سکھ مت کا تعارف و تاریخ ذکر کرنے کے بعد، سکھ مت کے ارتقاء میں اسلامی تعلیمات کے اثرات کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے نیز اسلام کے سکھ مت پر ہونے والے مثبت و منفی اثرات کو گروگرنتھ کی تعلیمات کی روشنی میں ذکر کیا گیا ہے اور ان کی علمی شخصیات اور پیروکاروں کے اقوال و آراء اور ان کے بیان کردہ اثرات کو شامل کیا گیا ہے۔

5. اسلام اور سکھ مت کا عقیدہ توحید و رسالت میں تقابلی مطالعہ [MPhil]، مقالہ نگار: محمد سہیل عارف، نگران: ڈاکٹر حافظ محمد اشرف، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

اس مقالہ میں اسلام اور سکھ مت کا تعارف و تاریخ، اس کے ارکان و عناصر کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز اسلام اور سکھ مت کے عقیدہ توحید اور عقیدہ رسالت کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور اسلام اور سکھ کے ان تصورات کی حدود و قیود کو بیان کیا گیا ہے، ان کی وجوہات اور انسانی معاشرے پر اس کے اثرات کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے اس کا تقابل بھی پیش کیا گیا ہے۔

اردو کتب:

1. امر تسری، ابو الامان، سکھ مسلم تاریخ، حقیقت کے آئینے میں، (ادارہ ثقافت اسلامیہ پاکستان، لاہور، 1958ء)

اس کتاب میں سکھ مسلم تاریخ بیان کی گئی ہے جس کا دورانیہ وہ ادوار ہیں جن میں سکھوں اور مسلمانوں کے تنازعات شروع ہوئے۔ خصوصاً وہ تین الزامات جن کی بناپر سکھ مسلمانوں کو پسند نہیں کرتے اور ان الزامات کے بارے میں حقائق فراہم کیے گئے ہیں۔

2. جی این امجد، پروفیسر، گرونانک جی اور تاریخ سکھ مت،(لاہور: اسلامی مشن، سنت نگر، اکتوبر 1982)

اس کتاب میں سکھوں کے رہنما بابا گرونانک کا تعارف اور تعلیمات ذکر کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے مسلمانوں کے ساتھ تعلقات مختصراً بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے آخری حصہ میں مغل حکمرانوں اور سکھ گروؤں کا زمانہ اور ان کے مابین تنازعات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

3. مرزا وسیم احمد، سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ،(پنجاب، ناظر دعوت و تبلیغ، 1958ء)

اس کتاب میں بابا گرونانک کا تعارف اور ان کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ان کے مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مغل حکمرانوں کے ادوار میں گرو صاحبان کے ساتھ ان کے تعلقات اور مغل حکمرانوں کی طرف سے دیئے جانے والے تحائف کا ذکر کیا گیا ہے۔

4. سید محمد لطیف، تاریخ پنجاب،(تخلیقات لاہور، پاکستان، 1994ء)

اس کتاب میں پنجاب کی ابتداء، جغرافیہ، آبادی و مصنوعات سے آغاز کیا گیا ہے اس کے بعد آریاؤں، ہندو، بدھ مت اور جین مت کے طرز زندگی کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز غزنوی خاندان، غوری خاندان، تاتاریا خاندان، سید خاندان، لودھی خاندان کے ساتھ ساتھ مغلیہ خاندان، مغل حکمرانوں کی تاریخ اور ان کی پنجاب پر حکومت کا دور بیان کیا گیا ہے نیز پنجاب کی تاریخ میں سکھوں کا دور ذکر کیا گیا ہے۔

5. گیانی کرتار سنگھ کوئل، بابا گرونانک دیو جی اور ان کی مقدس تعلیمات،(سرینگر: شالیمار آرٹ پریس، 1972ء)

اس کتاب میں سکھوں کے گرو بابا نانک کے حالات زندگی اور ان کی تعلیمات بیان کی گئی ہیں جو انہوں نے اپنے پیروکاروں کو دوسرے مذاہب کے ساتھ تعلقات کی بناپر فراہم کیں۔ نیر بابا گرونانک کے بیان کردہ زریں اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بابا گرونانک جی کی اسلام اور مسلمانوں سے محبت کو بیان کیا گیا ہے۔

انگریزی کتب:

1. G.S Chhabra, The Advanced Study In History of the Punjab, Vol:1, (Jullundur, India, Shranjit, 1960)

اس کتاب میں پندرہویں اور سولہویں صدی میں سیاسی، سماجی، معاشی و مذہبی حالات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز سکھ مت کے 10 گرو صاحبان کی تاریخی سرگرمیاں اور ان کی تعلیمات کو بیان کیا گیا ہے۔ پنجاب پر سکھوں کی حکومت کو رنجیت سنگھ کے دور تک ذکر کیا گیا ہے۔

2. Kirpal singh, The partition of the Punjab, (Patiala, Punjabi University, 1972)

اس کتاب میں پنجاب کی تقسیم کو مرحلہ وار ضمیمہ جات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پنجاب کی تقسیم کی ابتداء، اس تقسیم کا منصوبہ، ریڈکلف اوارڈ، پنجاب کی حدود اور ہجرت کے معاملات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

3. Sir Jadonath Sarkar, History of Awrang Zaib, (Karachi: south Asian publishers, 1981)

اس کتاب میں مغل حکمران اورنگ زیب بادشاہ کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اورنگ زیب کا تعارف، اس کے زمانے میں ہونے والی جنگیں، اس کا علاقہ جہاں جہاں اس نے حکومت کی، دارا شکوہ کا خاتمہ اور انڈیا میں اس کی سلطنت اور مسلم دنیا سے باہر اس کے تعلقات کو بیان کیا گیا ہے۔

4. Daljeet Singh, Kharak Singh, Sikhism: Its Philosophy and History, (Chandigarh, India, Institute of Sikh Studies, 2008)

اس کتاب میں مذاہب کے مطالعہ کے اصول بیان کرتے ہوئے سکھ مت کی تعلیمات اور ان کے گرو صاحبان کا تعارف پیش کیا گیا ہے اور ان کی تاریخی خدمات بیان کی گئی ہیں۔ ان کی روایات واقدار اور پنجاب پر سکھ مت کے اقتدار کو ذکر کیا گیا ہے۔

5. Hardev Singh Virk, Inter faith dialogues, A Sikh Perspective, ch#1) New Dehli: Guru Nanak Foundation, 2020), P:15.

اس کتاب میں بابا گرو نانک کی زندگی اور ان کی تعلیمات بالخصوص مختلف ممالک میں ان کے اسفار اور بیان المذاہب ہم آہنگی کے بارے میں تعلیمات کو ذکر کیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر اس کتاب میں 11 ریسرچ پیپرز کو شامل کیا گیا ہے جن میں بابا گرو نانک کی وہ تعلیمات موجود ہیں جن میں انہوں نے دنیا کو پیار، محبت، ہم آہنگی اور امن و بھائی چارہ کا درس دیا ہے۔

ریسرچ پیپرز:

1. Robina Shoeb, Tauqeer Ahmad Warraich, Muhammad Iqbal Chawla, "Mughal Sikh relation: revisited", JRSP, Vol:52, No: 2, July to December, 2015

اس آرٹیکل میں سکھ مت کا ارتقاء، بابا گرو نانک اور گرو گرنتھ صاحب کی تعلیمات، اسلام اور سکھ مت میں مماثلت کے پہلو اور مغل حکمران اور سکھ گرو صاحبان کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے۔

2. Iqbal Singh Sevea, “The Kartarpur Corridor: Symbolism, Politics and Impact on India-Pakistan Relations”, December 2018.

اس آرٹیکل میں کرتارپور راہداری کو، انڈیا پاکستان کی تقسیم کے تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کوریڈور کے بننے میں جس بھی حکومت نے کوشش کی ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور انڈیا پاکستان کے تعلقات کی بحالی پر بحث کی گئی ہے۔

3. Dr. Muhammad Saleem Akhter, "Peace Building through Religious Tourism in Pakistan: A Case Study of Kartarpur Corridor", Pakistan Social Sciences Review, December 2019, Vol. 3, No.2

اس آرٹیکل میں مذہب، مذہبی سیاحت اور پاکستان میں مذہبی سیاحت کو بیان کرتے ہوئے سکھ مت کے پاکستان میں مذہبی مقامات خصوصاً کرتارپور صاحب کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور پاکستان کے اس اقدام سے امن کے قیام اور جنوبی ایشیا پر اس کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

4. Akhtar Hussain Sandhu, “Kartarpur Sahib Corridor: Interfaith Harmony in Pakistan”, Dialogo Journal, Vol:6, No:2, (2020)

اس آرٹیکل میں کرتارپور کا تعارف اور اس مقام کی تاریخ بیان کرنے کے بعد اس کے افتتاح پر مسلم-سکھ تعلقات کی بہتری کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس اقدام سے پالیسی سازوں اور انتظامیہ کے لئے تحفظات کو اجاگر کیا گیا ہے۔

5. Muhammad Saleem mazhar, Naheedn S. Goraya, "The Kartarpur Sahib Cooridor reimagining the relationship with Sikh Heritage & the religious Diplomacy of inclusive Pakistan", (Pakistan Vision, Vol.21, no.1)

اس آرٹیکل میں کرتارپور کا تعارف، اس کا نقشہ، اس کا انڈیا ڈیرہ بابانانک سے فاصلہ، گروبابانانک کی جائے پیدائش، ان کی زندگی اور تعلیمات کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ1947ء میں انڈیا پاکستان کی تقسیم اور آج ان دونوں ممالک میں امن کے قیام کی امید پر بحث کی گئی ہے۔

تحقیقی خلا: (Research Gap)

موضوع پر موجود لٹریچر کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اس موضوع سے متعلق براہ راست کام تحریر نہیں کیا گیا، لیکن ذیلی موضوعات پر کام ہوا ہے جن کی نوعیت مختلف ہے اور ان میں سکھ مسلم تعلقات کو جدید دور میں ذکر نہیں کیا گیا، اسی کمی کو پر کرنے کے لئے میں نے اس موضوع کا انتخاب کیا ہے۔ یہ موضوع ان سابقہ تحقیقات میں منفرد حیثیت کا حامل ہے۔

جواز تحقیق: (Rationale of the Study)

تاریخ میں مسلم-سکھ تعلقات کی نوعیت مختلف ادوار میں مختلف رہی ہے، جو کہ مغل دور کے شروع میں بہتر جبکہ آخر میں کشیدہ تھے۔ سکھوں کے ساتھ ہندوؤں کے تعلقات کی وجہ سے قیام پاکستان کے بعد ان تعلقات نے ایک نئی صورت اختیار کی، جس کے باعث سکھ سنگت کا مسلمانوں کی طرف رجحان بڑھ گیا۔ بالخصوص موجودہ دور میں پاکستان کی طرف سے کرتارپورہ راہداری کے ذریعے سکھوں کے ساتھ تعاون کی وجہ سے گذشتہ کشیدہ تعلقات میں ایک نئی جہت

سامنے آئی ہے۔لہذا اس کی اہمیت کے پیش نظر پاکستان میں مسلم-سکھ تعلقات اور کرتار پورہ راہداری کے اثرات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

بیان مسئلہ: (Statement of the Problem)

عصر حاضر میں کرتار پورہ راہداری کی وجہ سے مسلم-سکھ تعلقات ، قومی اور عالمی سطح پر انتہائی اہمیت اختیار کر چکے ہیں۔ جبکہ تاریخ میں مسلم-سکھ تعلقات کی نوعیت مختلف رہی ہے۔ اس مقالہ میں ان تعلقات کی نوعیت اور جہات کا تجزیہ کیا گیا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ کرتار پور راہداری کے پاکستانی معاشرے پر ممکنہ اثرات (سیاسی، سماجی، مذہبی اور معاشی) کا جائزہ لیا گیا ہے۔

مقاصد تحقیق: (Objective of the Study)

1. سکھ مت اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بین المذاہب تعلقات کا جائزہ لینا
2. مسلم-سکھ تعلقات کی اہمیت، تاریخی اور عصری تناظر میں واضح کرنا
3. قیام پاکستان کے بعد مسلم-سکھ برادری کے ثقافتی و معاشرتی تعلقات کا تجزیہ کرنا
4. کرتار پورہ راہداری کے مسلم اور سکھ کمیونٹی پر ہونے والے اثرات کا جائزہ لینا

سوالات تحقیق: (Research Questions)

1. اسلام اور سکھ مت کی تعلیمات کی روشنی میں بین المذاہب تعلقات کے اصول وضوابط کیا ہیں؟
2. برصغیر پاک وہند کے تاریخی تناظر میں مسلم-سکھ تعلقات کی نوعیت کیا رہی ہے؟
3. قیام پاکستان کے بعد مسلم-سکھ برادری کے مذہبی، ثقافتی و معاشرتی تعلقات کیسے رہے ہیں؟
4. کرتار پورہ راہداری کے مسلم اور سکھ کمیونٹی پر کون کون سے ممکنہ اثرات ہو سکتے ہیں؟

تحدید اور دائرہ کار موضوع: (Delimitations of the Study)

مقالہ ہذا میں، برصغیر پاک وہند کے تاریخی تناظر میں مسلم-سکھ تعلقات میں اتار چڑھاؤ اور پاکستان بننے کے بعد ان تعلقات کی نوعیت کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ نیز کرتار پورہ راہداری کے اسباب واثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

منہج تحقیق: (Research method & Methodology)

1. اس تحقیق کا بنیادی منہج تجزیاتی ہے۔
2. تحقیق میں بنیادی مصادر (قرآن مجید، کتب حدیث (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی) اور Sri Guru Garanth Sahib) سے استفادہ کیا گیا ہے۔

3. تحقیق میں ثانوی مصادر (جنم ساکھی بالا (از بھائی بھالا)، سکھ قوم اور اس کے بانی (از حسن نظامی)، سوانح عمری گرو گوبند سنگھ جی (از دولت رائے جی)، سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ (از وسیم احمد)، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں (از سردار مسیح گل)، سکھ مسلم تاریخ، حقیقت کے آئینے میں (از ابو الامان امر تسری)، گرو نانک جی اور تاریخ سکھ مت (از جی این امجد)، Sikhism: Its Philosophy and History (by Daljeet Singh, Kharak Singh) وغیرہ) کو بھی بروئے کار لایا گیا ہے۔
4. انٹرنیٹ وجدید ذرائع (اسلامی سافٹ ویئر، مکتبۃ الشاملۃ، ریختہ، Sikhnet, Sikhwiki, Worldsikh, Unitedsikhs) سے حسب ضرورت استفادہ کیا گیا۔
5. موضوع سے متعلق اہم تاریخی واقعات کا سلسلہ وار جائزہ لیا گیا ہے اور اس کو تاریخی مصادر سے مزین کیا گیا ہے۔
6. مقالہ کی تدوین اور حوالہ جات کے لئے NUML کے منظور شدہ Format کو اختیار کیا گیا۔

ابواب وفصول کی تقسیم وترتیب: (Chapterization of Research Theme)

مقالہ کے پہلے باب میں اسلام اور سکھ کا تعارف اور ان کی بنیادی تعلیمات کے ساتھ ساتھ، ان تعلیمات میں بین المذاہب تعلقات کی اہمیت اور اصول بیان کیے گئے ہیں۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دونوں مذاہب میں بین المذاہب ہم آہنگی اور اتحاد کی ترغیب دی جاتی ہے۔ باب دوم میں قیام پاکستان سے قبل مسلم- سکھ تعلقات بیان کیے گئے ہیں۔ جس میں خصوصًا بابا گرونانک کی مسلمانوں سے محبت کو بیان کیا گیا ہے اور مغل سلطنت کے ساتھ پرامن اور کشیدہ تعلقات کو شامل کیا گیا ہے۔ باب سوم میں قیام پاکستان کے دوران سکھوں کے مظالم اور ان کی وجوہات، اور قیام پاکستان کے بعد دونوں مذاہب کے مابین مذہبی، معاشرتی اور ثقافتی تعلقات کا تفصیلًا بیان کیا گیا ہے۔ باب چہارم میں موجودہ دور کا اہم موضوع کرتارپور راہداری کا تعارف اور تاریخ بتائی گئی ہے اس کے علاوہ پاکستان پر معاشی، سیاسی، مذہبی اور معاشرتی تعلقات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ نیز کرتارپور راہداری کے ایجابی وسلبی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔

نام مقالہ نگار: **ثناء غضنفر**

تاریخ: ____________

باب اول

بین المذاہب تعلقات سے متعلق اسلام اور سکھ مت کی تعلیمات

فصل اول: سکھ مت کا تعارف اور ارتقاء

فصل دوم: سکھ مت میں بین المذاہب تعلقات کی ضرورت، اہمیت اور اصول

فصل سوم: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بین المذاہب تعلقات کی اہمیت اور اصول

تمہید

اس باب میں سکھ مت کا تعارف، تاریخ، ان کی روایات کا ارتقاء، سکھ مت کی تعلیمات اور عقائد، اور بانی سکھ مت بابا گرو نانک کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ بابا گرو نانک کے بعد آنے والے دس گرو صاحبان کی خدمات ان کے مختصر تعارف کے ساتھ یہاں ذکر کی گئی ہیں۔ ہر گرو کی تعلیمات میں ذات پات کی تمیز کا خاتمہ، انانیت کا خاتمہ اور حسن اخلاق جیسی تعلیمات قابل ذکر ہیں۔ بابا گرو نانک کا تعارف اور ان کی تعلیمات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے سیاحت کا دور بھی بیان کیا گیا ہے جو کہ خالصتاً اپنے نظریات کو لوگوں میں ڈھالنے کے لئے تھا، لوگوں کی تعلیم و تربیت اور مذہبی مقامات کا یہ دور نہایت اہم ہے۔

سکھ مت کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اسلام کی تعلیمات اور بین المذاہب تعلقات کے زریں اصول قرآن واحادیث سے بیان کیے گئے جن کی بدولت یہ ثابت کرنے میں آسانی ہوتی ہے کہ بلاشبہ اسلام ایک پر امن دین ہے۔ آیات و احادیث کی روشنی میں دوسرے مذاہب اور ان کے پیروکاروں کے ساتھ اچھے سلوک اور ان کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے۔ اقلیتوں کے حقوق نہ صرف سیرت طیبہ بلکہ خلفائے راشدین کے ادوار سے بھی مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔

فصل اول

سکھ مت کا تعارف اور ارتقاء

سکھ مت دنیا کے جدید ترین مذاہب میں سے ایک ہے۔ یہ بنیادی طور پر دو مذہب کا مجموعہ ہے۔ کچھ لوگ اسے الگ سے ایک مذہب نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک یہ مذہب کی تعریف پر پورا نہیں اترتا۔ کیونکہ اس میں نہ عقائد کی تفصیل ہے اور نہ معاملات کی تشریح۔ اس لیے وہ اسے کوئی باقاعدہ مستقل مذہب شمار نہیں کرتے، ذیل میں سکھ مت کی تعلیمات اور ارتقاء پیش خدمت ہیں:

سکھ مذہب کے بانی گرونانک کا مختصر تعارف

سکھ مت کا حقیقی بانی نانک (1538ء۔1469ء) نامی شخص تھا۔ جو شیخوپورہ کے ایک قصبے تلونڈی میں ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے، جس کا موجودہ نام "ننکانہ صاحب" ہے۔ پانچ سال کی عمر سے ہی بابا جی مذہب میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ گرونانک کو تعلیم دلوانے کے لئے ان کے والد نے انہیں ایک مسلمان معلم سید حسن کے ہاں بٹھایا ۔سید حسن نے ان کی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی، چنانچہ بچپن سے ہی گرونانک اسلامی عقائد سے واقف ہو گئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے سنسکرت زبان بھی سیکھی اور ہندو مذہب کی دینی کتب کا علم بھی حاصل کیا۔

نانک کی دلچسپی شاعری اور مذہب کی طرف تھی، صوفیاء کا کلام پڑھتے اور اس کا پنجابی ترجمہ کرتے۔ ان کا دل کسی بھی دنیاوی کام میں نہ لگتا تھا اور بار بار اس امر کے اشارے ملتے کہ یہ نوجوان روحانی زندگی کی طرف راغب ہو گا۔ ان کے والدین کا اس بات پر تشویش ظاہر کرنا قدرتی تھا کیونکہ ان کا اکلوتا بیٹا اس راہ پر گامزن ہو رہا تھا جو اسے سادھو سنیاسی (تارک الدنیا) بنا دے گی۔ لہذا انہوں نے کوشش کی کہ اس نوجوان کو کسی منافع بخش کام پر لگا دیا جائے۔ اٹھارہ برس میں ماتا سلکھنی سے شادی ہوئی اور دو بیٹے (شری چند اور لکشمی داس) پیدا ہوئے۔ نانک نے آخر کار اپنی بیوی اور بیٹوں کو چھوڑا اور روزی کمانے سلطان پور چلے گئے۔[1]

بابا گرونانک کا روحانی ذوق

سلطان پور میں ملازمت کے دوران، جس کی مدت آٹھ یا نو سال سے زیادہ نہیں تھی، گرونانک صاحب نے اپنے روحانی ذوق کی تسکین کا سامان مہیا کر رکھا تھا۔

> "اس دور کے ماحول میں بھگتی کے رجحانات کے زیر اثر گرونانک صاحب نے بھی اپنے طور پر ایک خدائے واحد کی پرستش اختیار کر رکھی تھی۔ چونکہ وہ خود بہت حساس طبیعت کے مالک تھے اور شعر کہنے پر

[1] گوربچن سنگھ طالب، **گورونانک**، مترجم: پریم کمار نظر، (نئی دہلی، ساہتیہ اکادمی،)، ص:8

قدرت رکھتے تھے، اس لئے وہ اپنی روحانی کیفیت کے دوران خدائے واحد کی حمد و ثنا اور عشق حقیقی میں ڈوبے ہوئے اشعار مرتب کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ وہ اندھیرے منہ اٹھ کر اپنے بچپن کے ساتھ مردانہ کے ساتھ شہر کے پاس ندی کے کنارے بیٹھ جاتے اور دن چڑھے تک خدا تعالی کی حمد و ثنا اپنے اشعار میں کیر تن (قوالی) کی شکل میں کرتے رہتے تھے، جب کہ مردانہ اپنے رباب کی موسیقی سے ان کا ساتھ دیتا تھا، اسی طرح شام کو بھی روزمرہ کے معمولات سے فراغت پا کر رات گئے تک یاد الہی کی محفل جمتی تھی۔ ان محفلوں میں اکثر کچھ دوسرے عقیدت مند بھی شامل ہو جاتے تھے۔"[1]

ایک مدت تک گرونانک صاحب کے شب و روز اسی طرح گذرے۔

پیغمبری کا عہدہ

جب بابا نانک کی عمر تیس سال کے قریب پہنچی تو سکھوں کی روایات کے مطابق انہیں اللہ تعالی کا دیدار نصیب ہوا اور انہیں "پیغمبر" کے طور پر منتخب کر لیا گیا، پیغمبری کا عہدہ ملنے کے بعد انہوں نے ملازمت کو خیر باد کہا اور دربدر پھر کر اپنے عقائد کا پرچار (تبلیغ) کرنے لگے۔

"ایک دن صبح کو جب گرونانک صاحب اپنے معمول کے مطابق ندی میں نہانے کے لئے اترے تو وہ غوطہ لگانے کے بعد باہر نہیں نکلے، ان کے کپڑے ندی کے کنارے پائے گئے اور تمام لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ ندی میں ڈوب گئے ہیں۔ نواب دولت خان جو گرونانک کو بہت عزیز رکھتا تھا اور تمام متعلقین نے غوطہ خوروں اور جال ڈالنے والوں کے ذریعے انتہائی کوشش کی کہ نعش ہی دستیاب ہو جائے مگر گرونانک صاحب کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ ندی میں غائب ہونے کے تین دن بعد گرونانک صاحب دوبارہ ظاہر ہوگئے، لوگوں کی انتہائی حیرت اور استفسارات کا جواب انہوں نے مکمل خاموشی سے دیا اور اگلے روز جب انہوں نے زبان کھولی تو پہلا کلمہ ان کی زبان سے یہی نکلا کہ نہ کوئی مسلمان ہے اور نہ کوئی ہندو۔"[2]

سکھ روایات کے مطابق اس دوران گرونانک صاحب خدا کے حضور میں تھے جہاں انہیں براہ راست خدا تعالی کی طرف سے عشق الہی کا جام عطا ہوا اور ذکر الہی کی اشاعت کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اس واقعہ کے بعد گرونانک صاحب لوگوں سے قطع تعلق کر کے جنگل میں گوشہ نشین اور یاد الہی میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے شہر کا رخ کیا اور اس وقت کے بعد سے آپ کا سیاحت کا دور شروع ہوتا ہے۔

بابا گرونانک کے اسفار

بابا گرونانک کی 25 سالہ عمر سے سیاحت کا دور شروع ہوتا ہے جو چار مرحلوں پر مشتمل ہے۔

---

[1] ڈاکٹر غلام علی خان،" گرونانک، سکھ مت اور اسلام،"27جون،2016ء
https://iri.aiou.edu.pk/?tag Accessed:(5/4/2021)

[2] طالب، **گورونانک**، مترجم: پریم کمار نظر، ص:9

جس میں سے پہلا سفر 12 سال پر محیط ہے اس میں آپ نے مشرقہ ہندوستان میں بنگال، آسام تک کا سفر کیا اور واپسی میں اڑیسہ کی طرف سے ہوتے ہوئے وسط ہند اور پھر راجستھان کے راستے سے واپسی اختیار کی۔ اس سفر میں بابا گرونانک نے تمام ہندو مذہبی مقامات کا دورہ کیا اور وہاں اپنے مسلک کی تبلیغ کی۔ اس سفر میں بابا گرونانک کے ساتھ ان کا خاندانی ملازم بالا اور رام داس بھی شامل تھے، اس وقت بابا گرونانک کی عمر 36 سال تھی۔ اس سفر سے واپسی پر 1509ء میں آپ نے اپنے اعزاو اقارب کے ساتھ کچھ عرصہ قیام کیا۔

بابا گرونانک کا دوسرا سفر 1510ء میں شروع ہوا۔ یہ سفر جنوب کی طرف تھا۔ بابا گرونانک کا یہ سفر پانچ سال پر مشتمل تھا، بابا گرونانک اس سفر میں سری لنکا تک گئے جب واپس آئے تو ان کے ایک مرید اور کچھ کسانوں نے انہیں کچھ اراضی نذر کی، جہاں آپ نے کرتارپور کی بنیاد رکھی۔ کرتارپور کا قصبہ 1522ء میں آباد کیا گیا۔

بابا گرونانک کا تیسرا سفر شمال کی طرف تھا جس میں آپ نے کوہ ہمالیہ میں واقع پہاڑی ریاستوں اور کشمیر سے ہوتے ہوئے تبت کا سفر کیا۔ یہ سفر 1515ء ہی سے شروع ہو کر 1517ء تک جاری رہا۔ آپ نے اس سفر سے واپسی پر تھوڑا عرصہ اپنے وطن قیام کیا اور اگلے سفر پر نکل گئے۔

یہ آپکا چوتھا اور آخری سفر تھا۔ اس سفر میں آپ ایران، عراق، وسط ایشیا سے ہوتے ہوئے سعودی عرب تک گئے۔ اس سفر میں آپ نے ایک حاجی اور مسلم فقیر کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا۔ اس چوتھے سفر کے دوران سکھ مذہب کے اقوال میں موجود ہے کہ انہوں نے بیت اللہ کا حج کیا۔ اس سفر میں آپ نے اپنے مخصوص انداز سے اپنے مخصوص نظریات کا پرچار کیا آپ کا یہ سفر 1521ء میں پنجاب پہنچنے پر ختم ہوا۔[1]

ان اسفار کو سکھ مت میں "اوداسیاں" کہا جاتا ہے، ان اسفار میں بابا گرونانک نے اپنے مشن کا پرچار کیا، مذہبی مقامات کی زیارات کا شرف حاصل کیا اور اسی مقصد کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔

بابا گرونانک کے زریں اصول

گرو مہاراج نے بنی نوع انسان کی بھلائی، بہبودی اور تسکین قلب کے لئے، بنا امتیاز مذہب و ملت اور رنگ و نسل ے جن زریں اور بین الاقوامی اصولوں کا پرچار کیا۔ آپ نے اصولوں کا خلاصہ ان تین باتوں میں بند ہے:

1. "کرت کرو (محنت مزدوری، کاشتکاری، کاروبار اور ملازمت کر کے حق وحلال کی کمائی کرو)
2. ونڈ چکھو (سماج کے غریب، نادار، لاچار اور بیمار لوگوں کی بلا امتیاز مذہب و ملت امداد کرو)

[1] جی این امجد، **گرونانک جی اور تاریخ سکھ مت**، (لاہور، اسلامی مشن سنت نگر، 1982ء)، ص:15۔

3. نام جپو (اپنے پیدا کرنے والے قادر مطلق کا نام جپا کرو، یاد الٰہی میں ہمیشہ مصروف رہا کرو)"۔[1]

بابا گرونانک، بحیثیت ایک گرہت[2]

اپنی عمر کے آخری اٹھارہ برسوں میں گرونانک صاحب کا ایک فقیر اور درویش کا چولا اتار کر بحیثیت ایک گرہت کے کرتارپور میں قیام سکھ مذہب کے بنیادی اداروں کے لئے ان کے "اداسیوں" (سیاحت) کے زمانہ سے زیادہ معنی خیز ثابت ہوا۔ ان کی عمر کے اس آخری دور میں جب کہ ان کی شہرت بحیثیت ایک بزرگ شخصیت کے دور دور تک پہنچ چکی تھی، کرتارپور میں ان کا ڈیرا ایک روحانی مرکز کی حیثیت اختیار کرتا جارہا تھا۔ دور ونزدیک سے ان کے متعقدین کرتارپور میں ان کی زیارت اور روحانی تعلیمات سے فیض یاب ہونے کے لئے کھنچے چلے آتے تھے۔ روزانہ صبح اور شام کو "کیرتن (سماع مع مزامیر)" کی محفل ہوتی تھی جس میں گرونانک صاحب کا پر اثر کلام پڑھا جاتا تھا جو اپنے عشق حقیقی کے جذبات اور بلند اخلاقی تعلیمات سے عوام کے دل ودماغ کو مسخر کرلیتا تھا۔[3]

کھانے کے دوران تمام سامعین مع اہل خانہ بلا تفریق ذات پات اور بلا امتیاز مذہب وملت اکھٹے بیٹھ کر کھانا کھاتے نئے آنے والے اور پرانے متعقدین یا امیر وغریب میں کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا تھا، سب کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا تھا، دن کا وقت کھیتوں میں کام کرتے گزر جاتا تھا جس سے ایمانداری کی روزی کمانے کا سبق تمام متعقدین کے دل میں نقش ہوجاتا تھا۔

بابا گرونانک کی وفات

آخر اپنے مشن کے پرچار کو جاری رکھنے کی خاطر، گروجی نے گروانگد دیوجی کو اپنا جانشین بنایا، اور 22 ستمبر 1539 کو گرو دیوجی وفات پاگئے۔

گروجی اس عالم فانی میں ستر برس پانچ ماہ اور تین دن ابر رحمت برسانے میں ہمہ تن مصروف رہے۔ جوں ہی گروجی کا وصال ہوا ان کے ہندو اور مسلمان پیروکاروں میں جھگڑا شروع ہوگیا کہ ان کے جسد خاکی کو دفنایا جائے گا یا سپرد آگ کیا جائے، گرو دیوجی اس بات کا فیصلہ پہلے ہی کرگئے تھے کہ میرے دائیں اور بائیں طرف تازہ پھول رکھ دینا، جس دھڑے کے پھول صبح تک تازہ رہیں وہ جس طرح چاہیں میری آخری رسم ادا کرے۔ جب صبح چادر اٹھائی گئی تو وہاں لاش نہ تھی، دونوں فریقین کے پھول تازہ تھے، دونوں نے اپنے عقیدے کے مطابق پھولوں کو دفنایا اور

---

[1] گیانی کرتار سنگھ کوئل، **بابا گرونانک دیوجی اور ان کی مقدس تعلیمات**، (سرینگر، شالیمار آرٹ پریس، 1972ء)، ص:24۔

[2] جو حصول علم کے بعد ازدواجی زندگی بسر کرے، گھر بار والا، بال بچوں والا، عیال دار آدمی

[3] طالب، **گورونانک**، مترجم: پریم کمار نظر، ص:12۔

سپرد آگ کیا، دونوں یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ گرو جی ہمارے ہیں دونوں نے اسی جگہ سمادھی[1] اور روضہ تعمیر کروایا۔[2]

وفات کے کچھ عرصہ بعد ایک سکھ نے یہاں ایک قبر بنائی جو دربار صاحب کرتار پور کے نام سے مشہور ہے، اور ننکانہ صاحب کی طرح یہ بھی پاکستان میں ہے۔

سکھ مت کا تعارف اور تاریخ

سکھ مت کا آغاز پندرہویں صدی عیسوی میں شمالی ہندوستان میں ہوا۔ سکھ مت دنیا کا پانچواں بڑا مذہب ہے۔ سکھ عقیدہ کے مطابق بانی گرونانک دیو جی نے مساوات اور عدل و انصاف کے اصول پر سکھ مت کی بنیاد رکھی۔ سکھ مت کا اصل ماخذ "ہندو مت" ہی ہے تاہم سکھ مت کی کوشش رہی ہے کہ وہ دیگر مذاہب کے عناصر سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کے عناصر کو بھی اپنے اندر جذب کرے۔

> "برصغیر پاک و ہند ہمیشہ سے مختلف مذاہب کی آماجگاہ رہا ہے۔ لیکن بارہویں صدی میں مذہب اسلام کے آنے سے یہاں کا مذہبی ماحول بدل گیا ہے، اب تک کی تاریخ بتاتی تھی کہ جو بھی یہاں آیا ان کے رنگ میں رنگا گیا لیکن جب دین اسلام نے برصغیر پاک و ہند میں قدم رکھا تو اسلام نے یہاں کا رنگ قبول نہ کیا بلکہ اپنا رنگ جمایا۔ ہندوستان میں اسلام کا نور پھیلتا گیا یہاں تک کہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں صوفیاء کرام کے سلسلے بھی پھیل گئے جو اپنے اپنے مسلک میں ذاتی مشاہدے اور باطنی تجربے پر زور دیتے تھے۔ ہندوستان میں مذہبی زندگی کا ایک مخصوص ماحول پیدا ہو چکا تھا۔ ایسے ہی مذہبی ماحول میں سکھ مت کے بانی گرونانک صاحب نے آنکھیں کھولیں"۔[3]

سکھ مت کے مختصر تعارف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ مذہب اور اس کی تعلیمات اسلام اور ہندو مذہب سے مطابقت تو رکھتی ہیں لیکن اس مذہب کے پیروکاروں کو ہندو یا مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔

سکھ مت کی روایات کا ارتقاء

بابا گرونانک کے بعد سکھ مت کو، ان کے جانشینوں نے اپنے اپنے عہد میں ترقی دینے کی انتھک سعی کی، جسکی وجہ سے آج تک اس مذہب کے نام لیوا موجود ہیں۔ گرونانک کی وفات کے بعد ان کے تمام جانشینوں نے یکے بعد دیگرے سکھ مت کو ترویج دی، سکھ مت کی روایات کے ارتقاء میں بابا گرونانک سے لے کر دسویں گرو گوبند سنگھ، ہر گرو نے قابل ذکر خدمات انجام دیں، جن کی مختصر تفصیل ذیل میں موجود ہے:

---

[1] سمادھ، کا مطلب ہے مراقبہ کرنا۔ جب سادھو مرتے تھے تو انہیں یہیں دفن کر دیا جاتا تھا، اس لیے اس کا ایک معنی مزار یا قبرستان بھی ہے۔

[2] کوئل، **بابا گرونانک دیو جی اور ان کی مقدس تعلیمات**، ص:22۔

[3] محمد انس رضا قادری، **اسلام اور عصر حاضر کے مذاہب کا تعارف اور تقابلی جائزہ**، (لاہور: مکتبہ اشاعۃ الاسلام، نومبر 2017)، ص:450۔

دوسرے گرو۔ گرو انگد:

گرو نانک صاحب نے اپنی زندگی میں کسی مذہبی جماعت کے قیام کی کوئی شعوری کوشش نہیں کی تھی، البتہ ان کا یہ فیصلہ کہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنے متعقدین کی آئندہ رہنمائی کے لئے اپنا ایک جانشین "گرو انگد" کا انتخاب کر دیا تھا۔ گرو انگد کے تمام اقدامات سے بابا گرو نانک کے عقیدت مندوں میں اتحاد اور جماعتی احساس پیدا ہوا۔

> " انہوں نے نہ صرف ان روایات مثلاً کیرتن (قوالی) اور لنگر وغیرہ کو جاری رکھا جو گرو نانک صاحب نے قائم کیں تھیں، بلکہ ان کو ترقی دینے کی کوششیں بھی کیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے گرو نانک صاحب اور دوسرے صوفی سنتوں کا کلام جمع کیا جو انہوں نے اپنی سیاحتوں کے دوران جمع کیا تھا، اور اس کو لکھنے کے لئے سکھوں کا اپنا رسم الخط گورمکھی ایجاد کیا اور دوسرا بابا گرو نانک کے ایک پرانے ساتھی بالا کے ذریعہ گرو نانک کی ایک سوانح مرتب کرائی جس میں ان کی تعلیمات بھی تلخیص کے ساتھ موجود تھیں"۔[1]

تیسرے گرو۔ گرو امر داس:

سکھوں کے تیسرے گرو، گرو امر داس صاحب ہیں۔ اکبر بادشاہ کے تعلقات اس کی اپنی وسیع المشربی کی وجہ سے سکھوں کے تیسرے، چوتھے اور پانچویں گرووں سے بہت خوشگوار رہے جس کی بدولت سکھوں کو اپنے حلقات بڑھانے میں مدد بھی ملی۔

انہوں نے سکھ عقیدت مندوں کو، تعداد میں زیادہ ہونے کی وجہ سے، بائیس حلقوں میں تقسیم کر دیا اور ہر حلقہ کے لئے روحانی اعتبار سے ترقی یافتہ سکھ بطور سربراہ اور اپنے نائب کے متعین کر دیا۔ منجی پنجابی میں چارپائی کو کہتے ہیں، چونکہ یہ سربراہ اپنے حلقہ میں چارپائی پر بیٹھ کر وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے اور باقی لوگ زمین پر بیٹھتے تھے، اس لئے یہ حلقے منجی کے نام سے موسوم ہوگئے۔ اس انتظام سے سکھوں کی جماعتی تنظیم کو بہت تقویت ملی۔ اس کے علاوہ انہوں نے شہنشاہ اکبر سے درخواست کر کے ہندو عوام کے لئے ہردوار کے تیرتھ (ہندوؤں یا بدھوں کی مقدس عبادت گاہ) پر جو ٹیکس عائد تھا وہ ہٹوا دیا۔ انہوں نے ایک گاؤں گوندوال بھی آباد کیا اور وہاں ایک بڑی باؤلی (سیڑھی والا کنواں) تعمیر کروائی۔ مزید بر آں شہنشاہ اکبر سے ان کے دوستانہ تعلقات نے بھی عوام میں گرو امر داس کے وقار اور عزت کو بڑھا دیا۔[2]

---

[1] دولت رائے جی، **سوانح عمری گرو گوبند سنگھ جی**، (دہلی، جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب، 1967ء)، ص:41

[2] مرزا وسیم احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، (پنجاب، ناظر دعوت و تبلیغ، 1958ء)، ص:64

چوتھے گرو۔ گرو رام داس:

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہر گرو کے زمانے میں کچھ ایسے اقدامت کیے جاتے رہے جن سے سکھ مت کو تقویت ملتی رہی۔

> "چوتھے گرو رام داس نے سکھوں کی شادی بیاہ اور مرنے کے بعد کی رسومات اپنی الگ نوعیت پر متعین کرنے کی کوشش کی، انہوں نے ستی کی رسم (سچ پر قربان ہو جانا) کی مخالفت کی اور بیواؤں کی شادی پر زور دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے بابا گرو نانک کی زندگی سے وابستہ ایک مقام کو جہاں ایک قدرتی پانی کا چشمہ تھا، اکبر بادشاہ سے حاصل کر کے وہاں ایک شہر کی بنیاد رکھی اور چشمہ کو تالاب کی شکل میں بنوا دیا بعد میں یہ تالاب امر تسر (چشمہ آب حیات) کے نام سے مشہور ہوا اور شہر کا نام بھی یہی پڑ گیا۔ گرو رام داس نے لنگر کے انتظام کو وسیع کرنے کے لئے اپنے مریدوں سے ان کی ہر طرح کی آمدنی کا دسواں حصہ لینا شروع کر دیا"۔[1]

گرو رام داس کے بعد عہدہ ان کی اولاد میں موروثی ہو گیا، بعد کے سکھ گروؤں کی شخصیت میں مذہبی رہنمائی کے ساتھ ساتھ دنیاوی بادشاہت کا تصور بھی شامل ہو گیا اور سکھ گرو مغل بادشاہ کے بالمقابل "سچا بادشاہ" کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔

پانچویں گرو۔ گرو ارجن دیو:

سکھوں کے پانچویں گرو، گرو ارجن دیو ہیں، سکھ روایات کی تشکیل میں گرو نانک کے بعد اور دسویں گرو، گرو گوبند سنگھ سے پہلے کسی اور سکھ گرو نے سکھوں کو ایک مذہبی جماعت بنانے میں اتنا اہم کردار ادا نہیں کیا جتنا گرو ارجن دیو نے کیا ہے۔

> "پانچویں گرو ارجن دیو جی نے دربار صاحب امرت سر کی بنیاد ڈالی اور تو حضرت میاں میرؒ سے اس کا سنگ بنیاد رکھوایا، انہوں نے امرتسر کے تالاب میں سکھوں کے لئے ایک مرکزی عبادت گاہ "ہری مندر" کی تعمیر کروا کے سکھوں کو جغرافیائی اعتبار سے بھی ایک مذہبی مرکز فراہم کر دیا۔ گرو ارجن دیو نے اجتماعی تنظیم کے سلسلہ میں عقیدت مندوں کے نذرانوں کو ایک باضابطہ اور منظم شکل "وسونتھ (عشر)" وصول کرنے کا انتظام کیا، انہوں نے سکھ مذہب کے اندر نئی خصوصیات پیدا کیں، یعنی فقیروں کے لباس کو لباس فاخرہ سے تبدیل کیا اور پیروں سے عشر (دسواں حصہ) وصول کرنے لگے"۔[2]

وہ ہندوؤں کی حفاظت میں قتل ہوئے اسی وجہ سے انہیں سکھ شہید کہا جاتا ہے۔

---

[1] مان، ماریہ، شبیر حسین، "گرو نانک کے جانشین اور سکھ مت کے ارتقاء میں ان کی اہمیت"، راحت القلوب، جلد2، شمارہ2، (2018)

[2] احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، ص:98

چھٹے گرو۔ گرو ہر گوبند:

اگر گرو ارجن دیو کے وقت میں سکھ تنظیم کے سیاسی رجحانات کے ارتقاء میں کچھ کسر تھی تو ان کے صاحبزادے اور جانشیں گرو ہر گوبند کے دور میں سکھ جماعت ایک مذہبی ملت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے کھل کر سامنے آئی۔

گرو ارجن دیو کی گرفتاری اور تعذیب جسمانی کے بعد ان کی موت سکھوں کے لئے سخت جذباتی ہیجان کا باعث ہوئی۔ گرو ہر گوبند نے اپنی مسند نشینی کے وقت علی الاعلان اپنے دائیں اور بائیں دو تلواریں اس بیان کے ساتھ زیب تن کیں کہ ان میں سے ایک تلوار "میری" اور ایک "فقیری" کی۔ یہ گویا سکھ مذہب میں دین اور سیاست کے یکجان ہونے کا اعلان تھا۔ اس وقت سے سکھ تحریک صرف ہندوؤں اور مسلمانوں کو روایتی اور رسمی مذہب سے آزاد کروا کر ایک خدا کی عبادت پر لگانے ہی کا نام نہیں رہ گئی بلکہ سیاسی و سماجی زندگی میں بھی ہندوستانی عوام کو مسلمانوں کی تہذیب اور اس کی مادی شکل یعنی مغل حکومت سے آزاد کرانے کی علمبردار بن گئی۔ گرو ہر گوبند نے نہ صرف اپنے تمام متعقدین کو مسلح رہنے کا حکم دیا بلکہ اپنا تمام تر وقت اپنے ساتھیوں کو فوجی مشقیں کرانے اور بہادری اور جنگجوئی کے کاموں کے لئے وقف کر دیا۔ ان کے فوجی عزائم کی وجہ سے پنجاب کے مغل گورنر کے ساتھ گرو ہر گوبند کا ٹکراؤ لازم ہو گیا تھا۔[1]

ساتویں گرو۔ گرو ہری رائے:

گرو ہر گوبند کی وفات کے بعد ساتویں اور آٹھویں سکھ گروؤں کے عہد میں سکھ تنظیم سیاسی اعتبار سے کوئی نمایاں ترقی نہیں کر سکی۔ ساتویں گرو گرو ہری رائے اپنی افتاد طبع کے لحاظ سے نرم مزاج اور صلح پسند آدمی تھے، اس کی لگاتار امن اور صلح کل زندگی میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ اس سے امن میں خلل پڑ گیا۔ جب دارا شکوہ اپنے بھائی اورنگ زیب سے شکست کھا کر پنجاب کی طرف بھاگا تو گورو ہری رائے نے کسی قدر اس کی امداد کی۔ نتیجہ دارا شکوہ کے حق میں آخر ہلاکت ہی ہوا اور اورنگ زیب نے گورو کے بڑے بیٹے رام رائے کو یر غمال بنا لیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس کو واپس بھیج دیا۔

آٹھویں گرو۔ ہر کشن:

گرو ہر کشن، گرو ہری رائے کے چھوٹے بیٹے تھے اور چونکہ بڑے بھائی رام رائے سے ان کے والد ناراض تھے اس لئے ان کے مرض الموت میں وہ پانچ سال کی عمر میں گرو کے عہدے کے لئے نامزد کر دئے گئے تھے۔ رام

---

[1] امجد، گرو نانک جی اور تاریخ سکھ مت، ص:179

رائے کے دعوائے مخالفانہ کی وجہ سے اورنگ زیب نے فیصلہ کے لئے کم سن گرو کو دہلی بلوالیا، جہاں چند سال بعد ان کا چیچک کے مرض میں انتقال ہو گیا اس لئے کوئی قابل ذکر امر ان ایام میں واقع نہ ہوا۔[1]

نویں گرو۔گرو تیغ بہادر:

گورو ہر کرشن صاحب کے بعد کئی لوگوں نے گرو ہونے کا دعوی کیا لیکن گرو تیغ بہادر ہی نویں گرو ہوئے۔

گرو تیغ بہادر، ایک صلح پسند صوفی منش آدمی تھے۔ ان کے دس سالہ دور میں اورنگ زیب کی طاقت اپنے شباب پر تھی، سکھ روایت اورنگ زیب کو ایک متعصب اور جابر بادشاہ کی صورت میں دیکھتی ہے۔ سکھوں کے لئے اس کی سب سے بڑی اور اندوہ ناک مثال گرو تیغ بہادر کا دہلی بلوایا جانا اور مسلمان ہونے سے انکار پر اورنگ زیب کے حکم سے ان کی شہادت کا واقعہ ہے، حالانکہ یہ سب شرارت گورو صاحب کے مخالفین کی تھی۔ مورخ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جب گورو تیغ بہادر صاحب کی وفات ہوئی تو اس وقت بادشاہ اورنگ زیب دہلی سے دور تھا۔[2]

اورنگ زیب ایسا انسان نہیں تھا کہ بہت سنگین جرم کیے بغیر اور معمولی بات پر کسی کو جان سے مروادے۔

دسویں گرو۔گرو گوبند سنگھ:

دسویں اور آخری گرو گوبند سنگھ ہیں جو جنگجو سکھ مذہبی حکومت کے بانی ہیں یہ پٹنہ میں پیدا ہوئے، انند پور میں گدی نشین ہوئے۔

> "ان کا پہلا بنیادی اصول یہ تھا کہ اخوت کو قائم کیا جائے اور اس مقصد کے لئے اس نے ذاتوں کو توڑ کر ان کی خالص ایک ذات قومیت کی بنیاد پر قائم کر کے سب کے لئے یکساں ترقی کا معراج پیش کیا، چھوٹی بڑی ذات کی تمیز اٹھا کر سب کو مساوی سطح پر لایا اور یہ سکھایا کہ قومیت قائم رکھنے اور اس کو زندہ رکھنے کے لئے قربانیوں کی ضرورت ہے۔ اور ان مقاصد کو مل کر حاصل کرنا چاہیے۔ ان کی پالیسی یہ تھی کہ سکھوں کو ایک اعلی ذات (خالصہ) بنادیا جائے، اس کا مقصد خالص سیاست سے تعلق ہے، کیونکہ اس شخص کو خالصہ قرار دیا گیا جو مسلح ہو، گھوڑے کی سواری کا ماہر ہو، اور جنگ کرنے کے لئے ہمیشہ تیار ہو۔ اپنے پیروؤں کو انہوں نے سکھ کی بجائے سنگھ کا خطاب دیا اور اپنا نام بھی رائے گوبند کی بجائے گوبند سنگھ رکھ لیا۔ چنانچہ گرو گوبند سنگھ نے ایک مذہب کی بنیاد رکھی، جس کا نام خالصہ تھا۔ اس کے علاوہ تمام پیروکاروں کو حکم دیا کہ وہ ہمیشہ گورونانک کو اپنا گورو تسلیم کریں اور ان کے تمام جانشینوں کی عزت کریں، ان کے اقوال پر عمل کریں، امرت سر کے تالاب میں کبھی کبھی اشنان (نہانا) کیا کریں جو سنگھوں کا تیرتھ (مقدس عبادت گاہ) ہو گا۔ تمباکو کا استعمال مطلق نہ کریں، کسی مخلوق کے سامنے اپنا سر نہ جھکائیں"۔[3]

---

[1] دولت رائے جی، **سوانح عمری گرو گوبند سنگھ جی**، ص:62

[2] احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، ص:142

[3] دولت رائے جی، **سوانح عمری گرو گوبند سنگھ جی**، ص:141

اپنے انتقال سے پہلے انہوں نے یہ طے کر دیا تھا کہ اب آئندہ کوئی آدمی سکھوں کا گرو نہیں ہو گا بلکہ ان کی مذہبی کتاب گرو گرنتھ صاحب ہی ان کے لئے ہمیشہ گرو کا کام کرے گی۔ ان گروؤں کے بعد آج تک کوئی نیا گرو ظاہر نہیں ہوا بلکہ تمام سکھ گرو گرنتھ کو ہی اپنا گرو مانتے ہیں اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔

سکھ مت کی تعلیمات وعقائد

سکھ مذہب کے بنیادی عقائد، جو گرو گرنتھ صاحب میں بیان ہوئے ہیں، ان میں ایک خالق پر ایمان، تمام انسانیت کا اتحاد اور مساوات، بے لوث خدمت، فائدہ اور خوشحالی کے لئے معاشرتی انصاف کے لئے جدوجہد کرنا شامل ہیں۔ یہاں چند تعلیمات وعقائد کو ذکر کیا جارہا ہے:

مول منتر (بنیادی کلمہ)

مول منتر سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب کے تمام کلام میں سب سے مقدس سمجھا جاتا ہے۔ ذیل میں مول منتر پیش کیا جارہا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بابا گرونانک کا عقیدہ توحید اسلامی نظریہ توحید سے مختلف نہیں تھا۔

"اک اونکار ست نام کرتا پرکھ نربھو نرویر

خدا ایک ہے اس کا نام سچ ہے وہی فاعل مطلق ہے۔ وہ بے خوف ہے اس کی کسی سے دشمنی نہیں ہے

اکال مورت اجونی سیبھس گرپرساد"[1]

وہ ازلی وابدی ہے بے شکل وصورت ہے، قائم بالذات ہے خود اپنی توفیق ورضا سے حاصل ہوتا ہے۔

سکھ مذہب اور تصور خدا

سکھ مت میں خدا کے وجود کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ

> "خدا ہے کہیں، صرف ایک جو کہ سچا ہے اور تخلیق کرنے والا، خوف اور نفرت سے ماورا، ہمیشہ قائم ودائم رہنے والا، جس کو کسی نے نہیں جنا، Self-Existent، عظیم اور رحم والا۔ بابا گرونانک فرماتے ہیں:
> "میرا مالک ایک ہے، ہاں وہ ایک ہے، وہی مارنے والا اور زندہ کرنے والا ہے، وہی دے کر خوش ہو جاتا ہے، وہی جس پر چاہتا ہے اپنے فضل کی بارش کرتا ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے بغیر کوئی اور نہیں کر سکتا، جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے ہم وہی بیان کرتے ہیں، ہر چیز اسی کی حمد بپا کر رہی ہے۔"[2]

---

[1] خواجہ دل محمد، **جپ جی اور سکھ منی صاحب**، (لاہور، خواجہ بک ڈپو، 1948ء)، ص:11

[2] امجد، **گرونانک جی اور تاریخ سکھ مت**، ص:58

گرو نانک دیو جی کے مطابق خدا کا تصور کچھ یوں ہے کہ "میرا رب جہاں ہر جگہ موجود ہے۔ تمام کائنات کا قادر ہے، وہ رحم کرنے والا ہے، عرض فریاد سننے والا اور بخش دینے والا بخشنہار ہے، ہر جگہ صاف نظر آرہا ہے، وہ اپنی قدرت میں بسا ہوا ہے، ساری کائنات میں اس کی جوت (روشنی، اجالا) ہے اور اس جوت میں ہی یہ کائنات ٹکی ہوئی ہے"۔[1]

سکھ مذہب اپنے ماننے والوں کو سختی سے وحدانیت کی تلقین کرتا ہے، یعنی ایک رب جس کو وہ اپنی زبان میں اونکارا کہتے ہیں۔

نماز کی ادائیگی

سکھ ازم میں روزانہ پانچ نمازوں میں مشغول ہونے کی مشق، کھڑے یا بیٹھے کئی طریقوں سے کرتے ہیں۔ روزانہ مختلف گھنٹوں میں مراعات اور گرو گرنتھ کی پڑھائی شامل ہیں جن میں مخصوص اشیاء یا روایات شامل ہیں، جیسے گیت میں عبادت وغیرہ۔

مندرجہ ذیل نماز سکھ کی ثقافت کا حصہ ہیں:

- "نعیم سمران : صبح کے روز صبح امرتیلہ میں الہی کی تفسیر
- پاتھ : گرو گرنتھ صاحب یا روزمرہ کی نمازوں کی بصیرت پڑھنا
- نیتیم بنس : پانچ روزانہ نماز پڑھنے کا ایک سیٹ
- مالا : روسیری نماز موتیوں کا استعمال
- کیرھن : گیت میں ایک نمازی عبادت
- ارادس : درخواست کی دعا"[2]

گرو گرنتھ صاحب کی دیکھ بھال کرنے والے رہائشی حاضری کے ساتھ صبح اور شام ہر روز نماز کی پابندی کرتے ہیں۔

سکھوں کی عبادت گاہ، گردوارہ

سکھ عبادت گاہ کو گردوارہ (گرو کا در) کہا جاتا ہے۔ گردوارہ بالعموم ایک بڑا کمرا ہوتا ہے جس میں گرنتھ صاحب کو درمیان میں چوکی پر ادب سے رکھا جاتا ہے۔ ہر گرودوارے میں مذہبی فرائض کو سر انجام دینے والے شخص کو گرنتھی کہتے ہیں۔

---

[1] کوئل، **بابا گرو نانک دیو جی اور ان کی مقدس تعلیمات**، ص:26۔

[2] خوشمیر خالسا، "کیا سکھ نماز پر ایمان رکھتے ہیں؟"، مذہب اور روحانیت، 1/3/2021
https://ur.eferrit.com/%DA%A9%DB%8 Accessed: (12/10/2021)

"سکھ سبت کا دن نہیں دیکھتے سکھ مت عبادت کے لئے کسی خاص دن کو الگ نہیں کرتے۔ حقیقت میں سکھ فعال طور پر عبادت کرتے ہیں، یا سکھ کمیونٹی کی خدمت کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ باقی وقت ایک ایماندار زندگی حاصل کرنے کے لئے کام کرتے ہیں۔ ہر صبح اور شام سکھ، عبادت کے مراحل، نماز، حدیث سنتے اور گروگران صاحب کی کتابیں پڑھتے ہیں۔"[1]

گرو کی ضرورت

گرودیو جی کا گروا گرچہ کوئی دنیاوی انسان نہ تھا، مگر اس کے باوجود گرو جی نے اپنے مریدوں پر یہ واضح کر دیا ہے کہ

انسان کو گرو، مرشد کامل کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے۔ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ "اک اونکار" قادر کائنات کو حاصل کرنے کے لئے گرو کی بخشش کی اشد ضرورت ہے۔ سکھ ہر روز جب بھی مول منتر پڑھتا ہے اس پر گورمت کی یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوتی ہے مگر یہ بات ناقابل فراموش ہے کہ گرونانک دیو جی گرو کی ضرورت کو اس ڈھنگ سے تسلیم کرنے کے حق میں نہیں۔ جس طرح بعض فرقوں یا طبقوں میں مرشد کو مانا جاتا ہے کہ مرشد پر ایمان لانے یا اس کو مرشد ماننے سے سارے گناہ ختم ہو جاتے ہیں، یا مرشد نے ایک بار قربانی دے کر اپنی امت کے تمام گناہ اپنے سر پر برداشت کر لئے ہیں، یا محض ایمان لانے سے ایک مرید ہر طرح بری الذمہ ہو کر رہ جائیگا۔ گرودیو جی نے واضح کیا کہ اپنے اعمال کا پھل ضرور بھگتنا ہو گا، مگر گمراہ ہو کر برائیوں سے دوچار ہو کر خوار ہونے والے آدمی کو گرو راہ راست پر ڈال کر اس کو برائیوں سے بچالیتا ہے۔ گرو، انسان کو ایسی روشنی عطا کرتا ہے جس کی بدولت وہ دوبارہ غلطی نہیں کرتا۔ گرو اس کو پرماتما کی بندگی کا روحانی لطف ذہن نشین کرواکر واہگرو کی قربت کا صحیح طریقہ کار بتاتا ہے اور صرف واہگرو کی بندگی اور نیک اعمال کرنے کی تلقین کرتا ہے۔[2]

سکھوں کی زندگی میں گرو کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ دس گرووں کے بعد اپنی کتاب گرو گرنتھ صاحب کو اپنا گرو مانتے ہیں۔

جپ جی

محبوب حقیقی کو متعین کر دینے کے بعد، دوسرا اہم مسئلہ اس ذات حق (ست نام) کے تئیں انسان کے رویہ کا تھا۔ اپنے مسلک عشق کے مطابق گرونانک نے کسی شریعت کی پابندی اور ظاہری قوانین کی اطاعت کے مقابلہ میں

---

[1] خوشمیر خالسا، سکھوں کی عبادت کا دن کیا ہے؟، 8/5/2021
https://ur.eferrit.com/%D8%B3%DA%A9% Accessed:(13/10/2021)

[2] کوئل، **باباگرونانک دیو جی اور ان کی مقدس تعلیمات**، ص:27۔

تقدیر الٰہی پر راضی رہنے اور صوفیانہ اصطلاح میں اندرونی اعتبار سے موافقت پر زور دیا ہے، چنانچہ جپ جی ہے جو کہ مول منتر کے بعد سکھوں کے لئے تقدیس میں دوسرا درجہ رکھتا ہے۔

"جپ جی صاحب کے ذریعہ بابا گرونانک کے داخلی تجربوں کی وہ شعاعیں سامنے آئی ہیں جو اُن کے باطن کی تیز تر روشنی کا احساس عطا کرتی ہیں، پہلی آواز ہی سے محسوس ہونے لگتا ہے کہ بس ایک ہی "سچائی کا عرفان ہے، ایک ہی "سچائی ہے جسے پانے کے لیے دل اور دماغ دونوں ایک دوسرے میں جذب ہوئے ہیں یا یہ کہیے کہ اس "سچائی کا تقاضا یہی تھا کہ دل اور دماغ ایک دوسرے میں جذب ہو جائیں۔ جپ جی صاحب" بنیادی طور پر ایک حمد ہے، ایک غیر معمولی حمد کہ جس سے بنیادی سچائی کی جانے کتنی جہتوں کا شعور حاصل ہوتا ہے، یہ وہ حمد ہے جو باطنی تجربوں کی دلکش شعاعوں کی دین ہے۔" [1]

"جپ جی صاحب" کا مطالعہ کرتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ خدا ہے اس لیے یہ زندگی اتنی خوبصورت اور دلفریب ہے حسن کے اعلیٰ ترین معیار کو لیے ایک مثال پیش ہوئی ہے، یہ مثال نغمہ و نور کی ہے، تلاش و جستجو اور تحرّک کی ہے۔

پانچ ککے (کاف):

ہر سکھ کے لئے پانچ ککوں کا رکھنا ضروری ہے، ککا کاف کو کہتے ہیں، وہ پانچ کاف یہ ہیں:

1. "کیس (سر کے بال)
2. کرو (چھوٹی سی چھری جو سر کے بالوں میں رہتی ہے)
3. کنگھا (جو سر کے بالوں میں لگا رہتا ہے)
4. کڑا (جو ہاتھ میں پہنا جاتا ہے)
5. کچھ (جانگیا)" [2]

ذات پات کی تمیز کا خاتمہ

ذات پات کا بلند اور پختہ قلعی ہندوستان میں صدیوں سے چٹان کی مانند کھڑا تھا۔ اس پر گرونانک جی نے کامیاب حملہ کیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ خدا تعالی کے ہاں ذات پات کا کوئی سوال نہیں ہے وہاں تو وہی معزز ہوں گے جو خدا تعالی کے ہاں مقبول ہیں۔

---

[1] شکیل الرحمان، "بابا گرونانک اور جپ جی صاحب"، پنجند.کام، 8/31/2021
https://www.punjnud.com/ViewPage.aspx?BookID=5588 Accessed:(11/12/2021)

[2] مولانا حسن نظامی، **سکھ قوم اور اس کے بانی**، (خواجہ پریس بٹالہ، 1922ء)، ص:13

"ذات پات کی بڑائی بھی بے معنی ہے، تمام مخلوق کا سہارا خدائے واحد ہے، اگر کوئی خود اپنے آپ کو معزز خیال کرتا ہے تو اسے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر وہ خدا تعالی کے ہاں مقبول ہے تو وہ معزز ہے۔ انسان کو ایسی بات نہیں کرنی چاہیے جس سے اللہ کے دربار میں رسوائی ہو۔ کوئی شخص اپنی ذات کا گھمنڈ نہ کرے، اس گھمنڈ کے نتیجہ میں بہت خرابی ہو گی، سب کا خالق اور مالک اللہ ہے، تمام انسان یکساں ہیں۔"[1]

حق حلال کی کمائی

گرو دیو جی نے حق و حلال کی کمائی کرنے اور کسی کا حق ہڑپ نہ کرنے کا ہمیشہ سے پرچار کیا، تاکہ لوگوں میں باہمی کشید گی، نفرت اور پھر لڑائی جھگڑے نہ ہونے پائیں۔ انہوں نے یہ اعلان فرمایا کہ ہر شخص حق حلال کی کمائی کرے، رشوت خوری، چوری اور دیگر ہتھکنڈوں کے ذریعے کمایا ہوا روپیہ پرایا حق ہے۔ حق حلال کی کمائی دودھ جبکہ پیرایا حق خون ہے اور خون کھانا اخلاقی جرم ہے۔[2]

سکھ دس گورو صاحبان پر اپنا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان دس گروؤں کے بعد گرو گرنتھ کو رہتی دنیا تک اپنا گرو مانتے ہیں۔ ان تمام گروؤں میں سب سے پہلے بابا گرونانک اور آخری اور دسویں گرو گوبند سنگھ ہیں۔ بابا گرونانک کا بت پرستی سے انکار اور ذات پات کی تمیز کے خاتمے اور کھلم کھلا اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی حقانیت پر یقین کا اظہار اور مکہ، مدینہ اور بغداد شریف کا سفر، پھر گرو گرنتھ میں مسلمان شعراء کا کلام اس بات کا واضح اعلان ہے کہ گورونانک دین اسلام سے متاثر تھے۔

بابا گرونانک اور تمام گرو صاحبان کی تعلیمات میں یہ وضاحت موجود ہے کہ وہ توحید کے قائل تھے اور شریعت محمدیہ ﷺ میں بیان کردہ نظریات کو تسلیم کرتے تھے، وہ لوگوں کو ذات پات کی تمیز کے خاتمے اور انانیت سے انکار کا درس دیتے تھے۔ جھوٹ، چغلی، غیبت، حرام کمائی اور لوگوں کا حق مارنا جیسے بد افعال سے باز رکھنے کی تعلیم دیتے تھے۔

---

[1] ابو الامان امرت سری، **گرو گرنتھ صاحب اور اسلام**، (لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، اگست 1960ء)، ص: 433

[2] کوئل، **بابا گرونانک اور ان کی مقدس تعلیمات**، ص: 35

فصل دوم

سکھ مت میں بین المذاہب تعلقات کی اہمیت اور اصول

سکھ مذہب کے مطابق تمام مذاہب اُنکی روایات مستند ہیں جو اُسی واحد "واہ گرو" کی طرف لے جاتی ہیں۔ اور انسانیت پر کسی ایک مذہب کی اجارداری نہیں۔ سکھ مت میں دوسرے مذاہب کے خلاف تفریق کو سختی سے رد کیا جاتا ہے۔ بابا گرونانک کی تعلیمات میں بھائی چارہ اور امن ومحبت کا ہی پیغام ملتا ہے اور انسان دوستی کا سبق ملتا ہے۔

سکھ مت میں بین المذاہب تعلیمات کی اہمیت

سکھ عقائد پیروکاروں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنی روزی ایماندار طریقے سے کمائیں اور اپنی کمائی دوسروں کے ساتھ بانٹیں۔ کیونکہ یہ راستبازی کا راستہ ہے، اور، اس طرح، معاشرے کے دیگر ارکان کے درمیان پر امن بقائے باہمی کے ماحول کی حوصلہ افزائی کے لیے کوئی نمایاں شراکت کر سکتا ہے۔ سکھوں کو تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ اپنی خوبیوں کو سب کے فائدے کے لیے استعمال کریں۔

گروگرنتھ صاحب کی تعلیم محبت اور رواداری کا رویہ ظاہر کرتی ہے۔ گرووں کے اس پیغام کا عملی اثر سکھ مذہب کے ادارہ جاتی تشکیل میں نظر آتا ہے، جس میں ذات پات، مسلک اور کسی بھی قسم کے فرقوں کی رکاوٹوں کو ایک طرف رکھ دیا گیا ہے۔

سکھ مت میں بین المذاہب تعلیمات کے اصول

ذیل میں سکھ مت میں بین المذاب تعلقات کے چند اہم اور نمایاں اصول ذیل میں درج ہیں۔

1. بین المذاہب بھائی چارہ کا درس:

بابا گرونانک نے "نہ کوئی ہندو نہ مسلمان" کہہ کر یہ باور کروایا کہ انسان کو بانٹا نہیں جا سکتا۔ سبھی انسان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

گرو جی نے لوگوں کو پیغام حق سنانے اور توحید کا درس دینے، وحدہ لاشریک (اکال پورکھ) کی حمد وثنا کے گیت ربی رباب کی مدبھری آواز میں سنا کر ہندو مسلم بدھ عیسائی کو بھائی بھائی بنا کر زندگی بسر کرنے پر راغب کرنے کی خاطر دھرتی کے پاپیوں کو راہ راست پر لانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔[1]

"Sikh Gurus mission was to promote harmony and interfaith dialogue between major creeds of India. The message of Sri Guru Granth Sahib (SGGS) is universal in all respects. The

[1] کوئل، بابا گرونانک دیوجی اور ان کی مقدس تعلیمات، ص:12

same message reverberates in the writings of Guru Gobind Singh: Recognize all mankind as one the same Lord is the creator and nourisher of all Recognize no distinction among them The temple and mosque are the same So are the Hindu worship and Muslim prayer Men are all one."[1]

ترجمہ: "سکھ گرو مشن، ہندوستان کے بڑے مسالک کے مابین ہم آہنگی اور بین المذاہب مکالمہ کو فروغ دیتا تھا۔ سری گرو گرنتھ صاحب کا پیغام ہر لحاظ سے عالمگیر ہے۔ گرو گوبند سنگھ کی تحریروں میں بھی یہی پیغام دہراتا نظر آتا ہے: تمام بنی نوع انسان کو ایک پہچان لیں۔ سب کا خالق اور پروردگار ایک ہی رب ہے۔ ان میں تمیز نہ کرو، ہیکل اور مسجد ایک جیسے ہیں، اسی طرح ہندوؤں کی عبادت اور مسلمان کی دعائیں ہیں۔ مرد سب ایک ہیں۔"

2. قومی یکجہتی کا پرچار:

گرو نانک دیو جی نے ہر جگہ توحید پرستی، قومی یکجہتی، باہمی اتحاد، مساوات اور رواداری کا پرچار کیا، تب ہی ڈاکٹر اقبال کو یہ نعرہ حق لگانا پڑا:

"پھر اٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مرد کامل نے جگایا خواب سے"[2]

بابا گرو نانک نے اپنی ساری زندگی مخلوق خدا کی خدمت اور ان کو مساوات کا درس دیتے ہوئے گزار دی۔ بھائی مردانہ اور بالا جیسے مسلمان دوستوں کے ساتھ اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ گزار دینا اسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے جہاں جہاں بھی سفر کیے اس میں لوگوں کو مساوات اور قومی یکجہتی کا درس دیا۔

3. بلا امتیاز مذہب وملت، لوگوں کی امداد کرنا:

بابا گرو نانک خلق خدا کی خدمت ہی کو اصل روحانی زندگی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے پیروکاروں کو بھی ایسی خدمت کی تلقین کرتے ہیں۔

گرو نانک نے سکھ دھرم (نظریہ حیات) کے سنہرے اصولوں کے ساگر کو گاگر میں بند کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ اصولوں کا جوہر یا خلاصہ ان تین جملوں میں بند ہے:

- "محنت مزدوری، کاشتکاری، کاروبار، بیوپار اور ملازمت کر کے حق و حلال کی کمائی کرو۔

[1] Hardev Singh Virk, *Inter faith dialogues, A Sikh Perspective*, ch#1 (New Dehli: Guru nanak foundation, 2020), P:15.

[2] علامہ محمد اقبال، **کلیات اقبال اردو**، (لاہور، کلیات اکادمی، 2018ء)، ص:269

- حق و حلال کی کمائی کو بانٹ کر کھاؤ، سماج کے غریب، نادار، لاچار اور نحیف وزار اور بیمار لوگوں کی، بلا امتیاز مذہب وملت امداد کرو۔
- اپنے پیدا کرنے والے قادر مطلق کا نام جپا کرو۔ یاد الٰہی میں ہمیشہ مصروف رہا کرو"۔[1]

"The Sikh doctrines exhort the adherents to earn their livelihood by honest means and share their earning with others. It emphasizes that this is the path of righteousness, and, in this way, one can make an outstanding contribution to encourage an environment of peaceful co-existence among other members of the society."[2]

ترجمہ: سکھ عقائد پیروکاروں کو ایماندارانہ ذرائع سے اپنی روزی کمانے اور دوسروں کے ساتھ اپنی کمائی بانٹنے کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ، اس بات پر زور دیتا ہے کہ یہ راستبازی کا راستہ ہے ، اور ، اس طرح سے ، معاشرے کے دوسرے لوگوں کے مابین پر امن بقائے باہمی ماحول کو فروغ دینے کے لئے کوئی بھی شخص نمایاں شراکت کر سکتا ہے۔

4. بنی نوع انسان کی حقیقت پر مبنی رہنمائی:

گرونانک روحانیت اور اخلاقیات کا گہوارہ تھے انہوں نے انسان کو اخلاقی روش اختیار کرنے میں رہنمائی کی اور یہ نظریہ عام کیا کہ برے اعمال کی سزا ضرور ملے گی۔ گرے ہوئے لوگوں کے لئے دل میں رحم کا جذبہ رکھنے کی تلقین کی۔

گروجی نے ہمیشہ بنی نوع انسان کی صحیح اور حقیقت پر مبنی رہنمائی کی ہے۔ جب گروجی مکہ معظمہ میں اپنے نرنکاری مشن کا پرچار کرنے پہنچے تو وہاں بہت مسلمان علماء سے ان کا بحث و مباحثہ ہوا۔ انہوں نے گروجی سے کئی سوالات پوچھے، جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ آپ اپنی کتاب کھول کر ہمیں بتائیں کہ آپ کے نظریہ کے مطابق ہندو بڑا ہے کہ مسلمان ؟ گروجی نے نہایت جرات اور وثوق کے ساتھ اس اہم سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ " تمام لوگ مالک و خالق کے پیدا کردہ ہیں، نہ ہندو کہلانے والا رب العالمین کی نگاہوں میں قبول ہے نہ مسلمان کہلانے والا۔ اس قادر مطلق کی نظروں میں تو صرف وہی بڑا ہے، جس کے اعمال نیک اور چال چلن اونچا ہے، اور جو اس کی بندگی کرتا ہے۔[3]

---

[1] کوئل، بابا گرونانک دیوجی اور ان کی مقدس تعلیمات، ص:24

[2] Devinder Pal Singh, "*Inter faith dialogue, A Perspective from Sikhism*", (Institute of Sikh Studies, chandigarh, india), Vol:XXII, Oct 2020, P:6

[3] کوئل، بابا گرونانک دیوجی اور ان کی مقدس تعلیمات، ص:30

5. مذاہب یا بزرگوں کا احترام کرنا اور برا بھلا نہ کہنا:

گرو نانک دیو جی نے ہندوؤں، مسلمانوں، عیسائیوں یا بودھوں کے دھرم گرنتھوں یا ان کے بزرگوں کو کبھی برا نہیں کہا۔ نہ کسی کی نندا (تحقیر) کی، بلکہ وہ ہر ایک کو اس کے دین دھرم کی حقیقی راہ دکھایا کرتے تھے، انہوں کو خود کو کبھی بڑا یا افضل پیغمبر یا گرو قرار نہیں دیا۔[1]

> "The primary doctrines of Sikhism emphasize interfaith understanding, mutual respect, and harmony. Guru Nanak, the founder of Sikhism, proclaimed that the sharing of views and ideas should be a continuous process throughout one's life. The Sikh Gurus possessed a natural openness to other religions. They emphasized tolerance and particularly religious tolerance. To be a Sikh, one must respect all other religions."[2]

ترجمہ: سکھ مذہب کے بنیادی عقائد بین المذاہب افہام و تفہیم، باہمی احترام، اور ہم آہنگی پر زور دیتے ہیں۔ سکھ مذہب کے بانی گرو نانک نے اعلان کیا کہ خیالات اور نظریات کا اشتراک، پوری زندگی میں ایک مستقل عمل ہونا چاہیئے۔ سکھوں کے گروؤں کا دوسرے مذاہب کے لئے فطری طور پر کھلا پن تھا۔ انہوں نے رواداری اور خصوصاً مذہبی رواداری پر زور دیا۔ سکھ بننے کے لئے، دوسرے تمام مذاہب کا احترام کرنا چاہیئے۔

> Kazi Nurul Islam reports that "Sikhism is a religion which was founded on the principles of interfaith understanding, mutual respect, and harmony. From the very beginning, the leaders and the followers of this tradition preached the principles of interfaith respect, dialogue, and understanding. To be a Sikh it is mandatory that he/she must respect and accept all other religions of the world and at the same time must protect, guard, and allow the free practice of the customs and rituals of others. The Guru Granth Sahib teaches its followers to love all creation as God's own manifestation. Acceptance of all faiths and interfaith tolerance and understanding are basic to the teachings of Guru Granth Sahib."[3]

---

[1] کوئل، بابا گرو نانک دیو جی اور ان کی مقدس تعلیمات، ص:44

[2] Virk, *Inter faith dialogues, A Sikh Perspective*, ch#2, P :45

[3] Kazi Nurul Islam, "Guru Granth Sahib: A Model For Interfaith Understanding", (15 June 2011) https://www.sikhnet.com/news/guru-granth-sahib-model-interfaith-understanding Accessed: (8/4/2021)

ترجمہ: قاضی نور الاسلام کہتے ہیں کہ "سکھ مذہب ایک ایسا مذہب ہے جس کی بنیاد بین المذاہب افہام و تفہیم، باہمی احترام اور ہم آہنگی کے اصولوں پر رکھی گئی تھی۔ شروع ہی سے قائدین اور اس روایت کے پیروکار بین المذاہب احترام، مکالمہ اور تفہیم کے اصولوں کی تبلیغ کرتے تھے۔ سکھ بننے کے لئے یہ لازمی ہے کہ اسے دنیا کے دوسرے تمام مذاہب کا احترام کرنا چاہئے اور ساتھ ہی دوسروں کے رسم ورواج اور آزادانہ رواج کی حفاظت، اور ان کی اجازت دینا بھی ضروری ہے۔ گروگرنتھ صاحب اپنے پیروکاروں کو خدا کی ذات کے مطابق اپنی تمام مخلوق سے پیار کرنا سکھاتے ہیں۔ تمام عقائد کی قبولیت اور بین المذاہب رواداری اور تفہیم گروگرنتھ صاحب کی تعلیمات کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔"

6. ذات پات کی تمیز کا خاتمہ:

ذات پات کے امتیازات، خصوصاً چھوت چھات کی لعنت کے خلاف بابا گرونانک کا جہاد عہد جدید کی تحریک مساوات کا پیش خیمہ تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو اونچی ذات کا کہلانے والوں کے تکبر کی سخت مذمت کی ہے۔ آپ نے انسانیت پرستی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے آپ کو ہمیشہ ان لوگوں کے زیادہ قریب سمجھا۔ جن کو غریب یا نچلی ذات ہونے کا طعنہ دیا جاتا تھا۔[1]

ذات پات کا بلند اور پختہ قلعہ ہندوستان میں صدیوں سے چٹان کی مانند کھڑا تھا۔ اس پر گرو جی نے کامیاب حملہ کیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ مالک کائنات کے پاس تمام لوگ ایک جیسے ہیں۔ ذات پات اور اونچ نیچ کے جھگڑوں کے باعث سیاسی، سماجی، اقتصادی اور روحانی ترقی ممکن نہیں۔ لہذا اس ذات پات کی تمیز کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ انہوں نے لوگوں کو یہ ذہن نشین کروایا کہ میں ان ادنی لوگوں کے ساتھ ہوں، کیونکہ جو لوگ ادنی لوگوں سے محبت کرتے ہیں، ان کے احساس کمتری کا ان سے اچھا برتاؤ کر کے خاتمہ کرتے ہیں، ان پر پرماتما (خدا) کی نظر رحمت ہوتی ہے۔[2]

> "Sikh Gurus broke social ranks based on faith, caste, gender, or race. They envisioned God as a formless force running through the cosmos and beyond. The Sikh doctrines urge the adherents to follow the concept of fraternity, assuring the dignity of the individuals and the unity of the nations."[3]

---

[1] گوربچن سنگھ طالب، **گورونانک**، ص:12

[2] کوئل، **بابا گرونانک دیو جی اور ان کی مقدس تعلیمات**، ص:31

[3] Singh, "*Inter faith dialogue*, *A Perspective from Sikhism*", P:6

ترجمہ: سکھ گروؤں نے مذہب، ذات، جنس یا نسل پر مبنی معاشرتی درجات کو توڑا۔ انہوں نے خدا کا تصور کائنات اور اس کے باہر کے نظام کے طور پر پیش کیا۔ سکھ عقائد، پیروکاروں کو برادرانہ تصور کے مطابق چلنے کی تاکید کرتے ہیں، افراد کے وقار اور اقوام متحدہ کے اتحاد کو یقینی بناتے ہیں۔

7. مذہبی تعصب اور فرقہ پرستی کی بجائے قومی یکتائی کا درس:

گرونانک دیو جی نے زندگی بھر رواداری، مساوات، اتحاد اور اتفاق کا عملی پرچار کیا۔ وہ نہ صرف ہندوستان میں ہی قومی ایکتا کے علمبردار تھے، بلکہ جہاں بھی وہ بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے تشریف لے گئے، انہوں نے قومی ایکتا کا پرچار کیا۔

> "اس زمانہ میں مختلف فرقوں اور مذہبوں کے پیروکار آپس میں لڑ بھڑ رہے تھے۔ کوئی کسی کو کافر اور کوئی کسی کو وحشی، جنگلی کہہ کر پکارنے میں جہاں پیش پیش تھا وہاں باہمی نفرت، مذہبی تعصب اور فرقہ پرستی پھیلانے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر زور آزمائی میں ہمہ تن مصروف کار تھے۔ گرونانک دیو جی نے ان گمراہ لوگوں کو قومی یکتائی کی اہمیت سے جہاں روشناس کرایا وہاں پیار اور محبت سے رہنے کا درس دیا۔ انہوں نے علیحدہ علیحدہ مذہبوں، فرقوں اور ذاتوں کے لوگوں کو ایک جگہ مل کر بیٹھنے اور اتفاق واتحاد سے زندگی بسر کرنے کا سبق دیا۔ مسلمان اور ہندو اپنے ساتھ رکھ کر تعصب، کینہ اور نفرت کو دور کرنے کا حکم دیا، یہی وجہ ہے کہ ہندو مسلمان اور انگریز مورخوں نے انہیں ہندو اور مسلمانوں کو آپس میں ملانے والا پل قرار دیا ہے۔"[1]

گورونانک کی تعلیمات کا نکتہ امتیاز یہ ہے کہ سارے مذاہب میں باہمی رواداری قائم ہو اور انہوں نے ہر مذہب میں اخلاقی اور روحانی بیج بونے کو بنیادی اصول قرار دیا۔ وہ تنگ نظری اور ظاہری رسومات کی پابندی کے سخت خلاف تھے اور ان لوگوں کی ہمیشہ سرزنش کرتے تھے جو آپسی جھگڑوں کو ہوا دیتے تھے۔ انہوں نے کھوکھلی پارسائی کی سخت مذمت کی۔[2]

وہ مذہبی رواداری کے زبردست حامی تھے۔ انہی اوصاف کی وجہ سے انہیں جدید طرز فکر کا پیش رو کہا جاتا ہے۔

8. باہمی تعلقات کی توسیع اور اظہار:

بابا گرونانک نے کسی خاص جماعت کے حق میں آواز بلند نہیں کی اور نہ ہی اپنے غم وغصے کا اظہار کسی خاص طبقے کے لئے کیا بلکہ ان کی ہمدردی سبھی کے ساتھ تھی۔

> "Each man has certain affinity, so the relation should be face to face encounter on the basis of equality. To Guru Nanak,

---

[1] کوئل، **بابا گرونانک دیو جی اور ان کی مقدس تعلیمات**، ص:37

[2] گوربچن سنگھ طالب، **گورونانک**، ص:12

the whole ethical life of man is an expansion and expression of this inter-personal relationship. The meaningful relationship with others is not possible without the presence of the wholly other. Nevertheless, there is a dimension of meaning in which persons encounter one another. It is an ethical dimension that specifies or determines the religious character of man. This type of personal interaction with others is possible only in society."[1]

ترجمہ: ہر آدمی کا کچھ خاص تعلق ہوتا ہے، لہذا مساوات کی بنیاد پر اس کا رشتہ آمنے سامنے ہونا چاہئے۔ گرو نانک کے نزدیک، انسان کی ساری اخلاقی زندگی اس باہمی تعلقات کی توسیع اور اظہار ہے۔ دوسروں کے ساتھ بامقصد تعلقات مکمل طور پر دوسرے کی موجودگی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ بہر حال، معنی کی ایک جہت ہے جس میں افراد ایک دوسرے سے آمنے سامنے ہیں۔ یہ ایک اخلاقی جہت ہے جو انسان کے مذہبی کردار کو متعین کرتی ہے یا اس کا تعین کرتی ہے۔ دوسروں کے ساتھ اس نوع کی ذاتی تعامل معاشرے میں ہی ممکن ہے۔

9. اپنے عقیدے کے مطابق مذہبی فرائض کی مکمل آزادی:

گرو نانک جی کے تمام کارنامے قابل دید ہیں، انہوں نے یہ کارنامے اس لئے انجام دیے تاکہ لوگوں کو جہاں اصلیت سے روشناس کرایا جائے، وہاں ان کو یہ بھی ذہن نشین کرایا جائے کہ کوئی کسی کی عبادت کے ڈھنگ کو اگر اپناتا نہیں، یا کسی کے مذہبی عقیدہ کا قائل نہیں تو اس سے نفرت نہ کی جائے۔ اس پر زبردستی اپنا نظریہ ٹھونسا نہ جائے، اور امن وامان درہم برہم ہو کر نہ رہ جائے۔ ہر ایک کو اپنے اپنے عقیدہ سے مذہبی فرائض انجام لانے کی مکمل آزادی حاصل ہو، مذہب میں زور اور زبردستی کو دخل نہ ہو۔[2]

بابا صاحب نے کسی بھی مذہب کے پرستاروں کو یہ مشورہ کبھی نہیں دیا کہ وہ اپنے اصول دوسرے کسی مذہب کے بنیادی اصولوں میں مدغم کر دیں، اور نہ ہی انہوں نے مختلف مذاہب کا مرکب تیار کیا۔ انہوں نے لوگوں کو اپنے اپنے عقیدوں پر پابند رہنے کا مشورہ دیا اور تلقین کی کہ ایسی زندگی گزاریں جس سے امن و محبت اور انسان دوستی قائم کی جا سکے۔

10. حقوق کی حفاظت اور سماجی برابری:

جہاں گرو نانک دیو جی نے جابروں کے مظالموں کی برائی کی، ان کی من مانیوں اور مظالم کے خلاف احتجاج کیا، وہاں عوام کو اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنی عزت اور اپنے ناموس کی نگہداشت کے لئے یکجا ہونے کا حکم دیا۔

[1] Virk, *Inter faith dialogues, A Sikh Perspective*, ch#1, P : 35

[2] کوئل، **بابا گرونانک دیوجی اور ان کی مقدس تعلیمات**، ص:41

بابا گرو نانک نے اپنے پیروکاروں کو جو سبق دیا اس کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ "خدا کی عبادت میں زندگی گزارو، اپنے کردار کو پاک صاف رکھو، ظالموں کا مقابلہ اور اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ اگر ایسا نہیں کروگے تو ہمیشہ ان کے مظالم کا شکار بنتے رہو گے۔ بابا گورو نانک انصاف پرستی کے بھی قائل تھے اور ایسا سماج قائم کرنا چاہتے تھے جہاں انصاف کا بول بالا ہو۔ وہ سماجی نابرابری کے سخت خلاف تھے اور انہوں نے اپنی تعلیمات میں سماجی ناانصافی کی دل کھول کر مذمت کی۔ ان کی سرزنش سے کوئی نہ بچ سکا، چاہے وہ تخت نشین راجہ ہو یا اس کے لالچی اہلکار یا کارندے"۔[1]

11. دوسرے مذاہب کے عقائد اور طرز عمل سے واقفیت:

سکھ مذہب میں واضح تعلیم موجود ہے آپ دوسروں کے مذاہب کو سنیں ان کے بارے میں بات کریں اور سمجھیں۔

> "Guru Nanak states, 'So long as humans live in the world, they should listen and speak to others about the Divine Name because our stay in the world is transitory, so we should die to the self while alive."[2]

ترجمہ: گرونانک کا بیان ہے، 'جب تک انسان دنیا میں رہتے ہیں، انہیں دوسروں کے الوہی نام کے بارے میں سننا اور بات کرنا چاہئے کیونکہ ہمارا دنیا میں قیام عارضی ہے، لہذا ہمیں زندہ رہتے ہوئے نفس کو مارنا چاہئے۔

> "Craig Philips says: One of the beauties of Sikhism and indeed a feature relevant for interfaith work, is that it holds a clear idea of the religious other, something I find in common with my own Islamic faith. Just as the Qur'an speaks of Jews, Christians, and others, the sayings of Guru Nanak and passages of the Guru Granth Sahib speak of and to Muslims and Hindus."[3]

ترجمہ: کریگ فلپس کہتے ہیں کہ: "سکھ مذہب کی خوبصورتیوں میں سے ایک، اور واقعتاً، بین المذاہب کام کے لئے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں "دوسرے مذاہب" کے بارے میں واضح نظریہ موجود ہے، جسے میں اپنے اسلامی عقیدے کے ساتھ مشترک سمجھتا ہوں۔ جس طرح قرآن یہودیوں، عیسائیوں اور دوسروں کی بات کرتا ہے، اسی طرح گرونانک کے اقوال اور گروگرنتھ صاحب کے حوالہ جات مسلمانوں اور ہندوؤں کی بات کرتے ہیں۔"

---

[1] گوربچن سنگھ طالب، **گورونانک**، ص:12

[2] Virk, *Inter faith dialogues, A Sikh Perspective*, ch#1, P :25

[3] Craig Philips, "Building a Sikh Paradigm for Interfaith Work": Part 2, (19 August 2012)https://stateofformation.org/2012/08/building-a-sikh-paradigm-for-interfaith-work-part-2/ Accessed: (9/4/2021)

ان عبارات سے یہ بات واضح ہے کہ دوسرے مذاہب سے واقفیت لازمی تھی۔ سکھوں کا صحیفہ، ہندوؤں اور مسلمانوں کو بہتر بننے کی ترغیب دیتا ہے۔

سکھ مت کی بنی نوع انسان کے لئے فلاحی تعمیرات:

سکھ مت انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف سرگرمیاں کرتے ہیں جیسے (i) افراد کے حقوق کی حفاظت، (ii) لوگوں کی خوشی کی خواہشات کو فروغ دینا، (iii) فطرت کی حفاظت، (iv) متاثرین کے ساتھ اظہار یکجہتی، اور (v) امن اور انصاف کے لیے جدوجہد کرنا۔ سکھ مت کی بنی نوع انسان کے لئے بلا امتیاز مذہب و ملت چند فلاحی تعمیرات کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے۔

- **گرو کی مسیت:**

سکھوں کے چھٹے گرو ہر گوبند سنگھ نے جب 17 ویں صدی میں ہر گوبند پور بسایا تو شہر کے مسلمانوں کے لئے "گرو کی مسیت" مسجد بھی بنائی۔

"The history of the Sikhs reports a remarkable consistency in the pursuit of this ideal. It describes a consistent struggle, on their part, in defense of the right to free worship, for peoples of all faiths. Guru ki Maseet is a historical mosque that was constructed by Guru Hargobind, the sixth Sikh Guru, at the request of local Muslims of Sri Hargobindpur. Situated in Sri Hargobindpur town on the banks of River Beas, it is recognized, as a historical site, by UNESCO." [1]

ترجمہ: سکھوں کی تاریخ اپنی مثال کے حصول میں ایک مستقل مزاجی کی اطلاع دیتی ہے۔ اس میں ان کی طرف سے، تمام عقائد کے لوگوں کے لئے، مفت عبادت کے حق کے دفاع میں، ایک مستقل جدوجہد نظر آتی ہے۔ گرو کی مسیت ایک تاریخی مسجد ہے جسے سری ہری گوبند پور کے مقامی مسلمانوں کی درخواست پر چھٹے سکھ گرو، گرو ہری گوبند نے تعمیر کیا تھا۔ دریائے بیاس کے کنارے سری ہری گوبند پور قصبے میں واقع، یونیسکو کے ذریعہ، اسے ایک تاریخی مقام کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔

- **خالصہ ایڈ انٹر نیشنل:**

خالصہ سکھ مت کے پیروکاروں کا ایک اجتماعی وجود ہے جس کی بنیاد گرو گوبند سنگھ نے رکھی۔

"Khalsa Aid International is a UK-based humanitarian relief charity providing support around the world to victims of

---

1 https://www.sikhiwiki.org/index.php/Guru_ki_maseet Accessed: (4/5/2021)

natural and man-made disasters such as floods, earthquakes, famine and war. Their team is often one of the first on the scene to help distribute food, water, clothing, and medical and sanitation supplies. The charity was founded by Ravinder (Ravi) Singh, who was struck by the plight of the refugees in Kosovo in 1999."[1]

ترجمہ: خالصہ ایڈ انٹرنیشنل برطانیہ میں قائم انسانی امدادی خیراتی ادارہ ہے، سیلاب، زلزلے، قحط اور جنگ جیسی قدرتی اور انسان ساختہ آفات کے متاثرین کو پوری دنیا میں مدد فراہم کرتا ہے۔ کھانا، پانی، لباس، طبی امداد اور حفظان صحت سے متعلق سامان کی تقسیم میں مدد کرنے والی انکی ٹیم اکثر مناظر میں شامل ہوتی ہے۔ اس خیراتی ادارے کی بنیاد رویندر (روی) سنگھ نے رکھی تھی، جو 1999ء میں کوسوو میں مہاجرین کی حالت زار سے دوچار تھا۔

- **سکھ اتحاد تنظیم:**

وہ گروپ یا تنظیم جو سکھ شہری حقوق کا دفاع کرتا ہے، اس کا مقصد بھی سکھ تنظیموں کا اتحاد تھا۔

"The Sikh Coalition is a national organization based in New York with additional staff in California, Illinois, and Washington. Through the community, courtrooms, classrooms, and halls of Congress, we are working towards a world where Sikhs, and other religious minorities in America, may freely practice their faith without bias and discrimination."[2]

ترجمہ: سکھ اتحاد، نیویارک میں قائم کردہ ایک قومی تنظیم ہے جس کا عملہ کیلیفورنیا، الینوائے، اور واشنگٹن میں بھی موجود ہے۔ کمیونٹی، کمرہ عدالتوں، کلاس رومز اور کانگریس کے ہالوں کے ذریعہ، ہم ایک ایسی دنیا کی طرف کام کر رہے ہیں جہاں سکھ، اور امریکہ میں موجود دیگر مذہبی اقلیتیں، بلا تعصب، کسی تعصب اور امتیازی سلوک کے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہو سکتی ہیں۔

- **ورلڈ سکھ آرگنائزیشن آف کینیڈا:**

عالمی سکھ تنظیم یا ڈبلیو ایس او ایک غیر تجارتی تنظیم ہے جس کو عالمی طور پر سکھوں کے مفادات کے لئے قائم کیا گیا۔

"The World Sikh Organization of Canada (WSO) promotes and protects the interests of Sikhs in Canada and around the world and advocates for the protection of human rights for

[1] https://www.khalsaaid.org/about-us Accessed: (7/3/2021)
[2] https://www.sikhcoalition.org/about-us/mission-values/ Accessed: (5/14/2021)

all. They have been to the Supreme Court of Canada on numerous occasions to protect the rights of Sikhs and other faiths, to freely practice their religion. They uphold civil liberties, irrespective of an individual's background. They work in partnership with interfaith."[1]

ترجمہ: ورلڈ سکھ آرگنائزیشن آف کینیڈا(WSO) کینیڈا اور دنیا بھر میں سکھوں کے مفادات کو فروغ دیتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے اور سب کے لیے انسانی حقوق کے تحفظ کی وکالت کرتا ہے۔ وہ سکھوں اور دیگر مذاہب کے حقوق کے تحفظ، آزادانہ طور پر اپنے مذہب پر عمل کرنے کے لیے متعدد مواقع پر کینیڈا کی سپریم کورٹ جا چکے ہیں۔ وہ، قطع نظر کسی فرد کے پس منظر کے، شہری آزادی کو برقرار رکھتے ہیں۔ وہ بین المذاہب اشتراک سے کام کرتے ہیں۔

- **یونائیٹڈ سکھس تنظیم:**

"UNITED SIKHS began in 1999 when a group of Sikhs from the New York metropolitan area banded together to assist in the socio-economic development of immigrant communities in Queens, New York. Today, UNITED SIKHS is a grass-roots organization with chapters in America, Asia and Europe that pursue projects for the spiritual, social and economic empowerment of underprivileged and minority communities. Their mission is to transform, alleviate, educate and protect the lives of underprivileged, individuals and minority communities impacted by disasters, natural or man-made, suffering from hunger, illiteracy, diseases, or from violation of civil and human-rights into informed and vibrant members of society by fostering sustainable programs regardless of color, race, religion or creed. We at UNITED SIKHS believe that the development of enlightened and progressive societies can be made possible by socially conscious groups of people who make a commitment to develop and direct human potential."[2]

ترجمہ: یونائیٹڈ سکھس کا آغاز 1999 میں ہوا جب نیویارک میٹروپولیٹن ایریا کے سکھوں کے ایک گروپ نے مل کر نیویارک کے کوئنز میں تارکین وطن کمیونٹیز کی سماجی و اقتصادی ترقی میں مدد کی۔ آج، یونائیٹڈ سکھس ایک نچلی سطح کی تنظیم ہے جو امریکہ، ایشیا اور یورپ میں موجود ہیں جو پسماندہ اور اقلیتی برادریوں کو روحانی، سماجی اور

[1] https://www.worldsikh.org/ Accessed: (2/23/2021)
[2] https://unitedsikhs.org/about/ Accessed: (2/15/2021)

معاشی طور پر بااختیار بنانے کے منصوبوں پر عمل پیرا ہیں۔ ان کا مشن کمزور افراد اور اقلیتی برادریوں کی زندگیوں کو تبدیل کرنا، تعلیم دینا اور ان کی حفاظت کرنا ہے جو قدرتی یا انسان ساختہ، بھوک، ناخواندگی، بیماریوں سے متاثر، یا شہری اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے باخبر اور متحرک ممبروں میں تبدیل ہوتے ہیں۔ رنگ، نسل، مذہب یا مسلک سے قطع نظر پائیدار پروگراموں کو فروغ دے کر۔ ہم یونائیٹڈ سکھس میں یقین رکھتے ہیں کہ روشن خیال اور ترقی پسند معاشروں کی نشوونما ان لوگوں کے سماجی شعور والے گروہوں کے ذریعے ممکن ہو سکتی ہے جو انسانی صلاحیتوں کو ترقی دینے اور براہ راست کرنے کا عزم کرتے ہیں۔

باباگرونانک دیوجی مذہبی رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کی بہترین مثال تھے، ان کا شمار ان ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے انسانیت سے پیار، محبت اور اخوت و بھائی چارے کے پیغام کو عام کیا۔ جتنا سکھ اپنے مذہب سے محبت کرتے ہیں، سکھ مذہب اتنا ہی احترام اور زندگی کے دوسرے طریقوں اور عقائد کو قبول کرنے والا ہے۔ سکھ مذہب ایک غیر سکھ سے کہتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کے ضروری پیغام اور معنی کو دریافت کرے اور اس پر عمل کرے تاکہ ایک عیسائی بہتر عیسائی، یہودی بہتر یہودی، ہندو بہتر ہندو اور سکھ بہتر سکھ بن سکے۔ سکھوں کو سب کے ساتھ، ذات، رنگ یا مسلک کے فرق کے باوجود، اچھے تعلقات رکھنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

فصل سوم

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بین المذاہب تعلقات کی اہمیت اور اصول

اسلام تمام غیر مسلموں سے بھلائی کا حکم دیتا ہے، جس کی وجہ سے بین المذاہب تعلقات قائم کرنا ضروری ہے۔ اسلام اپنے تمام ماننے والوں کو بین المذاہب تعلقات کو فروغ دینے کی تلقین کرتا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں بین المذاہب تعلقات کی اہمیت

اسلام خود بھی امن و سلامتی کا دین ہے اور دوسروں کو بھی امن و عافیت کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام کے دینِ امن و سلامتی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بھیجے ہوئے دین کے لئے نام ہی "اسلام" پسند کیا ہے۔ اسلام اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے ہی امن ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ ادْخُلُواْ فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

مزید ایک جگہ پر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [2]

ترجمہ: اور تمہارے لئے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ))[3]

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کرم (ﷺ) نے فرمایا:' مسلمان (کامل) وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے شر) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور

[1] البقرۃ:208

[2] المائدہ:3

[3] ترمذی، ابوعیسی محمد بن سورہ بن شداد، **الجامع**، (بیروت، لبنان: دار الاحیاء التراث العربی، اپریل 1988ء)، کتاب الایمان عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی ان المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، ح:2627، 5/18

مومن (کامل) وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو محفوظ سمجھیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

" أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[1]

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے کے عیب چھپائے گا۔

چنانچہ دین اسلام سراسر امن و سلامتی کی تعلیم دیتا ہے گویا مسلمان صرف وہ شخص ہے جو تمام انسانیت کے لئے پیکر امن و سلامتی ہو۔ اسلام معاشرے میں رہنے والے تمام افراد، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور رنگ و نسل سے ہو، جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔ کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ بالعموم کسی بھی انسانی جان کو قتل کرے چاہے اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو، قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ﴾ [2]

ترجمہ: "جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد پھیلانے کے (بغیر ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔"

غیر مسلم شہری کے قتل کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا)) [3]

---

[1] بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (بیروت، لبنان: دار ابن کثیر الیمامہ، 1987ء)، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ، ح:2442، 862/2

[2] المائدہ:32

[3] بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الجزیۃ، باب اثم من قتل معاھدا بغیر جرم، ح:3166، 1155/3

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے کسی ذمی کو (ناحق) قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی راہ سے سونگھی جاسکتی ہے۔

اسی طرح غیر مسلموں کے بچوں کے قتل کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ بِتَقْوَى اللَّهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنْ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا فَقَالَ اغْزُوا بِسْمِ اللَّهِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ اغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تُمَثِّلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ بُرَيْدَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ-)) [1]

ترجمہ: "جب رسول اللہ ﷺ کسی لشکر پر امیر مقرر کرکے بھیجتے تو خاص طور سے اسے اپنے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی وصیت فرماتے، اور جو مسلمان اس کے ساتھ ہوتے انہیں بھلائی کی وصیت کرتے، چنانچہ آپ نے فرمایا: 'اللہ کے نام سے اس کے راستے میں جہاد کرو، جو کفر کرے اس سے لڑو، جہاد کرو، مگر مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، بدعہدی نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور نہ کسی بچے کو قتل کرو۔"

اسلام تمام مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ رواداری کا درس دیتا ہے اور اقلیتوں کے مال وجان اور مذہبی حقوق کا محافظ مذہب ہے۔ اور آئین پاکستان میں بھی تمام اقلیتوں کو اکثریت کے برابر حقوق دیئے گئے ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں بین المذاہب تعلقات کے اصول اور حقوق

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہیں، ان میں سے چند حقوق قابل غور ہیں۔

- **حق حفاظت**

سب سے پہلا حق جو اسلامی حکومت اور اسلامی ریاست کی طرف سے ان کو حاصل ہے وہ حق حفاظت ہے تاکہ وہ مکمل طور پر امن وسکون کی زندگی بسر کرسکیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر پوری انسانیت کو عزت، جان اور مال کا تحفظ فراہم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا﴾[2]

---

[1] ترمذی، **الجامع**، کتاب الدیات عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی النھی عن المثلۃ، ح:1408، 3/67

[2] ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، **السنن**، (بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1971ء)، کتاب المناسک، باب حجۃ رسول اللہ ﷺ، ح:3074، 4/30

ترجمہ: "تمہارے خون اور تمہارے مال ایک دوسرے کے لیے اس طرح قابل احترام ہیں جس طرح تمہارے اس شہر (مکہ) میں اس مہینے (ذوالحجہ) کا یہ (حج کا) دن۔"

- **ظلم وزیادتی کی ممانعت**

اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلموں کو ظلم وزیادتی سے تحفظ کی ضمانت دے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوْ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "خبردار! جس کسی نے کسی عہد والے (ذمی) پر ظلم کیا یا اس کی تنقیص کی (یعنی اس کے حق میں کمی کی) یا اس کی ہمیت سے بڑھ کے اسے کسی بات کا مکلف کیا یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لی تو قیامت کے روز میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔"

- **عدل وانصاف اور مساوات**

اسلام ان تمام حقوق میں جن کا تعلق ریاست کے نظم وضبط اور شہریوں کے بنیادی حقوق سے ہو، غیر مسلم اقلیتوں اور مسلمانوں کے درمیان عدل وانصاف اور مساوات قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔﴾ [2]

ترجمہ: "اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور اُن سے عدل وانصاف کا برتاؤ کرو، بیشک اللہ عدل وانصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"

- **مذہبی عبادات اور معاملات میں آزادی**

ذمّیوں کو اعتقادات وعبادات اور مذہبی مراسم وشعائر میں مکمل آزادی حاصل ہوگی، ان کے اعتقاد اور مذہبی معاملات سے تعرض نہیں کیا جائے گا، ان کے کنائس، گرجوں، مندروں اور عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کیا جائے گا۔

---

[1] ابوداؤد، **السنن**، کتاب الخراج والامارۃ والفیء، باب فی تعشیر اھل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارات، ح:3052، 4/170

[2] الممتحنۃ:60

حضور ﷺ جب یثرب تشریف لائے تو آپ ﷺ نے تمام یہودی قبائل کے ساتھ دوستی کے معاہدے کیے تاکہ یہاں کے سارے باشندے بلا امتیاز مذہب اور نسب امن و آشتی کی زندگی بسر کر سکیں۔ غزوہ خیبر میں حضور ﷺ نے ایک معاہدہ کیا جس کے نکات پیش خدمت ہیں:

1. اس معاہدہ میں شرکت کرنے والے ہر فریق کو مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔
2. ہر فرقہ اپنے مذہبی شعائر کو کسی روک ٹوک کے بغیر ادا کر سکے گا۔
3. ہر فرقہ کی عبادت گاہوں کا تحفظ کیا جائے گا۔
4. ان کی معاشی سرگرمیوں پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہو گی۔[1]

ان حکیمانہ انتظامات کے باعث اہل یثرب بڑی پر سکون زندگی بسر کرنے لگے۔

• ذمیوں کا قصاص

فوجداری اور دیوانی قانون و مقدمات مسلم اور ذمّی دونوں کے لیے یکساں اور مساوی ہیں۔ جو تعزیرات اور سزائیں مسلمانوں کے لیے ہیں، وہی غیر مسلموں کے لیے بھی ہیں۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمّی کو قتل کر دے، تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

حضورؐ کے زمانے میں ایک مسلمان نے ایک ذمّی کو قتل کر دیا، تو آپؐ نے اس کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

((أَنَا أَحَقُّ مَنْ أَوْفَى بِذِمَّتِهِ))[2]

ترجمہ: "میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ حق دار ہوں جو ایسا وعدہ وفا کرتے ہیں۔"

• باہمی میل جول اور سلام دعا

لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا، ملاقات کرنا، مل بیٹھنا، انسان کا ایک سماجی و معاشرتی حق ہے، لہذا اسلامی ریاست میں مقیم غیر مسلموں کو یہ حق بدرجہ اولی حاصل ہو گا۔ عہد نبوی میں مدینہ منورہ میں زیادہ تر یہودی اھل الذمہ ہی مقیم تھے، وہ مسلمانوں کی مجالس میں کھلے عام بیٹھتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ حِمَارًا، عَلَيْهِ إِكَافٌ تَحْتَهُ قَطِيفَةٌ فَدَكِيَّةٌ، وَأَرْدَفَ وَرَاءَهُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، وَهُوَ يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِي الحَارِثِ بْنِ الخَزْرَجِ، وَذَلِكَ قَبْلَ وَقْعَةِ

---

[1] الازہری، محمد کرم شاہ، **ضیاء النبی ﷺ**، ج:4، (لاہور، پاکستان، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1420ھ)، ص:214

[2] شافعی، محمد بن ادریس، **المسند**، (بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، 1983ء)، ص:343

بَدْرٍ، حَتَّى مَرَّ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَخْلاَطٌ مِنَ المسْلِمِينَ وَالمشْرِكِينَ عَبَدَةِ الأَوْثَانِ وَاليَهُودِ، وَفِيهِمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ، وَفِي المجْلِسِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ، فَلَمَّا غَشِيَتِ المجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ، خَمَّرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ، ثُمَّ قَالَ: لاَ تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَقَفَ، فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللَّهِ، وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ القُرْآنَ۔))[1]

ترجمہ: عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ مجھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر پالان بندھا ہوا تھا اور نیچے فدک کی بنی ہوئی ایک مخملی چادر بچھی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے پیچھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بٹھایا تھا۔ آپ بنی حارث بن خزرج میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔ یہ جنگ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس پر سے گزرے جس میں مسلمان بت پرست مشرک اور یہودی سب ہی شریک تھے۔ عبد اللہ بن ابی ابن سلول بھی ان میں تھا۔ مجلس میں عبد اللہ بن رواحہ بھی موجود تھے۔ جب مجلس پر سواری کا گرد پڑا تو عبد اللہ نے اپنی چادر سے اپنی ناک چھپالی اور کہا کہ ہمارے اوپر غبار نہ اڑاؤ۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور وہاں رک گئے اور اتر کر انہیں اللہ کی طرف بلایا اور ان کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کی"۔

• سماجی مراسم و تعلقات قائم کرنا

سماج یا انسانی معاشرے میں رہنا انسان کی ایک طبعی اور ناگزیر تمدنی ضرورت ہے اسی طرح اہل سماج سے سماجی مراسم اور تمدنی تعلقات قائم کرنا بھی انسان کی ایک فطری ضرورت ہے۔ اسی لئے اسلام نے اہل الذمہ کو اس بات کا حق اور اجازت دی ہے کہ وہ معاشرے میں اپنے ہم خیال لوگوں کے علاوہ مسلمانوں سے بھی سماجی مراسم اور تعلقات قائم کرسکتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ)) [2]

---

[1] بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاستئذان، باب التسلیم فی مجلس فیہ اخلاط من المسلمین والمشرکین، ح:6248، 5/924

[2] بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات، ح:1356، 1/181

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک یہودی لڑکا (عبد القدوس) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا' ایک دن وہ بیمار ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مزاج معلوم کرنے کے لیے تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ مسلمان ہو جا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا' باپ وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہتے ہیں مان لے۔ چنانچہ وہ بچہ اسلام لے آیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ نے فرمایا کہ شکر ہے اللہ پاک کا جس نے اس بچے کو جہنم سے بچالیا"۔

دور نبوی ﷺ میں اقلیتوں کے حقوق کا ایک خاکہ

غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ جس انداز میں عہد رسالت مآب ﷺ میں کیا گیا اس کی نظیر پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے دور میں غیر مسلموں کے جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت کا بہترین نظام موجود تھا جس کی چند مثالیں ذیل میں موجود ہیں۔

اہل نجران سے ہونے والا معاہدے میں حضور ﷺ نے یہ تحریری فرمان جاری کیا: "اللہ اور اس کے رسول ﷺ اہل نجران اور ان کے حلیفوں کے لئے ان کے خون، ان کی جانوں، ان کے مذہب، ان کی زمینوں، ان کے اموال، ان کے راہبوں اور پادریوں، ان کے موجود اور غیر موجود افراد، ان کے مویشیوں اور قافلوں اور ان کے استھان (مذہبی ٹھکانے) وغیرہ کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔ جس دین پر وہ ہیں اس سے ان کو نہ پھیرا جائے گا۔ ان کے حقوق اور ان کی عبادت گاہوں کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی، نہ کسی پادری کو، نہ کسی راہب کو، نہ کسی سردار کو اور نہ کسی عبادت گاہ کے خادم کو (خواہ اس کا عہدہ معمولی ہو یا بڑا) اس سے نہیں ہٹایا جائے گا، اور ان کو کوئی خوف و خطرہ نہ ہو گا۔"[1]

اسی طرح حضورؐ کے زمانے میں ایک مسلمان نے ایک ذمّی کو قتل کر دیا، تو آپؐ نے اس کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

((أَنَا أَحَقُّ مَنْ أَوْفَى بِذِمَّتِهِ)) [2]

ترجمہ: "میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ حق دار ہوں جو ایسا وعدہ وفا کرتے ہیں۔"

---

[1] ابو یوسف، **کتاب الخراج**، 78

[2] شافعی، محمد بن ادریس، **المسند**، (بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، 1983ء)، ص: 343

حضور ﷺ جب یثرب تشریف لائے تو آپ ﷺ نے تمام یہودی قبائل کے ساتھ دوستی کے معاہدے کیے تا کہ یہاں کے سارے باشندے بلا امتیاز مذہب اور نسب امن و آشتی کی زندگی بسر کر سکیں۔ غزوہ خیبر میں حضور ﷺ نے ایک معاہدہ کیا جس کے نکات پیش خدمت ہیں:

1. اس معاہدہ میں شرکت کرنے والے ہر فریق کو مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔
2. ہر فرقہ اپنے مذہبی شعائر کو کسی روک ٹوک کے بغیر ادا کر سکے گا۔
3. ہر فرقہ کی عبادت گاہوں کا تحفظ کیا جائے گا۔
4. ان کی معاشی سرگرمیوں پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہو گی۔[1]

"غیر مسلموں کے جو بیرونی وفود حضور ﷺ کی خدمت میں آتے ان کی حضور ﷺ خود مہمان نوازی کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حبشہ کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا تو آپ ﷺ نے ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ان کی مہمان نوازی اپنے ذمہ لی۔ اسی طرح نجران کے عیسائیوں کا وفد مدینہ آیا تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دی کہ وہ اپنی نماز اپنے طریقہ پر مسجد نبوی میں ادا کریں چنانچہ یہ حضرات مسجد نبوی کی ایک جانب مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے"۔[2]

دور نبوی ﷺ میں ان معاہدات، دستاویزات اور اعلانات سے اقلیتوں کے حقوق کا درج ذیل خاکہ سامنے آتا ہے:

1. "اسلامی حکومت کے تحت رہنے والی غیر مسلم رعایا کو مساوی قانونی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔
2. ان کے مذہب میں کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جا سکتا۔
3. ان کے اموال، جان اور عزت و آبرو کی حفاظت مسلمانوں ہی کی طرح اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔
4. اسلامی حکومت انہیں انتظامی امور کے عہدے، جس قدر وہ اہلیت و استحقاق رکھیں، تفویض کر سکتی ہے۔
5. اپنے مذہبی نمائندے اور عہدے دار وہ خود متعین کرنے کے مجاز ہوتے ہیں، ان کی عبادت گاہیں قابل احترام ہیں اور انہیں مکمل تحفظ حاصل ہے"۔[3]

غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ حضور ﷺ کے دور مبارک سے ہی ایک قانون بن گیا جو اسلامی مملکت میں جاری تھا اور جس پر بعد میں بھی عمل درآمد ہوتا رہا اور اب بھی یہ اسلامی دستور کا ایک حصہ ہے۔

[1] الازہری، محمد کرم شاہ، **ضیاء النبی ﷺ**، ج:4، (لاہور، پاکستان، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1420ھ)، ص:214

[2] ابو یوسف، **کتاب الخراج**، 78

[3] القادری، محمد طاہر، **دہشت گردی اور فتنہ خوارج**، (لاہور، منہاج القرآن پرنٹرز، 2010ء)، ص:210

عہد خلفائے راشدین میں غیر مسلموں کے حقوق

غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کا یہ اہتمام صرف پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

1. سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں غیر مسلم شہریوں کو مسلمانوں ہی کی طرح حقوق اور تحفظ حاصل تھا۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل حبشہ کو ملک شام کی طرف بھیجا تو ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا:

   "تم وہاں مساجد بھی تعمیر کروگے ہمیں نہیں معلوم، کہیں تم وہاں جاکر غافل نہ ہو جانا، میں تمہیں سختی سے دس باتوں کی تاکید کرتا ہوں ان کو اچھی طرح یاد رکھنا۔ کسی لاغر بوڑھے کو قتل نہ کرنا، نہ چھوٹے بچوں کو قتل کرنا، نہ ہی عورت کو، نہ کسی گھر کو ڈھانا، پھل دار درخت کو نہ کاٹنا، کسی مویشی کو بلاوجہ ذبح نہ کرناہاں مگر کھانے کے لئے، کھجور کے درخت کو نہ جلانا، جنگ میں کوتاہی نہ کرنا، بزدلی نہ دکھانا، مال غنیمت میں دھوکا نہ کرنا۔"[1]

2. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملکی حقوق کے لحاظ سے ذمیوں اور مسلمانوں میں کوئی تمیز نہ رکھی تھی، کوئی مسلمان اگر ذمی کو قتل کرتا تو بے دریغ اس کے قصاص میں قتل کر دیا جاتا تھا، ذمیوں سے جزیہ اور عشور کے سوا کسی قسم کا محصول نہ لیا جاتا تھا۔

   "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے داروغہ کو لکھ بھیجا کہ قرآن مجید کی یہ آیت (انما الصدقات للفقراء والمساکین) (صدقہ و خیرات فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں) اس میں فقراء کے لفظ سے مسلمان اور مساکین کے لفظ سے یہودی اور عیسائی مراد ہیں"۔[2]

3. سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ذمیوں کی غلطیوں سے بہت درگزر کرتے تھے، یہاں تک کہ اگر وہ کبھی جزیہ دینے سے عاجز رہتے تو آپ انہیں معاف کر دیتے۔

   "عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک گھر کے دروازے سے گزرے اس پر ایک بھکاری آواز لگا رہا تھا: بہت بوڑھا ہوں، اندھا ہوں، دکھائی نہیں دیتا۔ آپ نے پیچھے سے اس کے بازو پر مارا اور کہا تم یہودی ہو یا نصرانی؟ اس نے کہا: یہودی۔ آپ نے پوچھا: میں جو دیکھ رہا ہوں اس کام پر تم کو کس چیز نے مجبور کیا؟ اس نے کہا: میں جزیہ کی ادائیگی، ضرورت کی تکمیل اور بڑھاپے کی وجہ سے مانگ رہا ہوں۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے اور گھر سے کچھ دیا۔ پھر اسے بیت المال کے خازن کے پاس بھیجا اور کہا: اسے اور اس طرح کے جو دوسرے لوگ ہوں ان کا خیال رکھو۔ اللہ کی قسم یہ انصاف نہیں ہے کہ ہم اس کی جوانی کو کھالیں، پھر بڑھاپے

---

[1] ہندی، علامہ علاؤالدین علی متقی بن حسام الدین، **کنز العمال**، (کراچی: دار الاشاعت، 2009ء) 5/329

[2] نعمانی، علامہ شبلی، **الفاروق**، (کراچی، دار الاشاعت، 1991ء) ص:286

میں اسے رسوا کریں۔ اس کے بعد آپ نے اس سے اور اس طرح کے دوسرے لوگوں سے جزیہ معاف کر دیا۔ اور پھر اپنے تمام گورنروں کے نام اس معاملے میں یہی فرمان جاری کیا"۔[1]

4. سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ماتحت حکام کو غیر مسلم شہریوں سے حسن سلوک کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان پر ٹیکس عائد کرنے اور اس کی وصولی میں رعایت کے احکامات جاری فرمائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جاری کردہ غلام حضرت اسلم بیان کرتے ہیں:

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سپہ سالاروں کو خط لکھا کہ وہ غیر مسلم عورتوں اور بچوں پر ٹیکس نافذ نہ کریں۔"[2]

5. ایک دفعہ گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے ایک غیر مسلم کو ناحق سزا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب اس کی شکایت گئی تو انہوں نے سرعام گورنر مصر کے بیٹے کو اس غیر مسلم مصری سے سزا دلوائی اور ساتھ ہی حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے سے فرمایا:

((مُذکَم تَعَبَّدتُم النَّاسَ وَقَد وَلَدَتھُم أُمَّھَاتُھُم أَحرَارًا))[3]

ترجمہ: "تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا؟"

6. حضرت علی نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّمَا بَذَلُوا الْجِزْيَةَ لِتَكُونَ دِمَاؤُهُمْ كَدِمَائِنَا، وَأَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا))[4]

ترجمہ: "غیر مسلم شہری ٹیکس اس لئے ادا کرتے ہیں کہ ان کے خون ہمارے خون کی طرح اور ان کے مال ہمارے مال کی طرح محفوظ ہو جائیں۔"

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کا اس قدر اہتمام کیا گیا ہے کہ ان کے اموال کی حفاظت اسی طرح ضروری ہے جس طرح مسلمانوں کے اموال کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔

7. حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مسلمان کو پکڑ کر لایا گیا جس نے ایک غیر مسلم کو قتل کیا تھا۔ ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قصاص میں غیر مسلم کے بدلے میں اس مسلمان کو قتل کئے جانے کا حکم دیا۔ قاتل کے ورثاء نے مقتول کے بھائی کو خون بہا دے کر معاف کرنے پر راضی کر

---

[1] شمیم احمد خلیل، **سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے**، (مظفر گڑھ، دار الفرقان، س۔ن)، ص:186

[2] الصنعانی، عبد الرزاق، **المصنف عبد الرزاق**، (لاہور، مکتبہ قادریہ، 2006)، ح:10009، 6/85

[3] ھندی، **کنز العمال**، 2:455

[4] ابن قدامہ المقدسی، **المغنی**، (ریاض، دار عالم الکتب، 1997ء)، 9:181

لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے مقتول کے وارث کو فرمایا: "شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرا دھمکا کر یہ کہلوایا ہے۔" اس نے کہا: نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ قاتل کے قتل کیے جانے سے میرا بھائی تو واپس آنے سے رہا اور اب یہ مجھے اس کی دیت دے رہے ہیں جو پسماندگان کے لئے کسی حد تک کفایت کرے گی۔ اس لئے میں خود اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ کے معافی دے رہا ہوں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا تمہاری مرضی۔ تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔ لیکن بہر حال ہماری شریعت کا اصول یہی ہے کہ:

((مَنْ كَانَتْ لَهُ ذِمَّتُنَا فَدَمُهُ كَدَمِنَا وَدِيَتُهُ كَدِيَتِنَا))[1]

ترجمہ: "جو ہماری غیر مسلم رعایا میں سے ہے ان کا خون اور ہمارا خون برابر ہیں اور اس کی دیت بھی ہماری دیت کی طرح ہے۔"

8. حضرت علی نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا قَتَلَ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِيَّ قُتِلَ بِهِ))[2]

ترجمہ: "اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان (اس کے قصاص میں) قتل کیا جائے گا۔"

اسلامی تعلیمات (آیات قرآنی، احادیث مبارکہ اور اقوال صحابہ) کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی غیر مسلم شہری کو اس کے غیر مسلم ہونے کی بنا پر قتل کر دے یا اس کا مال لوٹے یا اس کی عزت پامال کرے کیونکہ اسلام غیر مسلموں کو ان کے جان، مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔

اسلام تمام مذاہب بلکہ تمام انسانیت سے حسن سلوک کی تلقین کرتا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء کرام اپنے اپنے ادوار میں اپنی امتوں کو اتحاد اور باہمی اخوت کا درس دیتے رہے ہیں۔ قرآن و سنت کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین کی بد سلوکیوں اور ظلم و تشدد کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے طرز عمل سے مذہبی ہم آہنگی کے ماحول کو فروغ دیا۔

---

[1] شافعی، **المسند**، ص:344

[2] شافعی، محمد بن ادریس، **کتاب الام**، (مصر، مکتبہ دار الوفاء، 1422ھ)، 320:7

خلاصہ باب:

اس باب میں سکھ مت کے بانی بابا گرونانک اور دس گروصاحبان کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اور ہر گرو کے دور میں پروان چڑھنے والی روایات بھی درجہ بہ درجہ بیان کی گئیں ہیں۔ نیز سکھ مت کی تعلیمات اور بنیادی عقائد شامل کئے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ سکھ مت میں بالخصوص بین المذاہب تعلقات کی اہمیت اور اصول بیان کیے گئے ہیں۔ جن میں بھائی چارہ، قومی یکجہتی، بلاامتیاز لوگوں کی امداد، مذاہب کا احترام، رواداری کا پرچار، باہمی تعلقات میں توسیع، سماجی برابری اور دوسرے مذاہب سے واقفیت اور آشنائی قابل ذکر ہیں۔ سکھ مت کی بنی نوح انسان کے لئے فلاحی تعمیرات کو بھی مختصراً شامل کیا گیا ہے۔

اس کے بعد اسلامی تعلیمات میں بین المذاہب تعلقات کی اہمیت اور اصول بیان کیے گئے ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل انداز میں بین المذاہب تعلقات کے اصول اور اسلامی ریاست میں موجود غیر مسلموں کے حقوق شامل کئے گئے ہیں۔ دور نبوی ﷺ اور عہد خلفائے راشدین میں غیر مسلموں کے حقوق کا خاکہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

باب دوم

مسلم۔ سکھ تعلقات کا تاریخی جائزہ

فصل اول: بابا گرو نانک کی اسلام اور مسلمانوں سے محبت و عقیدت

فصل دوم: مغل سلطنت کا سکھ گرو صاحبات سے ساتھ خوشگوار سلوک

فصل سوم: مغل سلطنت کے ساتھ سکھوں کی کشیدگی اور وجوہات

تمہید:

اس باب میں بابا گرونانک کے مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کو بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کو بیان کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ اللہ تعالی اور حضرت محمد ﷺ کے ساتھ بابا نانک صاحب کا تعلق بیان کیا جائے، اسی بات کے پیش نظر، سلمان صوفیاء اور آپ کے مسلمان احباب کے ساتھ تعلقات کو بیان کرنے سے قبل آپ کا تعلق ذات باری تعالی اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مسلم ممالک میں موجود بابا گرونانک صاحب کی جو یادگاریں موجود ہیں ان کا ذکر کیا گیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلم ممالک میں ان کے اسفار بھی تھے اور وہاں ان کی رہائش بھی رہی ہے۔

بابا گرو نانک کے اسلام اور مسلمانوں سے تعلق کو بیان کرنے کے بعد سکھوں کے پہلے چار گرو صاحبان (گوروانگد، گوروامر داس، گورورام داس، گوروارجن دیو) کے تعلقات بیان کیے گئے جو کہ تمام روایات میں بہت احسن رہے اور مغل حکمرانوں کے ساتھ ان کے بھائی چارے، امن و محبت اور رواداری کو بھی تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں، آخری گرو صاحبان (گروارجن دیو، گروہر گوبند، گروہر رائے، گروہر کرشن، گرو تیغ بہادر، گرو گوبند سنگھ) کے ساتھ اچھے تعلقات اور بعض وجوہات کی بنا پر کشیدہ تعلقات کو بیان کیا گیا ہے اور ہندوؤں کی چالوں اور کشیدہ تعلقات کی وجوہات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز مغل حکومت کے بعد برطانوی راج میں مسلم-سکھ تعلقات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

فصل اول

باباگرونانک کی اسلام اور مسلمانوں سے محبت

مسلمان شروع ہی سے باباگرونانک صاحب کی عزت کرتے اور آپ سے محبت رکھتے چلے آرہے ہیں، مسلمانوں کے دلوں میں باباصاحب کے متعلق اس محبت کا اصل سبب وہ پیار تھا جو باباصاحب کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں تھا۔ اور دوسرا سبب باباگرونانک کا توحید کے ساتھ ان کا اٹوٹ تعلق تھا۔ پس اس طبعی اصول کے مطابق بابانانک صاحب کے متعلق مسلمانوں کے دلوں میں بھی پیار اور عزت پیدا ہوئی۔

باباگرونانک اور ذات باری تعالی

گرونانک اسلام کے فلسفہ توحید سے نہایت متاثر تھے اور بت پرستی سے نفرت کرتے تھے۔ گروگرنتھ میں اس کا اظہار ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

"صاحب میرا ایکو ہے ایکو ہے بھائی ایکو ہے آپے مارے آپے چھوڑے آپ لیو، دیئے آپے دیکھے، وگے آپ نذر کریے، جو کچھ کرناسو کر رہیااور نہ کرنا، جائی جیسادرتے تیئو کہیے سب تیری وڈیائی۔"[1]

ترجمہ: "میرا مالک ایک ہے، ہاں ہاں بھائی وہ ایک ہے وہی مارنے اور زندہ کرنے والا ہے، وہی دے کر خوش ہوتا ہے، وہی جس پر چاہتا ہے اپنے فضلوں کی بارش کر دیتا ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے بغیر کوئی اور نہیں کر سکتا جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے ہم وہی بیان کرتے ہیں، ہر چیز اس کی حمد بپا کر رہی ہے۔"

باباگرونانک اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ

گرونانک پیغمبر اسلام کو اپنا راہبر سمجھتے تھے اور ان کی تعلیمات پر بھی یہی اسلامی رنگ ہے۔ باباگرونانک حضرت بانی اسلام ﷺ کی تعلیمات اور اسلام سے بے حد متاثر تھے اور انہوں نے اپنے آپ کو اس رنگ میں پورے طور پر رنگین کر لیا تھا۔ آپ حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر کامل اعتماد رکھتے تھے۔ یہ حقیقت بھی نہایت دلچسپ اور ایمان افروز ہے کہ گرونانک نے ایک کلیہ کے تحت حروف ابجد سے یہ ثابت کیا کہ کائنات کی ہر چیز حضرت محمد ﷺ کے نور سے منور ہے۔ اس حقیقت کو باباگرونانک نے یوں ثابت کیا ہے کہ

[1] S.Gurbachan Singh bedi, *Sri Guru Granth Sahib*, (Canada) P:1603

"نام لیو جس اکھر دا اس نوں کر یو چو گنا دو ہور ملا کے پنج گنا کا ٹو بیس کٹا باقی بچے سو نو گن کر دو ہور ملا نا نکا ہر اس اکھر وچو نام محمد آیا"[1]

الغرض کسی بھی نام کے حروف گن کر اس فارمولہ کو عمل میں لایا جائے تو یقینا آخر میں اعداد 92 ہی آئیں گے اور حضرت محمد ﷺ کے اعداد 92 ہی ہیں۔

بابا گرو نانک کی مسلمان صوفیاء سے عقیدت و محبت

صوفیائے اسلام کی صحبت میں رہ کر بابا گرو نانک نے ہندو عقائد جیسے بت پرستی کے متعلق عقائد ترک کر دیے اور انہوں نے اعلان کیا تھا کہ خدا ایک ہے۔ گرو نانک نے ہندوستان، سری لنکا، ایران اور عرب کے چار سفر کیے اور چالیس سال تک ان ممالک کے مقدس مقامات کی زیارت میں مشغول رہے۔ چند مسلمان صوفیاء سے بابا گرو نانک کی محبت اور عقیدت کا ذکر کیا جارہا ہے۔

1. علامہ محمد اقبالؒ:

شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے گرو نانک جی کے جنم پر گرو جی کو خراج عقیدت ان الفاظ سے پیش کیا اور اس کا عنوان بھی "نانک" رکھا۔

قوم نے پیغامِ گوتم کی ذرا پروا نہ کی
قدر پہچانی نہ اپنے گوہرِ یک دانہ کی
آہ! بد قسمت رہے آوازِ حق سے بے خبر
غافل اپنے پھل کی شیرینی سے ہوتا ہے شجر
آشکار اُس نے کِیا جو زندگی کا راز تھا
ہند کو لیکن خیالی فلسفے پر ناز تھا
شمعِ حق سے جو منّور ہو یہ وہ محفل نہ تھی
بارشِ رحمت ہوئی لیکن زمیں قابل نہ تھی

[1] امجد، گرو نانک جی اور تاریخ سکھ مت، ص:41

- ان اشعار کا عام فہم مطلب کچھ یوں ہے کہ، "کوئی نام لو، اس کے حروف کی تعداد نکالو، پھر اس تعداد کو چار سے ضرب دو، اس میں دو جمع کرو، جمع شدہ رقم کو پانچ سے ضرب دو، اب حاصل ضرب کو بیس سے تقسیم کرو، جو باقی بچے اسے نو سے ضرب دو، اب حاصل ضرب میں دو جمع کرو، جواب ہمیشہ بانوے آئے گا، جو محمد ﷺ کے اعداد ہیں"۔

نوٹ: مسلمان ان اعداد کو درست نہیں سمجھتے۔

آہ! شُودر کے لیے ہندوستاں غم خانہ ہے
دردِ انسانی سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے
برہَمن سرشار ہے اب تک مئے پندار میں
شمعِ گوتم جل رہی ہے محفلِ اغیار میں
بُت کدہ پھر بعد مُدّت کے مگر روشن ہُوا
نُورِ ابراہیمؑ سے آزر کا گھر روشن ہُوا
پھر اُٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے[1]

علامہ اقبال کی اس نظم میں گرونانک جی کو انسانِ کامل کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے جو کہ قابل غور ہے۔ اقبال کی یہ نظم "نانک" بانگ درا میں شامل ہے۔ اس نظم میں علامہ اقبال نے سکھ مت کے بانی گرونانک کی خدمت میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ کیونکہ گورونانک بھی ایک خدا کو ماننے والے تھے اور انہوں نے ساری زندگی توحید کی تبلیغ و اشاعت میں گزار دی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ گورونانک مسلمان تھے اور ان کے اسلام پر انکا کرتا، جسے سکھ "چولا صاحب" کہتے ہیں آج بھی گواہی دے رہا ہے۔ علامہ اقبال نے گوتم بدھ سے اس نظم کا آغاز کیا جس کے پیغام کا خلاصہ یہ تھا کہ انسان کو ایسی پاکیزہ زندگی بسر کرنی چاہیے کہ کسی کو اس کی ذات سے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے، اور ہندو دھرم نے گوتم بدھ کے پیغام کو رد کر دیا۔ افسوس ہندو قوم میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔ لیکن صدیوں بعد ہندوستان میں پھر ایک شخص پیدا ہوا جس نے توحید کا علم بلند کیا اور ہندوؤں کو خواب غفلت سے جگایا۔ یہاں علامہ اقبال کا اشارہ بابا گرونانک کی طرف ہے۔

2. بابا گرونانک اور خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ:

اجودھن چشتیہ سلسلے کے بزرگ خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا بابا گرونانک دیو پر انتہائی اثر ہوا کیونکہ بابا گرونانک، شیخ فرید الدین عطار کی پندرہویں پشت میں ان کے ایک پوتے شیخ ابراہیم فرید چشتی کے مرید ہوئے اور مسلمان صوفیاء کا بابا نانک دیو کی زندگی پر گہرا اثر ہوا۔ بابا فرید کی شاعری گروگرنتھ میں بھی موجود ہے۔

فریدا بے نماز کتیا ایہہ نہ بھلی ریت

[1] محمد اقبال، **کلیات اقبات اردو (بانگ درا)**، (لاہور، کلیات اکادمی، 2018ء)، ص:269

کبھی چل نہ آیا　　　　پنج وقت مسیت

اٹھ فرید انماز ساج　　　　صبح نماز گزار

جو سر سائیں نہ نیویں　　　　سو سر کپ اتار

جو سر سائیں نہ نیویں　　　　سو سر کیجئے کائیں

کنے ہیٹھ جلایئے　　　　بالن سنڈرے تھائیں[1]

ترجمہ: اے فرید بے نمازی کتا ہے، یہ طریقہ غلط ہے، تو کبھی پانچ وقت مسجد میں چل کر نہ آیا، اے فرید اٹھ وضو کر، صبح نماز گزار، جو سر اللہ کے سامنے نہ جھکے، اس سر کو کاٹ دیں، جو سر اللہ کے سامنے نہ جھکے، وہ سر بیکار ہے، ایسے سر کو چولہے میں ہنڈیا کے نیچے ایندھن کے طور پر استعمال کرو۔

3. ملتان کے مشائخ:

شیخ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی کے آستانہ پر وہ ایک مدت رہے اور حضرت شاہ شمس سبز واریؒ کے مزار پر چلہ کشی بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں وہ مشائخ ملتان کی صحبت میں بھی رہے۔

"سکھ مورخین نے باباصاحب کا ملتان جانا بیان کیا ہے، ایک بار باباصاحب ملتان پہنچے تو وہاں کے کئی پیر آپ کے پاس ایک پیالہ دودھ کا اپنے ساتھ لائے اور آپ کے آگے آزمائش کے لئے رکھ دیا۔ باباصاحب نے اس میں بتاشے ڈالے اور پھول رکھ کر وہ پیالہ ان کو واپس کر دیا انہوں نے باباصاحب کو یہ کہا تھا کہ ملتان اس دودھ سے بھرے ہوئے پیالہ کی طرح پہلے ہی پیروں اور فقیروں سے بھرپور ہے آپ کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے، باباصاحب نے ان کو بتاشے اور پھول ڈال کر جواب دیا کہ ہم کسی کے راستے میں روک نہ بنیں گے بلکہ دودھ میں کھانڈ اور پھول کی طرح رہیں گے۔ اس جواب سے ملتان کے پیر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے دل و جان سے آپ کی عزت کی۔ ملتان کے مسلمانوں نے باباصاحب کی ایک یادگار بھی قائم کی جو ان کے دلی جذبات کی آئینہ دار ہے۔ اور وہاں ایک پنجہ کا نشان تھا۔ جو بھائی ویر سنگھ جی کے بقول مسلمانوں نے اکالی سکھوں کے خوف سے کہ وہ کہیں اس تمام جگہ پر بھی قبضہ نہ جمالیں، مٹادیا۔"[2]

مختلف مسلمان علماء اور مشائخ کے باباگرونانک سے اچھے تعلقات اور ان کے احوال بیان کیے جاتے ہیں۔

4. شیخ فرید ثانی:

شیخ فرید ثانی جن کو سکھ لٹریچر میں شیخ برہم کا نام بھی دیا گیا ہے، ان کو باباصاحب کے ساتھ بہت محبت اور خلوص تھا، آپ کی کئی بار باباصاحب سے ملاقات ہوئی، ایک بار جب شیخ برہم باباصاحب سے ملے تو بڑی محبت سے کہا:

---

[1] Bedi, *Sri Guru Granth Sahib*, (Canada) P:4894

[2] احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، ص:44

"بھائی صاحب! آیئے آج خدا ہم پر مہربان ہوا ہوا ہے جو آپ کا دیدار ہوا ہے، تو دونوں نے اٹھ کر ایک دوسرے کی دست بوسی کی اور بیٹھ گئے۔"[1]

دونوں بزرگوں کا آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھوں کا بوسہ دینا بہت محبت پرور نظارہ ہے۔ جناب بابا صاحب کا مسلمانوں سے پیار اور محبت قابل دید تھا، شیخ فرید دس سال تک گرو صاحب کے ساتھ مل کر لوگوں کو اللہ کا راستہ بتاتے رہے۔

5. پیر جلال:

باباصاحب ایک بار پیر جلال دین صاحب کو ملے، پیر صاحب نے باباصاحب کو ایک بزرگ یقین کر کے آپ کی عزت کی اور باباصاحب پیر صاحب موصوف کو نیک و پاک صاف سمجھ کر ان کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آئے، پیر صاحب نے کہا کہ:

" ایسے خدا رسیدہ فقیروں کا دیدار خدا کا دیدار ہے چلو ملاقات کریں، پیر صاحب آئے اور بابا صاحب نے انہیں نیک اور پاک سمجھتے ہوئے اٹھ کر ان کے ساتھ دست پنجہ لیا۔"[2]

یہی عزت اور پیار ان کو مسلمانوں کے قریب لے آیا۔

6. میر سید حسن:

میر سید حسن صاحب تلونڈی کے رہنے والے مسلمان بزرگ تھے، آپ کے دل میں بابا نانک صاحب کی بے حد محبت تھی، میر سید حسن اسی علاقہ میں پیر مانے جاتے تھے اور مہتہ کالو کے گھر کے پاس رہتے تھے، انہوں نے ہی بابا نانک کو دینی اور دنیاوی علم پڑھایا اور بڑے بڑے راہ حق کے بھید بتا دیئے۔[3]

بابا گرو نانک کے سلسلہ میں صرف انہی کی ذات تک مسلمانوں سے پیار اور محبت محدود نہیں رہا بلکہ یہ رواداری دس گرو صاحبان بلکہ آج کے سکھوں میں بھی موجود ہے۔

بابا گرو نانک اور چند مسلمان شخصیات

بابا گرو نانک کے بے شمار مسلمان دوست تھے جن کے ساتھ وہ اپنا وقت گزارتے اور انہی کے ساتھ اسفار کرتے، یہاں تک کہ چلہ کشی اور کیرتن (قوالی) جیسے معاملات میں بھی ان کو شامل کرتے۔ تفصیل ذیل میں درج ہے:

[1] بھائی بالا، **جنم ساکھی بالا**، (پنجابی پستک بھنڈار، دہلی، 1597ء)، ص:101

[2] گیان سنگھ گیانی، **تواریخ گرو خالصہ**، (وزیر ہند پریس، امرتسر، 1913ء)، ص:431

[3] احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، ص:43

1. بھائی مردانہ:

بھائی مردانہ جو کہ ایک مسلمان تھا ہمیشہ کے لئے گرونانک صاحب کی خدمت سے وابستہ رہا اور سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا، اس نے اپنی ساری عمر بابا صاحب کی خدمت میں گزار دی۔ بھائی مردانہ بابا صاحب پر فدا تھا اس کی اسی محبت اور پیار کو سامنے رکھ کر بابا صاحب نے اسے بھائی کا رتبہ دیا۔ چھوت چھات کے خیال سے دور رہتے ہوئے تمام معاملات، یہاں تک کہ کھانے پینے میں بھی بھائی مردانہ کو اپنے ساتھ شامل کرتے۔

گرونانک صاحب کا معمول تھا کہ وہ صبح سویرے اٹھ کر اپنے بچپن کے ساتھی مردانہ (جو رباب بہت اچھی بجاتا تھا) کے ساتھ شہر کے پاس بین ندی کے کنارے پہنچ جاتے تھے۔ ندی میں غسل کرنے کے بعد گرونانک ندی کنارے بیٹھ جاتے اور دن چڑھنے تک خدا کی حمد و ثناء اپنے اشعار "کیرتن" (سماع مع مزامیر) کی شکل میں کرتے رہتے تھے۔ جبکہ مردانہ اپنے رباب کی موسیقی سے ان کا ساتھ دیتا تھا۔ اسی طرح شام کو بھی روزمرہ کے معمولات سے فراغت پا کر رات گئے تک یاد الٰہی کی محفل جمتی، جن میں اکثر کچھ دوسرے عقیدت مند بھی شامل ہو جاتے تھے۔[1]

جب بابا صاحب کے اس بچپن کے ساتھی کا انتقال ہوا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنے ساتھی کو دفن کیا۔ اور تجہیز و تکفین بھی خود ہی کی۔

2. رائے بولار:

رائے بولار ایک بھٹی راجپوت مسلمان تھا تلونڈی کے ارد گرد کا سارا علاقہ اس کی جاگیر تھا۔ بابا صاحب کے والد مہتہ کالو جی اس کے نائب تھے اور اس کی ساری زمین کے منتظم تھے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ یہ مسلمان سردار رائے بولار بابا صاحب کے ساتھ ہمیشہ دلی محبت اور احترام کے ساتھ پیش آتا تھا۔ ایک دفعہ بابا صاحب کے والد نے انہیں کچھ رقم لین دین کی غرض سے دی آپ نے وہ رقم بھوکے فقیروں کو کھانا کھلانے میں صرف کر دی، آپ کے والد کو بہت غصہ آیا۔ جب رائے بولار تک یہ خبر پہنچی تو اس نے آپ کے والد کو بلا کر کہا کہ: "جب میں نے تمہیں حکم دے رکھا ہے کہ جو کچھ نانک خرچ کریں وہ تم میرے خزانے سے لے لیا کرو لیکن اس کو کچھ نہ کہا کرو، پھر تو کیوں نانک پر ناراض ہوتے ہو، کیا کہوں! تو نانک کا باپ ہے ورنہ ابھی تجھے سزا دوں۔[2]"

---

[1] احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، ص:46

[2] گیانی، **تواریخ گرو خالصہ**، ص:63

رائے بولار کے دل میں بابا صاحب کے لئے بہت پیار تھا، بابا صاحب جب بھی دور دراز کے سفروں سے تلونڈی آتے تورائے بولار آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔

رائے بولار کی طرف سے جاگیریں اور مراعات (اعزازات):

رائے بولار نے سکھوں کو نذرانے کے طور پر بہت سی جاگیریں اور مراعات پیش کی تھیں جن کی تفصیل موجود ہے:

- "رائے بولار نے "نانک سر" نام کا ایک تالاب بنوادیا یہ تالاب آج بھی ننکانہ صاحب میں موجود ہے۔
- ننکانہ صاحب میں ایک مشہور گرودوارہ ہے، اسکی 120 مربع گز زمین 31 روپے سالانہ جاگیر رائے بولار کی طرف سے ہے۔
- گرودوارہ مال جی صاحب بھی ننکانہ میں ہے اس کے ساتھ رائے بولار کے وقت سے 190 مربعے زمین اور پچاس روپے سالانہ جاگیر ہے۔
- گرودوارہ کیارہ صاحب کے ساتھ 45 مربع زمین رائے بولار کے وقت سے چلی آرہی ہے۔"[1]

3. نواب دولت خاں لودھی:

نواب دولت خاں لودھی سلطان پور کے نواب تھے، اور نانک صاحب سے از حد محبت رکھتے تھے۔ بابا صاحب نے ان نواب صاحب کی ملازمت اختیار کرلی تھی اور مودی خانہ کے انچارج مقرر ہوئے۔ آپ جو کچھ کماتے وہ سب غریبوں میں تقسیم کر دیتے۔ اسی بات کی حسد میں کچھ لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ بابا صاحب نواب دولت خاں کا خزانہ لٹا رہے ہیں۔ جب نواب کو اس بارے میں پتہ چلا تو اس نے منشی کو حساب کی پڑتال کے لئے مقرر کیا اس نے دوبار پڑتال کی لیکن دونوں بار بابا صاحب کی رقم مودی خانہ کی طرف نکلی۔ آخر بابا نانک صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ یہ کام چھوڑ کر پیغام الہی لوگوں تک پہنچائیں جب نواب صاحب کو علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ "اے نانک!، میری بدقسمتی ہے کہ تیرے جیسا میرا اہلکار فقیر ہو گیا ہے۔"[2]

نواب صاحب نے باباجی کی سفارش پر کئی لوگوں کو اپنے پاس نوکر رکھ لیا۔

4. نواب فیض طلب خاں:

[1] بھائی بالا، **جنم ساکھی بالا**، ص:35

[2] احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، ص:33

نواب فیض بخش خاں یا نواب فیض طلب خان جونا گڑھ کے نواب تھے، جو بابا صاحب سے بے حد محبت اور عقیدت رکھنے والوں میں سے تھے۔ 1470ء چیت کے مہینے میں آپ جونا گڑھ وارد ہوئے، نواب فیض طلب خاں نے بابا صاحب کا کلام سنا اور خوش ہو کر آپ کی کھڑاؤں (لکڑی کی جوتی) کو جو آج تک قلعہ کے پاس دھمسالہ میں رکھی ہوئی ہیں، بطور یاد گار رکھ لیا، اس کی پوجا نانک شاہی فقیر کرتے ہیں، رسد نواب صاحب دیتے ہیں۔[1]

اس نواب نے گاؤں اور شہر میں لنگر جاری کر رکھے ہیں۔

باباگرونانک کی مسلم ممالک میں یادگاریں اور جاگیریں

باباگرونانک کی مسلمانوں کے ساتھ محبت اور عقیدت کا ثبوت اس بات سے واضح ہے کہ مسلم ممالک میں بے شمار مقامات پر باباگرونانک جی کی یادگاریں موجود ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

- "بغداد میں گرو جی کی ایک یادگار کو پاکستانی تاجر حسین شریف نے نئے سرے سے تعمیر کروایا، اس سے قبل اس کی تعمیر میں کاظم پاشا نے دلچسپی لی تھی۔ جو 1317ء میں قائم ہوئی تھی۔
- افغانستان میں زیارت شاہ ولی بابا نانک صاحب کے نام کا ایک مقام ہے جو بابا صاحب کی ایک یادگار ہے، جو قندھار سے جنوب مغرب کی طرف پچیس تیس میل دور آٹھ مربع فٹ کا ایک چبوترہ ہے۔ وہاں کا مجاور بھی ایک مسلمان ہے جو کسی بھی شخص کو بغیر نہائے اندر نہیں جانے دیتا۔
- جلال آباد (افغانستان) میں گرونانک جی کا ایک یادگار چشمہ ہے جو وہاں کی حکومت کے قبضہ میں ہے، بیساکھی کے دن وہاں دیوان (مجموعہ اشعار) کیا جاتا ہے، حکومت کے بہت سے افسر سکھوں کی دلجوئی کے لئے اس دیوان اور جلوس میں شامل ہوتے ہیں اور حکومت کی طرف سے اس دیوان کے لئے امداد بھی ملتی ہے۔
- جنوبی ہند، دکن میں گرو جی کی ایک یادگار "نانک جھیرا" کے نام سے مسلمانوں نے قائم کی ہے، اس کے ساتھ ریاست حیدر آباد کی طرف سے بھی ایک جاگیر لگادی گئی تھی۔
- ملتان میں مسلمانوں نے گرونانک جی کی ایک یادگار بنائی تھی وہاں ایک پنجہ کا نشان تھا جو کہ اب موجود نہیں ہے۔
- سرسہ ضلع حصار میں بھی ایک استھان ایک پریمی مسلمان نے گرونانک جی کی یاد میں تعمیر کروایا تھا۔ یہاں پر نانک صاحب نے شیخ فرید ثانی شمس الدین اور خواجہ روشن دین کے ساتھ چلہ کشی کی تھی، یہ یادگار باباجی کے اسی چلہ کی ہے۔

[1] گیانی، **تواریخ گرو خالصہ**، ص: 293

- گرو جی کی یاد میں ایک اور استھان (مقدس مقام) جس کو گرودوارہ "نگاہا صاحب" کہا جاتا ہے، مسلمانوں نے تعمیر کروایا ہوا ہے۔
- بالا کوٹ میں بھی گرو جی کی یاد میں ایک استھان وہاں کے مسلمانوں نے تعمیر کرایا تھا۔
- ایمن آباد، ضلع گوجرانوالہ میں گرو جی کی ایک یادگار "روڑی صاحب" ہے اس کی تعمیر محمد شاہ غازی نے کروائی تھی۔
- حسن ابدال میں حضرت حسن کے ساتھ باباجی کے اچھے تعلقات تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت حسن صاحب نے پہاڑی سے ایک پتھر باباجی کی طرف پھینکا اور گرو جی نے وہ پتھر اپنے پنجے سے روکا، اس پنجے کا نشان پتھر پر پڑ گیا۔ یہی پنجہ صاحب کی وجہ تسمیہ بیان کی جاتی ہے۔ اس کے اندر جو حوض اور بارہ دری وغیرہ ہے اس کی تعمیر خواجہ شمس الدین نے کروائی تھی۔
- سُچاسودا، شیخوپورہ سے 15 کلومیٹر مغرب کی جانب فاروق آباد کے قریب 3 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں بابا گرو نانک آرام فرمایا کرتے تھے۔ بابانانک کے والد نے جب انہیں بیس روپے دے کر روانہ کیا تو انہوں نے وہ رقم وہاں کے لوگوں میں صرف کر دی، والد کے پوچھنے پر کہنے لگے کہ میں نے وہ سودا کیا ہے کہ جس کا منافع اگلے جہان میں ملے گا۔ وہ جگہ جہاں نانک نے بھوکے فقیروں کو کھانا کھلایا تھا سُچاسودا کے نام سے مشہور ہوا۔ یہاں موجود استھان 1826ء سے 1832ء کے درمیانی عرصہ میں تعمیر ہوا تھا۔
- گرودوارہ پیر صاحب کے مہنت (تکیہ دار جوگی) کے نام محمد شاہ بادشاہ نے یہ لکھ دیا تھا کہ اسے شاہی خزانہ سے دو آنے روزانہ دیے جایا کریں۔ ایک اور روایت کے مطابق ہو دواری بیر صاحب والے مقام پر ایک صفی مسلمان اللہ دتہ رہا کرتے تھے، ندی کی طرف جاتے ہوئے گرو جی روزانہ اس فقیر سے مل کے جایا کرتے تھے، ایک دن اس صوفی اللہ دتہ شاہ صاحب نے گرو صاحب سے کہا کہ میں اپنے مہمان کی اب مزید خدمت نہیں کر سکتا، اس لئے اب میں اپنا مکان ہی آپ کو پیش کرتا ہوں۔
- جب شہنشاہ اورنگ زیب آسام کی مہم فتح کر کے واپس آیا تو راجہ بشن سنگھ کے کہنے پر اس کی فوج کے تمام سپاہیوں نے مٹی کی پانچ پانچ ٹوکریاں گرو نانک جی کی یادگار کے بنانے میں ڈالی تھی"۔[1]

---

[1] امجد، **گرونانک جی اور تاریخ سکھ مت**، ص:30

مسلمانوں نے گرونانک جی کی جتنی جاگیریں بنوائی تھی ان کی شکلیں عموما مساجد کی مانند ہیں، جہاں جہاں گرو جی مسلم ممالک میں گئے وہاں باباجی کے مکان مساجد کی شکل میں بنے ہوئے ہیں اور انہیں ولی ہند کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بابا گرونانک صاحب اور مسلمانوں کا آپس میں بہت گہرا پیار اور محبت تھا۔ کئی جگہ کے ہندوؤں نے گرو صاحب کے مسلمانوں کے ساتھ گہرے میل جول کو برا منایا لیکن بابا صاحب نے اس کی بھی پرواہ نہ کی۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے آپ کے ساتھ دل وجان سے پیار کیا اور اپنے دلوں میں عزت دی۔ یہ محبت اور احترام ملک اور زمانہ سے نکل کر تمام دنیا کے مسلم ممالک میں اب تک چلا آرہا ہے۔ گرونانک صاحب کی یادگاروں کا مسلمانوں کے ہاتھوں قائم ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمان آپ کو اپنا بزرگ سمجھتے ہیں۔

فصل دوم

مغل سلطنت کا سکھ گرو صاحبان کے ساتھ خوشگوار سلوک

مغل سلطنت کے اوائل میں جو بات سکھ سلسلے اور مغل حکمرانوں کے بارے میں تاریخ کا واضح ریکارڈ ہے وہ یہ کہ ہر مغل بادشاہ نے اپنے معاصر سکھ گرو صاحبان کا حد درجہ احترام روا رکھا ہے، انہیں جاگیریں ہبہ کی گئیں، اور انہیں اہل باطن اور ایک سلسلے کے روحانی پیشوا سا سلوک اور رویہ میسر رہا۔ جس کا بدیہی ثبوت، سکھ سلسلے کا بھارت میں مقدس ترین شہر امرتسر ہے، جو مغل اعظم اکبر کے عطیے کا گاؤں ہے۔ ذیل میں مغل سلطنت کے اوائل میں مسلم۔ سکھ تعلقات کو بیان کیا جارہا ہے:

پہلے پانچ گرو صاحبان اور معاصر مغل شہنشاہوں کے مابین باہمی احترام و رواداری کا یہ سلسلہ بدستور چلتا رہا ہے، البتہ اس پورے مغل عہد اور باقی آخری پانچ گرو صاحبان کا دور، باہمی غلط فہمیوں، بلکہ قتل تک کے اقدام و الزام کی آندھیوں کا شکار ہو گیا۔

ایک ہندو مورخ سر جادوناتھ سرکار نے بیان کیا ہے کہ:

> "From Nanak to Arjun the 5th Guru, their saintly lives won the reverence of Mughal emperors and they had no quarrel with Islam or the state."[1]

جدید مورخ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ سکھ سلسلے کے پہلے پانچ گرو صاحبان روحانی رہنما تھے، اور ان کے اپنے معاصر، مغل حکمرانوں کے ساتھ تعلقات بڑے خوشگوار تھے۔

> "During the period between Guru Nanak and Guru Arjun, there was no conflict between the Sikhs and the Mughal Rulers."[2]

گیانی لال سنگھ جی نے لکھا ہے کہ

> "بھارت میں سکھ دھرم اور مغلیہ سلطنت کا آغاز بیک وقت ہوا، مغلیہ سلطنت کے بانی اور سکھ دھرم کے بانی، دونوں ہم عصر ہیں۔ تین پشتیں مغلوں کی اور چار پشتیں گروؤں کے مابین کبھی کوئی براہ راست ٹکراؤ نہیں ہوا۔"[3]

---

[1] Sir Jadonath Sarkar, *History of Awrang Zaib,* (Karachi: south Asian publishers, 1981), p: 327

[2] Jaswinder Singh Kang, "Shahada Deh Sartaj Guru Arjun Dev", Monthly Zee Premiere, U.K. (June 2000), p:50

[3] گیانی لال سنگھ، **سکھ قانون**، (امرتسر: س۔ن)، ص:19

تاریخ کے تجزیہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں نے گروصاحبان کا احترام ہر حال میں روا رکھا ہے، بلکہ متاخر سکھ گروصاحبان کی مغل دربار سے آویزش میں بھی سکھ گروصاحبان کی معاونت اور حمایت کی ہے۔ گذشتہ پانچ سو برس کی مسلم-سکھ تاریخ میں سے تین سو برس گروگوبند سنگھ جی 1694ء تک کا عرصہ، مسلمانوں اور سکھ گروصاحبان اور انکے سلسلے میں پیار، محبت، احترام، رواداری اور معاونت و تعاون سے بھرپور نظر آتا ہے۔

باباگرونانک کے مسلمانوں سے تعلقات:

سکھ سلسلے کے بانی باباگرونانک اور برعظیم پاک وہند میں مغل سلطنت کے بانی ظہیرالدین بابر دونوں ہم عصر ہیں، ان کی باہمی ملاقات بھی ایمن آباد (ضلع گوجرانوالہ) میں ہوئی، باباگرونانک نے بابر کو سات پشتوں تک کی حکمرانی اور کامرانی کی دعا دی تھی، بابر بادشاہ نے جتنا عرصہ حکومت کی اس نے باباصاحب کی پوری پوری عزت کی۔ جب وہ مرنے کے قریب تھا تو اس نے اپنے بیٹے ہمایوں کو بھی وصیت کی کہ اے بیٹا! بھارت میں کئی مختلف مذاہب کے پیرو بستے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ اس نے بھارت کی حکومت تمہیں بخشی ہے۔ تیرے لئے لازم ہے کہ تو مذہبی تعصب سے ہمیشہ بچتا رہے۔ اور ایسا انصاف کرنا کہ بادشاہ رعایا پر اور رعایا بادشاہ پر خوش رہے، اسلام کی ترقی احسان سے زیادہ ہوگی۔[1]

اس لئے یہ کہنا تاریخی حقیقت کی واضح نشاندہی ہے کہ برعظیم میں سکھ سلسلہ کا طلوع اور مغل سلطنت کا آغاز ایک ساتھ ہوا ہے۔ عجب اتفاق ہے کہ یہ دعا تاریخی شہادت کے ساتھ، منظوری کا مرحلہ طے کر گئی ہے اور برعظیم پر بابر کی سات پشتوں ہی نے حکمرانی کی ہے۔

گروانگد کے مسلمانوں سے تعلقات:

شہنشاہ بابر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ہمایوں بھارت کا بادشاہ بنا اور سکھوں کے اصول کے مطابق باباصاحب کی وفات کے بعد گروانگد صاحب ان کے جانشین ہوئے جو کہ دوسرے گرو تھے۔

ہمایوں کو بادشاہ بنے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ شیر شاہ سوری نے اس کو شکست دے کر دہلی کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ جب ہمایوں کابل کی طرف جانے لگا تو اس کے ماموں مرزا قاسم بیگ نے کہا کہ گرونانک صاحب نے بابر کو سات پشتوں تک بادشاہت کی دعا دی تھی ان کے گدی نشین گروصاحب سے مل کر معلوم کرنا چاہیے کہ "یہ کیا بات ہے آپ کی بادشاہت کیوں جاتی رہی؟" اس پر ہمایوں گروانگد صاحب کے پاس آیا اس وقت گروصاحب مراقبہ میں تھے انہوں نے توجہ نہ دی، ہمایوں کو بہت برا لگا اس نے گروصاحب پر تلوار کھینچ لی لیکن اتنے میں گروصاحب مراقبہ

[1] احمد، سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ، ص:37

سے بیدار ہو گئے اور کہا کہ " تو نے یہ شمشیر شیر شاہ سوری پر کیوں نہ اٹھائی وہاں پیٹھ دکھا کر آئے اور یہاں پیروں فقیروں پر تلوار کی بہادری دکھانا چاہتے ہو؟" بادشاہ شرمندہ ہوا اور معافی مانگی۔ گرو صاحب نے فرمایا کہ "چند سال بعد تم ہندوستان کے بادشاہ بن جاؤ گے بلکہ ایسی حالت میں تمہارے گھر ایک شہزادہ[1] پیدا ہو گا جو تمام افغانستان اور ہندوستان پر حکومت کرے گا"۔[2]

ایک مدت کے بعد گرو صاحب کا قول پورا ہو گیا، ہمایوں بادشاہ کا دوبارہ بھارت پر حکومت کرنا اور مغلوں کی بادشاہی گرو صاحب کی دعا کا نتیجہ تھا۔

گرو امر داس کے مسلمانوں سے تعلقات:

ہمایوں کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اکبر بادشاہ بنا۔ اس کے عہد حکومت میں تین سکھ گرو صاحبان (گرو امر داس، گرو رام داس، گرو ارجن) ہوئے ہیں۔ اس کی وفات گرو ارجن کے وقت میں ہوئی۔

ایک دفعہ ہندوؤں نے مل کر گرو امر داس صاحب کے خلاف شہنشاہ اکبر کے پاس یہ دعوی دائر کیا کہ گرو صاحب نے ان کا سارا دھرم تبدیل کر دیا ہے ان کا مناسب انتظام کیا جائے ورنہ بعد میں بڑی مشکل ہو گی۔ اکبر بادشاہ نے ان کی درخواست سن کر یہ حکم دیا کہ جب تک دوسرے فریق کی باتیں نہ سنی جائیں اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے گرو صاحب کی طرف شاہی فرمان بھیجا کہ " آپ کے خلاف ہندوؤں نے شکایت کی ہے کہ آپ نے ان کا مذہب بگاڑ دیا ہے اس لئے آپ خود یا اپنا کوئی نمائندہ بھیج کر اس کا جواب دیں۔" اس فرمان کے پہنچتے ہی گرو صاحب نے ایک مرید سری جیٹھا جی (جو کہ بعد میں آپ کے جانشین مقرر ہوئے اور گرو امر داس کہلائے) کو اپنا نمائندہ بنا کر روانہ کیا۔ بادشاہ نے ساری بات سن کر یہ فیصلہ کیا کہ " میں کسی کے مذہب میں دخل نہیں دیتا اور مجھے خود بھی ان کے خیالات بہت پسند ہیں"، یہ فیصلہ سن کر وہ سب ہندو شرمندہ ہو گئے۔ اسی طرح ایک دفعہ گرو امر داس صاحب تیرتھوں کی طرف جا رہے تھے کہ ایک جگہ پر ٹیکس وصول کرنے والوں نے آپ اور آپ کے ساتھیوں کو روک لیا اور کہنے لگے کہ " ٹیکس وصول کرنے کے بغیر آپ کو آگے نہیں جانے دیا جائے گا"، گرو صاحب نے کہا کہ "ہم تو فقیر لوگ ہیں ٹیکس ادا نہیں کر سکتے۔" جب یہ بات شہنشاہ اکبر تک پہنچی تو اس نے محصول کی معافی کا حکم صادر فرمایا اور ٹھیکیداروں کو کہہ دیا کہ "گرو امر داس صاحب اور ان کے ساتھیوں سے کسی قسم کا ٹیکس نہ لیا جائے"۔[3]

---

[1] وہ شہزادہ ہمایوں کا بیٹا اکبر تھا، اس کے دور حکومت میں اکبر کی سلطنت بنگال سے افغانستان تک اور کشمیر سے دکن میں دریائے گوداوری تک پھیل گئی۔

[2] گیانی، **تواریخ گرو خالصہ**، ص:360

[3] **ایضاً**، ص:70

اکبر بادشاہ نے گرورام داس کی ہمیشہ بہت عزت و تکریم کی۔ اور اپنے دور میں سکھ گرو صاحبان کے حقوق کی حفاظت کی۔

گرورام داس کے مسلمانوں سے تعلقات:

گرورامداس صاحب سکھوں کے چوتھے گرو ہوئے۔ آپ کو گروامر داس صاحب نے گدی دی تھی۔ آپ کا پہلا نام جیٹھا تھا آپ گروامر داس صاحب کے داماد تھے۔

اکبر بادشاہ ان کے ساتھ بھی بہت اچھا سلوک روا رکھتا اکثر ان کے پاس جاتا اور نذر پیش کرتا۔ اکبر بڑا انصاف پسند اور صلح پسند بادشاہ تھا۔ اپنی رعایا کے ساتھ یکساں سلوک کرتا تھا اور اس کے سامنے ہندو مسلمان کا کوئی فرق نہ تھا۔ اکبر کی بادشاہت میں ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل تھی اور ہر ایک شخص اپنے خیالات آزادی سے ظاہر کر سکتا تھا۔ ہمایوں کے بیٹے جلال الدین اکبر نے اپنے دور حکومت میں گرونانک کے گھرانے سے بہت محبت ظاہر کی۔ [1]

اکبر بادشاہ سے پہلے بھی چاہے تمام اسلامی بادشاہوں کے تعلقات گرو صاحبان سے اچھے تھے لیکن اس بادشاہ نے اپنے حسن اخلاق سے سکھوں کے ساتھ اسلام کا جو ربط اور رشتہ قائم کیا وہ کبھی ٹوٹنے والا نہیں تھا۔

گروارجن دیو کے مسلمانوں سے تعلقات:

دربار صاحب امرتسر کا سنگ بنیاد رکھنے کی رسم اور واقعہ سکھ سلسلے کے پانچویں گرو (گرورامداس صاحب کے چھوٹے بیٹے) ارجن دیو کے ارادے کا اعجاز تھا، جس نے اپنے زمانہ کے ایک معاصر مسلمان فقیر حضرت میاں میرؒ کو اس کار خیر کے لائق جانا اور انہیں لاہور سے امرتسر آنے کی استدعا کی جس پر حضرت میاں میرؒ نے نہ صرف امرتسر جاکر دربار صاحب کا سنگ بنیاد رکھا بلکہ اپنے خلیفہ اور فقیر کو وہاں پر تعینات بھی کیا، جس کی جگہ کا مقام و نشان آج بھی امرتسر میں موجود ہے۔[2]

سکھ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ گروارجن جی کا بڑا بھائی پرتھی چند جو بعض مورخین کے مطابق گرو ارجن جی کی دوسری والدہ کے بطن سے تھا، گرو صاحب کا جانی دشمن تھا، کیونکہ وہ گرورام داس کا بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے خود کو گوریائی کا اصل حقدار خیال کرتا تھا، اس کے نزدیک گروارجن کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خود کو گرو کہلائے۔

---

[1] احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، ص:72

[2] ایضاً، ص:98

گرو ارجن نے اپنے بھائی کو خوش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، پر تھی چند کو مراعات بھی دینے کی کوشش کی لیکن اس کی حسد کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی، وہ گرو ارجن کو گدی سے ہٹا کو سکھوں کا گرو بننا چاہتا تھا۔ اسے جہانگیر کے بعض درباریوں تک بھی رسائی حاصل تھی اور وہ ان سے مل کر گرو صاحب کے خلاف ریشہ دوانیوں (شرارت) میں مصروف رہتا تھا۔ پر تھی چند نے ایک بار جہانگیر کے دربار میں گرو ارجن کے خلاف یہ دعوی بھی کیا تھا کہ میں گرو رام داس جی کا بڑا بیٹا ہوں، اس لئے باپ کی گدی پر بیٹھنا میرا حق ہے لیکن میرے چھوٹے بھائی گرو ارجن نے اس پر زبردستی قبضہ جمالیا ہے، اسے بے دخل کر کے مجھے گدی دلائی جائے اور میری دادرسی کی جائے، لیکن جہانگیر نے اس کا یہ دعوی خارج کر دیا اور فیصلہ میں لکھا کہ "چونکہ گرو رام داس خود گرو ارجن کو گدی دے کر گئے ہیں اس میں انہیں بے دخل کرنے کا مجاز نہیں ہوں اور نہ ہی میری حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ گرو ارجن کو اس گدی سے محروم کر دے۔ اور اب وہاں (گرو ارجن دیو کے پاس) نہ جانا، ہم سے ایک گاؤں لے لو اور اپنی مرضی کے مطابق جس طرح چاہو گاؤں بسالو"۔[1]

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر ہمیشہ ہی گرو ارجن صاحب کے حقوق کی حفاظت کرتا رہا۔ اگر اس کے دربار میں گرو صاحب کا کوئی مخالف کبھی خبر لے کر آتا تو وہ ہمیشہ عدل وانصاف کو سامنے رکھتا تھا اس کے دل میں گرو گھر کی بہت عزت تھی۔

اکبر بادشاہ کے دور میں گرو گرنتھ صاحب:

جب گرو ارجن صاحب نے گرو گرنتھ صاحب کی جلد تیار کی تو کئی لوگوں نے شہنشاہ کے پاس یہ شکایت کی کہ گرو ارجن صاحب نے ایک ایسی کتاب تیار کی ہے جس میں اسلام اور دوسرے مذاہب کی بہت ہتک (بے عزتی) کی گئی ہے۔ جب اس شکایت کی بنا پر اکبر بادشاہ نے گرو گرنتھ صاحب سنا تو پہلے یہ شعر سامنے آیا:

خاک نور کردنگ عالم دنیائے
آسمان زمین درخت آب پیدائش خدائے
بندے چشم دیدنگ فنائے
دنیا مردار خوردنی غافل ہوائے
گیبان جیوان حرام کستنی مردار بکھورائے
دل قبض قبضائے قادر ودوجک سجائے
ولی نعامت برادر دربار ملک خانائے

---

[1] ابوالامان امر تسری، **سکھ مسلم تاریخ، حقیقت کے آئینے میں**، (لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1958ء)، ص:7

جب اجرائیل بستنی تب چکارے بدائے

حوال معلوم کر دنگ پاک الاہ

یگو نانک ارداس پیش در دیس بندہ[1]

"خدا نے خاک کو نور کر دیا ہے اور آسمان، زمین اور دنیا کا عالم درخت پانی سب خدا کی پیدائش ہے، اے بندے! یہ سب چشم زدن (لمحہ) میں غبار ہونے والا ہے اور دنیا مردار کھانے والی ہے اور غافل ہے، حیوان چھپا کر حرام کھاتے ہیں اور قادر ان کا دل قبض کرے گا اور دوزخ کی سزا دے گا، ولی، نعمتیں، برادری، دربار، ملکیت، اور خان بہادریاں عزرائیل کے سامنے کسی کام کی نہیں رہیں گی، اللہ پاک سب کا حال معلوم کرتا ہے۔ نانک! کسی درویش کے آگے ارداس (درخواست) کر۔"

جب یہ شعر اکبر بادشاہ نے سنا تو چندو لال، جو کہ اکبر کا وزیر تھا، نے کہا کہ یہ الفاظ آپ کو سنانے کے لئے سکھوں نے پہلے ہی چن رکھے ہیں، بادشاہ نے کچھ اوراق الٹ کر پڑھنے کا حکم دیا جب وہاں سے پڑھا تو یہ شعر سامنے آیا:

اللہ اگم خدائی بندے

چھوڑ خیال دنیا کے دھندے

ہوئے پہ خال فقیر مسافر

ایہہ درویش قبول درا

سگل جان کرہو مودی فا

بد عمل چھوڑ کرہو ہتھ کو جا

خدائے ایک بوجھ دیوہ بانگاں بر گو بر خوردار گھرا

حق حلال بکھور ہو کھاناں

دل دریاؤ دھوؤ میلاناں

پیر پچھانے بھستی سوئی اجرائیل نہ دوج ٹھہرا

مسلمان موم دل ہووے

انتر کی مل دل تے دھووے

[1] گورو گرنتھ صاحب، تلنگ محلہ، ص:723

دنیارنگ نہ آوے نیڑے جیو کسم پاٹ گھیو پاک ہرا[1]

"اے خدا کے بندے! دنیا کے معاملات کا خیال چھوڑ دو، مسافر فقیروں کے پیروں کی خاک ہو جانے والا درویش در گاہ میں قبولیت پاتا ہے، ساری دنیا اس (خدا) کی پیدائش سمجھو، بد عمل کو چھوڑ وضو کرو، ایک خدا کو جان کر آواز دو پھر تم ٹھیک برخودار بن جاؤ گے، حق حلال کا کھانا کھاؤ، دل کی میل اتار دو۔ مولا کے نام سے جو پیر کو پہچان لے گا، وہ بہشت کا حق دار ہو گا۔ اسے عزرائیل دوزخ میں نہیں لے جائے گا، مسلمان وہ ہے جس کا دل موم کی طرح نرم ہے اور اندرونی میل دل سے اتار دے اس کے نزدیک دنیا کا رنگ نہیں آنا چاہیے جس طرح پھول اور گھی کا برتن پاک ہوتا ہے اسی طرح مسلمان کو بھی پاک ہونا چاہیے۔"

اس پر چغل خوروں نے یہ کہا کہ اس شعر میں بت پرستی کی تعریف کی گئی ہے۔ بادشاہ نے پھر ورق الٹا کر پڑھنے کا حکم دیا، اور شعر پڑھوایا، وہ شعر یہ تھا:

گھر میں ٹھاکر ندر نہ آوے
گل میں پاہن لے لٹکاوے
بھرمے بھولا ساکت پھرتا
جس پاہن کو ٹھاکر کہتا
اہ پاہن لے اس کو لے ڈوبتا
گنہگار لون حرامی
پاہن ناو نہ پار گرامی
گور مل نانک ٹھاکر جاتا
جل تھل مہیل پورن بڑھاتا[2]

"اس کو دل میں خدا نظر نہیں آتا، وہ گلے میں پتھر لٹکائے پھرتا ہے، دنیادار یا منافق وساوس میں بھول کر گھومتا پھرتا ہے جو کہ پتھر کو خدا کہتا ہے۔ وہی پتھر اس کو لے ڈوبتا ہے وہ نمک حرام اور گنہگار ہے، پتھر کی کشتی پار نہیں اتار سکتی، نانک جی فرماتے ہیں: گرو کو مل کر اصلی خدا کو پہچان لیا جاتا ہے جو خشکی اور تری میں سمایا ہوا ہے اور قادر مطلق ہے۔"

---

[1] گورو گرنتھ صاحب، مارو محلہ، ص: 1083

[2] **گورو گرنتھ صاحب**، راگ سوہی 7، ص: 738

جب بادشاہ نے یہ شعر سنا تو اسے یقین ہو گیا کہ گرنتھ صاحب کے متعلق شکایت جھوٹی ہے۔ اس نے 51 مہریں گرو گرنتھ صاحب کی نذر کیں اور گرو صاحب کے لئے نہایت قیمتی خلعت (لباس) دیکر بابا بڈھا جی اور بھائی گرو داس جی کو بڑی عزت کے ساتھ واپس روانہ کیا۔

شہنشاہ اکبر کی طرف سے جاگیریں اور مراعات:

اکبر بادشاہ کی طرف سے گورو صاحبان کو دی جانے والی جاگیروں اور مراعات کی تفصیل کچھ یوں بیان کی جاتی ہے:

1. اکبر بادشاہ گرو امر داس صاحب کی زیارت کے لئے آئے اور چوراسی (84) گاؤں بطور جاگیر گرو صاحب کی نذر کیے۔ جو کہ سکھ مسلم اتحاد کی ایک نہ مٹنے والی یادگار ہے۔
2. گوئندوال میں زیر تعمیر باؤلی (سیڑھی والا کنواں) کے لئے اکبر بادشاہ نے اپنے کاریگر بھیجے اور اس باولی کے ساتھ جاگیر بھی لگائی تھی جو مبلغ 1155 روپیہ سالانہ ہے۔
3. گرو دوارہ سن صاحب گرو امر داس صاحب کی ایک یادگار ہے اس کے ساتھ ایک مسلمان راجپوت چوہدری سمند خاں نے چوراسی ایکڑ نہری زمین لگادی اور 28 روپے سالانہ جاگیر اور 125 بیگھے زمین سارے گاؤں کی طرف سے ہے۔
4. اکبر بادشاہ کابل سے واپسی پر گرو رامداس صاحب کو ملا آپ کے درشن کیے اور ایک سو مہریں آپ کے نذر کیں۔
5. اکبر بادشاہ نے سلطان ونڈ، تنگ، گمٹالہ وغیرہ گاؤں کی زمین امر تسر کے نام لگا کر معافی کا پٹہ لکھ دیا مزید بہت سی نقدی اور خلعت وغیرہ گرو رامداس صاحب کو نذر دی۔
6. اکبر نے ہندوؤں سے جزیہ اور تیرتھ کا ٹیکس لینا بند کر دیا تھا اور ہندوؤں کے لئے "دھرم پور" اور مسلمانوں کے لئے "خیر پور" آشرم (رفاہی قیام گاہیں) بنائے تھے جہاں پر انہیں آرام، رہائش اور کھانا ملتا تھا۔
7. اکبر بادشاہ نے گرو ارجن صاحب کو کرتار پور دھرمسالہ کے لئے بہت سی زمین دی۔ اور گرو صاحب کی سفارش پر دس سال زمین کے مالیہ میں بہت رعایت کر دی۔[1]

پہلے پانچ گورو صاحبان سے اچھے تعلقات کی وجوہات:

بابا گرو نانک سے گورو ارجن تک مسلمانوں کے ساتھ اچھے تعلقات کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

---

[1] احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، ص:68

1. بابا گرو نانک سے لے کر پانچویں گرو ارجن تک تمام گرو صاحبان سراسر اہل باطن تھے جو روحانیت فرماتے تھے، اور ان گرو صاحبان کا سیاست یا حکومت سے کوئی سروکار نہ تھا۔
2. مغل شہنشاہ سکھ گرو صاحبان کی چوکھٹ تک خود چل کر آتے رہے، نذر اور نذرانے تک پیش کرتے رہے اور دعائیں لیتے رہے۔
3. سکھ گورو صاحبان اور مغل بادشاہوں کا آپس میں باہمی تعاون تھا جس کی وجہ سے ان میں نفرت اور تضاد نے جنم نہیں لیا۔
4. مغل بادشاہوں کے دور میں پہلے پانچ گورو صاحبان کی زیادہ توجہ اپنے مذہب کی تبلیغ پر مرکوز تھی، سیاست سے متعلقہ سازشیں اور اختلافات نہیں تھے۔
5. مغل حکمرانوں کا حسن اخلاق تھا اور گرو صاحبان کی ان کے ساتھ محبت اور پیار تھا جس کی وجہ سے ان میں کبھی تعلقات خراب نہیں ہوئے۔

برصغیر پاک وہند میں سکھ سلسلہ کا آغاز اس وقت ہوا جب یہاں مغل بادشاہوں کی حکومت تھی، تو ایسا کہا جاسکتا ہے کہ مغل حکمران اور سکھ سلسلے کا طلوع ایک ہی دور میں ہوا۔ سکھ مذہب جسکی بنیاد گرو نانک نے پندرھویں صدی عیسویں میں رکھی، اس دور میں مسلمانوں اور سکھوں کے تعلقات بہت اچھے رہے جو کہ اسلام اور سکھ مت کی تعلیمات کا اثر تھا۔ بابا گرو نانک کی فکر ان کے بعد آنے والے گرو صاحبان میں بھی نسل در نسل جاتی رہی اور اسی کی بدولت مسلم-سکھ دوستی پروان چڑھتی گئی۔

فصل سوم

مغل سلطنت کے ساتھ سکھوں کی کشیدگی اور وجوہات

پہلے پانچ گرو صاحبان اور معاصر مغل شہنشاہوں کے مابین باہمی احترام ورواداری کا یہ سلسلہ بدستور چلتا رہا ہے، البتہ اس پورے مغل عہد اور باقی آخری پانچ گرو صاحبان کا دور، باہمی غلط فہمیوں، بلکہ قتل وغارت گری اور لڑائی کا شکار ہوگیا۔ اس لئے اس عہد مغلیہ کے دو شہنشاہ نور الدین جہانگیر اور محی الدین اورنگ زیب ایسے ہیں کہ جن کے بارے میں اول الذکر کو پانچویں اور آخر الذکر کو نویں گرو صاحبان کو شہید کرنے کا براہ راست الزام دیا جاتا ہے۔ یہ سکھ تاریخ کا دعوی ہے جو تاریخ تو ضرور بنا مگر اس سے بڑھ کر سکھوں نے اس تاریخ کو اپنا عقیدہ بھی بنالیا جو بنیادی طور پر ہندو مورخین کا کارنامہ تھا، جن کے تتبع میں بعض لوگوں نے سکھ گرو صاحبان اور وقت کے مغلیہ حکمرانوں کے مابین ان قصوں کو سیاسی ہوا دی۔ نتیجتاً سکھ تاریخ کا رخ سیاسی طور پر مغل دشمنی سے آگے بڑھ کر مسلم دشمنی یہاں تک کہ اسلام دشمنی تک جا پہنچا۔

سکھوں کے مغل حکمرانوں پر تین الزامات:

سکھوں نے اپنی مذہبی تاریخ کے معاملے میں مغل حکمرانوں پر تین الزامات عائد کر رکھے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:

- سکھوں کے پانچویں گرو ارجن کو شہنشاہ جہانگیر نے قتل کروایا تھا۔
- مغل حکمران اورنگ زیب نے نویں گرو تیغ بہادر کی کو دہلی طلب کر کے قتل کروایا تھا۔
- صوبہ سرہند کے افغان گورنر نے دسویں گرو گوبند سنگھ جی کے دو چھوٹے صاحبزادوں کو زندہ دیواروں میں چنوا کر شہید کر دیا تھا۔

یہی وہ الزامات ہیں جنہوں نے مسلم۔ سکھ تعلقات کی تہہ میں زہر گھول کر رکھ دیا تھا۔ اور گذشتہ تین سو برس کا عرصہ تاریخ اسی تلخی کا اسیر ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان ہی تین الزامات کے تحت نفرت ہی نہیں دشمنی کا الاؤ مستقل طور پر بھڑکایا گیا ہے۔

گرو ارجن دیو کے مسلمانوں سے تعلقات:

شہنشاہ اکبر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر تخت حکومت پر بیٹھا۔ جہانگیر بادشاہ اور گرو ارجن کے تعلقات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ابتدا میں ان دونوں کی چپقلش نہ تھی اور جہانگیر کے دل میں گرو صاحب کے لئے نہایت عزت اور احترام تھا، ان دونوں کے ابتدائی تعلقات بہت اچھے تھے۔

"اس عہد میں مسلم۔ سکھ تعلقات میں بگاڑ کا بہت بڑا حصہ گرو ارجن صاحب کے بڑے بھائی پر تھی چند اور چندو لال کا تھا، انہوں نے مل کر غلط رپورٹیں دیں اور جہانگیر اور گرو ارجن کے تعلقات بگاڑ دیے، جہانگیر سے پہلے جتنے بھی مغل بادشاہ ہوئے انہوں نے گرو گھر سے بہت پیار کیا"۔[1]

گرو ارجن نے سکھ مت کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا اور اپنے مذہب کے ارتقاء کے لئے وہ کام کئے جو اس سے پہلے جانشینوں نے نہیں کئے تھے۔

جہانگیر اور گرو ارجن کے تعلقات میں بگاڑ کی وجہ:

مسلمانوں اور سکھوں کے تعلقات میں بگاڑ کا باعث چند واقعات ہیں۔

ان میں سے ایک واقعہ یہ کہ شہنشاہ جہانگیر کے باغی بیٹے خسرو کو شاہی عتاب اور شاہی فوجوں کے تعاقب سے بچنے کے لئے گرو ارجن دیو جی کی پناہ حاصل کرنا پڑی اور ظاہر بات ہے کہ گرو جی نے وقت کے شہنشاہ کی بغاوت اور عداوت کو جانتے ہوئے باغی شہزادے خسرو کو پناہ دی۔ اور جہانگیر کے سامنے گرو صاحب نے یہ بیان کیا تھا کہ " انہوں نے شہزادہ خسرو کی یہ امداد کسی سیاسی نقطہ نظر سے نہیں کی تھی بلکہ خالص مذہبی نقطہ نظر اور انسانی ہمدردی سے کی تھی۔"لیکن سکھوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کے نزدیک خسرو گرو صاحب کی خدمت میں محض سیاسی غرض کے ماتحت حاضر ہوا تھا، شہزادہ خسرو جانتا تھا کہ گرو ارجن جہانگیر کے اسلامی شریعت پر حکومت کی بنیاد رکھنے کا شدید مخالف ہے، نیز گرو ارجن ایسی عظیم اور بے خوف شخصیت کا مالک ہے کہ وہ ایسے وقت میں بھی جبکہ شہنشاہ خود شہزادہ پر بھی فوج کشی کیے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے، خسرو کو مدد اور تسلی دینے سے دریغ نہیں کرے گا، سو ایسا ہی ہوا۔ خسرو نے گرو ارجن کو یہ پیش کش بھی کی تھی کہ " اگر وہ اپنی اس مہم میں کامیاب ہو گیا اور شہنشاہ ہند بن گیا تو پنجاب کی حکومت گرو ارجن کے حوالے کر دی جائے گی"۔[2]

وہ جہانگیر جو اپنے بیٹے کے مقابلے میں بھی انصاف کو نظر انداز نہیں کرتا اور اسے ایک ہندو لڑکی کو اغوا کرنے کے جرم میں سزا دینے سے بھی دریغ نہیں کرتا وہ گرو ارجن کا لحاظ کیونکر کر سکتا تھا؟ گرو ارجن ایک مذہبی پیشوا ہونے کے مدعی تھے، ان کا اولین فرض تھا کہ وہ اغوا کرنے والے خسرو کی کوئی امداد نہ کرتے بلکہ حکومت کو اس کی گرفتاری میں مدد دیتے تاکہ ایک اخلاقی مجرم کو مناسب سزا مل سکتی، مگر انہوں نے قانون اور انصاف کے راستہ میں میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی جسے کسی بھی نقطہ نظر سے مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس تفصیل سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ گرو ارجن صاحب اور جہانگیر کے تعلقات کی خرابی کی وجہ دراصل گرو ارجن جی کے سیاسی رجحانات کا نتیجہ تھی۔

---

[1] احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، ص:84

[2] امرتسری، **سکھ مسلم تاریخ، حقیقت کے آئینے میں**، ص:21

اس موقع پر جہانگیر نے خاموش رہنا پسند نہ کیا اور ایک فرمان جاری کیا جس کو سکھ ودانوں کی طرف سے ردوبدل کر کے پیش کیا جاتا ہے تاکہ پڑھنے والوں کی یہ رائے قائم ہو جائے کہ کہ جہانگیر نے گرو ارجن کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا حالانکہ ایسا کوئی حکم صادر نہیں ہوا تھا بلکہ جہانگیر نے اپنے حکم میں یہ لکھا تھا کہ "اس کے ساتھ یاسا[1] کے مطابق سلوک کیا جائے"۔ چنانچہ جہانگیر کے اس فرمان کے پیش نظر گرو ارجن جی کو خسرو کی بغاوت میں امداد کے جرم میں دو لاکھ روپیہ جرمانہ کیا گیا۔ لیکن چونکہ حکومت کے اہلکاروں میں چندو لال جیسے لوگ بھی موجود تھے جنہیں گرو صاحب سے ذاتی عداوت تھی، انہوں نے اس وقت ناجائز فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کی، چندو لال نے گرو صاحب کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور گرو صاحب کو گرم توے پر بٹھایا اور ان کے ننگے بدن پر گرم ریت ڈالی، انہیں ابلتے پانی کی دیگ میں بٹھایا۔ اور حکومت کی منشا اور حکم کے سراسر خلاف بہت تکالیف دیں یہاں تک کہ گرو صاحب کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ گرو ارجن دیو کی شہادت سکھ تاریخ میں ایک سنگ میل بن کر رہ گئی۔[2]

جب جہانگیر کو اس بارے میں پتہ چلا تو اس نے چندو لال کو فوراً اس کے عہدے سے معزول کر کے گرو ارجن جی کے فرزند گرو ہر گوبند کے حوالے کر دیا اور کہا کہ "یہ آپ کے باپ کا قاتل ہے آپ اسے جو چاہیں سزا دیں"۔ بادشاہ کو گرو ارجن کے آخری حال کی کچھ خبر نہ تھی وہ تعجب میں آیا اور فوراً چندو لال کی جائیداد کی ضبطی کا حکم دیا۔[3]

"The murder of the Guru Arjun was actually a politically murder rather than a religious. Those were the days when Khusro was running from his father Jahangir following an uprising. Khusro wanted to end the sultanate in Delhi. Therefore, he alongside his army when reached Goindwaal (the city in which Guru Arjun resides) asked the Guru Arjun to pray for his victory. Guru offered him protection and prayed for his victory, which added to the hatred of Jahangir for Guru Arjun. All the open-minded people joined Khusroo.Given that teachings of Guru Arjun were a mid-way between the Muslim orthodoxy and Hindu extremism therefore, teachings of Guru Arjun also helped gather likeminded secular people around Khusru. These happenings and influences gradually but very steadily increased Jahangir's hatred for Guru Arjun[4]".

---

[1] "یاسا" اس ضابطہ یا قانون کے مجموعے کا نام ہے جس کی بنیاد چنگیز خان نے 1206ء میں رکھی تھی اور 1218ء میں اسے اپنی تمام مملکت میں رائج کر دیا تھا۔

[2] کرتار سنگھ دگل، **سکھ دھرم اور سیکولرزم**، مترجم: زبید امدان، (نئی دہلی، نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا، 1987ء)، ص: 31

[3] سید محمد لطیف، **تاریخ پنجاب**، (لاہور، تخلیقات، 1994ء)، ص: 332

[4] Robina Shoeb, Tauqeer Ahmad Warraich, Muhammad Iqbal Chawla, "Mughal Sikh relation: revisited", JRSP, Vol:52, No: 2, July to December, 2015, P:173

ترجمہ: گرو ارجن کا قتل دراصل مذہبی کے بجائے سیاسی طور پر ایک قتل تھا۔ یہ وہ دن تھے جب خسرو اپنے والد جہانگیر سے بغاوت کے بعد بھاگ رہے تھے۔ خسرو دہلی میں سلطنت کا خاتمہ چاہتا تھا۔ لہذا، وہ اپنی فوج کے ساتھ جب گوندوال (وہ شہر جس میں گرو ارجن رہتے ہیں) پہنچے تو گرو ارجن سے اپنی فتح کے لیے دعا کرنے کو کہا۔ گرو نے اسے تحفظ فراہم کیا اور اس کی فتح کے لیے دعا کی، جس نے گرو ارجن کے لیے جہانگیر کی نفرت میں اضافہ کیا۔ تمام کھلے ذہن کے لوگ خسرو میں شامل ہو گئے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ گرو ارجن کی تعلیمات مسلم راسخ العقیدہ اور ہندو انتہا پسندی کے درمیان ایک درمیانی راستہ تھیں اس لیے گرو ارجن کی تعلیمات نے خسرو کے گرد ہم خیال سیکولر لوگوں کو جمع کرنے میں بھی مدد کی۔ ان واقعات اور اثرات نے آہستہ آہستہ لیکن بہت مستقل طور پر جہانگیر کی گرو ارجن سے نفرت میں اضافہ کیا۔

گرو ارجن کی شہادت عہد جہانگیری کا ایک افسوسناک واقعہ ہے اور اس وجہ سے سکھ مسلم اتحاد پر برا اثر پڑا لیکن اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ چندو لال نے گرو صاحب کو جو تکلیفیں دی تھیں ان کا جہانگیر کو کوئی علم نہ تھا۔

گرو ہر گوبند کے مسلمانوں سے تعلقات:

گرو ارجن جی کے بعد ان کا اکلوتا بیٹا گرو ہر گوبند گدی پر بیٹھا تھا، ان کے دور میں سکھ قوم فقیری کی بجائے امیری کی شکل میں تبدیل ہو گئی، اس کے تعلقات بھی جہانگیر کے ساتھ بہت اچھے رہے تھے۔ جہانگیر نے گرو ہر گوبند کو پانچ سو روپیہ یومیہ پر پنجاب کے حکام کا نگران مقرر کر دیا تھا۔

گرو ہر گوبند نے بعض ضروریات کے لئے دو تلواروں کو کمر میں باندھا، ایک مرتبہ جہانگیر نے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ "ایک تلوار دشمنوں کے خلاف استعمال کرنے کے لئے ہے اور دوسری گرو گھر کے بدخواہوں کو راہ راست پر لانے کے لئے ہے"، اس پر جہانگیر بادشاہ بہت خوش ہوا۔ آپ جب لاہور تشریف لائے تو کسی پنڈت، برہمن یا کسی مہاتما سے نہیں ملے بلکہ حضرت میاں میر صاحب، شیخ جان محمد لاہوری، شاہ محمد اسماعیل صاحب، شیخ کرم شاہ صاحب کی ملاقات کے لئے گئے، اور ان سے غور وفکر اور معرفت الہی کی محویت کی باتیں ہوئیں۔[1]

گورو صاحب کے چچازاد بھائی سوڈھی مہربان نے بہت زور لگایا کہ پنجاب کے حاکم گورو صاحب کے خلاف کوئی کاروائی کریں اور ان کی فوجی طاقت کو ختم کر دیں لیکن اس مقصد کے لئے کوئی تیار نہ ہوا تو آخر کار وہ چندو لال کے پاس گیا اور اس کو گورو صاحب کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی، چندو لال کی پہلے سے گورو صاحب سے دشمنی تھی اس لئے اس نے تعاون کیا اور دونوں نے مل کر سازش کی اور بہانہ بنایا کہ " بادشاہ بیمار ہے تو گورو ہر گوبند گوالیار کے قلعے میں تپ (دھونی) کریں تو بادشاہ صحت یاب ہو جائیں گے " اور گورو صاحب کو گوالیار کے قلعے میں بھجوا دیا۔ مخالفین نے یہ سوچا تھا کہ ان کو قید کروا دیں گے لیکن بادشاہ نے گورو صاحب

---

[1] دولت رائے جی، **سوانح عمری گرو گوبند جی**، ص:60

کو اپنے پاس بلالیا تو گورو صاحب نے کہا کہ " جب تک گوالیار میں موجود 52 قیدی راجے رہانہ کیے جائیں گے وہ بھی باہر نہیں آئیں گے "۔ بادشاہ نے گورو صاحب کی بات مانتے ہوئے ان کی خاطر 52 راجوں کو رہائی دے دی۔ [1]

ان تاریخی حقائق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ گرو ارجن سے قبل اور بعد میں بھی مغل بادشاہوں کے تعلقات سکھ گرو صاحبان سے نہایت خوشگوار اور دوستانہ رہے۔

جہانگیر کی طرف سے سکھوں کے لئے جاگیریں اور مراعات

جہانگیر کے اپنے معاصر گرو صاحبان سے رویے کی چند شہادتیں سکھ مورخین کا ریکارڈ ہیں:

- " جہانگیر گرو ارجن دیو جی کا بہت احترام کرتا تھا، اس نے اپنے زمانہ میں کرتارپور کی معافی کا پٹہ دھرم سالہ کے نام 1655 بکرمی میں دیا تھا، جس میں 18946 ایکڑ 7 کنال اور 15 مرلہ دیا تھا۔
- گرو ارجن دیو جی نے جب ترن تارن کا تالاب بنانا تھا تو اس کے لئے زمین کا عطیہ فتح آباد کے مغل حاکم عبد الوحید خان نے دیا تھا۔
- جہانگیر بادشاہ نے گرو ہر گوبند جی کو 5 ایکڑ زمین ڈھاکہ میں بطور تحفہ دی تھی۔
- گرو ہر گوبند صاحب جہانگیر کو ملنے دہلی آئے تو ماسوائے پر تپاک ملاقات اور استقبال کے جہانگیر نے پانصد روپیہ گرو صاحب کا خرچ مقرر کیا۔
- ایک بار دہلی سے روانگی کے وقت جب جہانگیر سے ملاقات کی تو پانچ ہزار خلعت (انعامی لباس)، موتی مالا، مٹھ کی تلوار اور 2100 اکبری مہریں اور پانچ گھوڑے جن پر چاندی سونے کی زینیں تھیں گرو ہر گوبند صاحب کو نذر کیں۔
- جب جہانگیر نے چندولال کو گرو ارجن صاحب کا قاتل جان کر گورو ہر گوبند صاحب کے حوالے کیا تو اس کی ضبط شدہ جائیداد میں سے روہیلہ نامی ایک گاؤں گرو صاحب کو دے دیا۔ تو گرو صاحب نے اس کو آباد کیا اور وہاں اپنے خرچ سے مسلمانوں کے لئے مسجد بنوائی۔" [2]

ان جاگیروں اور مراعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مغل حکمرانوں کے دل میں ہمیشہ سے سکھ گورو صاحبان کے بارے میں نرم گوشہ موجود تھا اور وہ ہر موقع پر ان کی مدد کے لئے حاضر رہتے تھے۔

---

[1] دگل، **سکھ دھرم اور سیکولرزم**، مترجم: زبید امدان، ص:36

[2] اداریہ روزنامہ اجیت، جالندھر، 15 اکتوبر 1978ء۔

گروہر رائے کے مسلمانوں سے تعلقات:

گروہر رائے صاحب سکھوں کے ساتویں گرو ہوئے ہیں، وہ گروہر گوبند صاحب کے پوتے تھے، جب شاہجہاں بادشاہ کے بیٹے حکومت حاصل کرنے کے لئے لڑ رہے تھے تو اس وقت گرو صاحب نے دار اشکوہ[1] کی مدد کی۔ جب دار اشکوہ کے پیچھے اورنگ زیب اپنی فوج لے کر آرہا تھا تو گرو صاحب نے اپنے مسلح سکھوں کو اورنگ زیب کے مقابلہ کے لئے کھڑا کر دیا اور دریائے بیاس کے گھاٹ کی سب کشتیوں کو اپنے قبضہ میں کر کے رستہ روک لیا۔ اورنگزیب جب تخت پر بیٹھا تو گرو صاحب کے اپنے گھرانے کے لوگوں نے آپ کے خلاف بیانات دیے اور یہاں تک لکھا کہ گروہر رائے بادشاہ کو کچھ نہیں سمجھتا، اپنے ساتھ دو اڑھائی ہزار مسلح سکھ رکھ کر لوگوں کو ڈراتا اور دھمکاتا ہے۔ شہنشاہ اورنگزیب کے پاس جب یہ بیانات پہنچے تو اس نے گرو صاحب کی طرف چٹھی لکھی:

> "نانک صاحب کے گھرانے کو ہم دوسرے بت پرست ہندو کافروں کی طرح نہیں سمجھتے کیونکہ نانک شاہ سچے فقیر اور خدا تک پہنچے ہوئے صلح کل تھے انہوں نے مکہ کا حج کیا اور بہت چلہ کشی کی۔ اسلامی ممالک میں کئی سال پھر کر مسلمانوں سے محبت پیدا کی۔ اور ان کے ساتھ مل جل کر کھاتے رہے انہوں نے غیریت کو دور کیا ہوا تھا۔ امید ہے آپ بھی اسی رستہ پر چلنے والے ہو، آپ کی ملاقات کے لئے میرا بہت دل چاہتا ہے آپ ضرور دیدار کروائیں۔"[2]

اورنگ زیب کی یہ چٹھی جب گرو صاحب کے پاس پہنچی تو انہوں نے بیدی اور سوڈھیوں سے کہا کہ آپ میں سے کوئی ایک ہمارا نمائندہ بن کر بادشاہ کے پاس جائے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی تیار نہ ہوا۔ آخر انہوں نے اپنے بیٹے بابا رام رائے، جو اس وقت پندرہ برس کا تھا، کو کہا تو وہ فورًا تیار ہو گیا۔ جب رام رائے اورنگ زیب کے پاس گیا تو بادشاہ نے گروہر گوبند صاحب کے گزشتہ نمونے کے مطابق ڈھائی سو روپیہ رسد اور پانچ سو روپیہ نقد روزانہ دیے جانے کا حکم صادر فرمایا اور نوکر خدمت کے لئے بھجوا دیے اور ضرورت کے مطابق سامان بھی بھیج دیا۔

ان کی مسلمانوں سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ایک بار نور محل گئے تو وہاں پر آپ کی کسی اور نے خدمت نہ کی سوائے ایک مسلمان سائیں فتح علی شاہ کے جنہوں نے آپ کی بہت عزت بھی کی۔[3]

الغرض گروہر رائے صاحب کے تعلقات مسلمانوں سے برے نہ تھے لیکن ان کا مخالف گروہ ان کے متعلق غلط فہمیاں پھیلانے میں ہمیشہ کوشاں رہتا تھا۔

---

1 مغل شہنشاہ شاہجہان اور ملکہ ممتاز محل کا بڑا بیٹا۔ 1633ء میں ولی عہد بنایا گیا۔

2 گیانی، **تواریخ گرو خالصہ**، ص:762

3 احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، ص:126

گرو ہر کشن کے مسلمانوں سے تعلقات:

ہری کرشن، 1656ء میں کرتار پور میں پیدا ہوا۔ گرو ہری رائے کے دو بیٹے تھے۔ رائے رام اور ہری کرشن۔ گرو ہری رائے نے اپنے چھوٹے بیٹے ہری کرشن کو 7 اکتوبر 1661ء کو اپنا جانشین مقرر کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس وقت اس کی عمر ابھی صرف 6 سال تھی۔

جب گرو ہر کرشن گرو بنے تو ان کے بڑے بھائی رام رائے نے ان کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ ایک بار اس نے اپنے بھائی کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا کہ میرے چھوٹے بھائی کو خوشامد پسند لوگوں نے سچا گرو کہنا شروع کر دیا ہے، جو ابھی پانچ برس کی عمر کا ہے، ہماری ساری دولت دوسرے لوگ تباہ کر رہے ہیں اس لیے گوریائی کی گدی مجھے دی جائے، بادشاہ نے رام رائے کو بہت سمجھایا کہ، " آپس میں مخالفت کرنا اور جھگڑا بڑھانا اچھا نہیں اگر تم کو دولت کی ضرورت ہے تو مجھ سے لے لو جہاں چاہو اچھے مکان بنالو میں اس کے ساتھ جاگیر لگادوں گا تم اس بچے گرو کے ساتھ مخالفت چھوڑ دو۔ وہ بھی تیرا بھائی ہے تم کو اپنے باپ کا حکم ماننا چاہیے "۔ لیکن اورنگ زیب کی ان باتوں کا رام رائے پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے اورنگ زیب کو مجبور کر کے گرو ہر کرشن صاحب کو بلانے کا حکم لکھوالیا۔ بادشاہ نے گرو صاحب کو لکھا کہ " آپ کے بڑے بھائی رام رائے کے ضد کرنے پر آپ کو تکلیف دی جاتی ہے مہربانی کر کے آپ دہلی تشریف لا کر زیارت کا موقع دیں"۔ بادشاہ نے اپنے ایک خاص اہلکار دیوان پرس رام کو پانچ سوار ایک رتھ اور ایک پالکی گرو صاحب کی سواری کے لیے دیکر کیرت پور بھیج دیا۔[1]

شہنشاہ اورنگ زیب کی اس محبت کو دیکھ کر گرو صاحب نے دعا دی کہ "اے مسلمان بادشاہ! تجھ کو خدا خوش رکھے"۔ بادشاہ نے ہری کرشن سے سوالات وجوابات کیے اور ان کی حاضر دماغی اور ذہانت کو دیکھ اس جانشینی کو برقرار رہنے دیا۔[2]

آخر ان کو چیچک نکل آئی اور وہ بیمار ہو گئے جب اورنگزیب کو اس بات کا علم ہوا تو اس کو بہت افسوس ہوا اس نے اپنے شاہی طبیب ان کے علاج کے لئے بھیج دیے لیکن گرو صاحب بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔

گرو تیغ بہادر کے مسلمانوں سے تعلقات:

گرو ہری کرشن انتہائی کم عمر جانشین تھا اور اپنے مختصر عہد حکومت کے خاتمے پر اس نے تیغ بہادر کو اپنا جانشین قرار دے دیا تھا۔

---

[1] ایضاً، ص:130

[2] مان، ماریہ، شبیر حسین، "گرو نانک کے جانشین اور سکھ مت کے ارتقاء میں ان کی اہمیت"

گرو تیغ بہادر کی پیدائش یکم اپریل 1621ء میں امرتسر میں ہوئی۔ ان کی مخالفت سارے سوڈھیوں نے کی ایک دفعہ انہوں نے رام رائے کو دہلی بلا کر اس بات کے لئے تیار کیا کہ وہ بادشاہ کے پاس مقدمہ دائر کر کے گرو تیغ بہادر کو گورپائی کی گدی سے بے دخل کرا کر خود گرو بن جائے اس نے سوڈھیوں کے کہنے پر بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ "گوریائی کی گدی پر صرف میرا حق ہے ہمارا سارا گھرانا اس کو گرو ماننے سے انکاری ہے" لیکن اورنگ زیب بادشاہ نے اس معاملہ میں دخل دینے سے انکار کر دیا۔ جب سوڈھیوں کی مخالفت حد سے بڑھ گئی تو گرو صاحب نے اپنا گھر بار چھوڑ دیا اور تیرتھوں کو چلے گئے۔ اس پر انہوں نے اورنگ زیب بادشاہ کے دربار میں درخواست دی کہ "گرو تیغ بہادر صاحب گدی چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور ان کا کوئی پتہ نہیں ملتا، گور گدی خالی پڑی ہوئی ہے، اس پر رام رائے کو مقرر کیا جائے تاکہ گدی خالی نہ رہے"، اس پر بادشاہ نے یہ فیصلہ دیا کہ "پہلے تو گرو ہر رائے صاحب (اس کا باپ) اس کو اپنے حق اور جائیداد سے خارج کر گیا تھا، دوسرا جس کو سکھوں نے گرو مقرر کر لیا ہے وہ ہی گرو ہوا ہے کیونکہ گرو پیر مریدوں کا مانا ہوا ہوتا ہے نا کہ شریکوں کا۔ یا تو اس کا راضی نامہ آنا چاہیے تب پھر جس کو مرید اپنا گرو مان لیں وہی گرو ہو گا، دوسرا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"[1]

جب گرو صاحب بادشاہ کے بلانے پر دہلی آگئے تو ان کی بہت عزت کی گئی اور آپ کو چندن کی چوکی پر بٹھایا۔ گرو تیغ بہادر صاحب کے بھی مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے۔

گرو تیغ بہادر کا قتل:

اورنگ زیب بادشاہ نے اپنی حکومت کے دوران میں کشمیر کے ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی مہم زور و شور سے شروع کر دی۔ اور وہاں کے تمام افسروں کو ہدایات بھجوائیں کہ جس طرح بھی ہو سکے وہاں کے لوگوں کو اسلام میں داخل کیا جائے۔

وہاں کے بعض چیدہ چیدہ پنڈت گرو تیغ بہادر جی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ان کے آبائی دھرم کو بچایا جائے۔ گرو جی نے کہا "تمہارا دھرم صرف اسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ کوئی خدا رسیدہ انسان اپنی جان کی قربانی پیش کرے اس کے بغیر اور کوئی بھی صورت کارگر ثابت نہیں ہو سکتی"، اس پر گرو جی کے اکلوتے بیٹے گوبند رائے جی نے باپ کی بات سن کر کہا کہ "آپ سے بڑھ کر اور کون خدا رسیدہ ہو سکتا ہے؟ آپ ہی اپنی جان کی قربانی پیش کر کے ان مظلوموں کے دھرم کو بچائیں۔" اس پر گرو جی دہلی گئے، جہاں اورنگزیب نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے گرو صاحب نے رد کر دیا اور مسلمان بننے کے لئے تیار نہ ہوئے آخر بادشاہ نے گرو جی کو اسلام قبول نہ کرنے کے جرم میں دہلی کے چاندنی چوک میں قتل کروا دیا۔[2]

---

[1] گیانی، **تواریخ گرو خالصہ**، ص:855

[2] امرتسری، **سکھ مسلم تاریخ، حقیقت کے آئینے میں**، ص:62

یہ سب چال گرو تیغ بہادر کے شریکوں کی تھی جو شروع سے ہی ان سے عداوت رکھتے تھے۔ان کے مطابق، اگر گرو صاحب برہمنوں کی بات مان کر آگے آگئے تو اورنگ زیب اس کو قتل کردے گا، بعد میں گوریائی ہم سنبھال لیں گے۔اور دوسری چال یہ تھی کہ اگر گرو صاحب نے ہندو دھرم کی امداد نہ کی تو براہمن ان کے دروازے پر خود کو کٹاریں (خنجر) مار مار کر مر جائیں گے،اس طرح ملک بھر میں گرو صاحب کی بدنامی ہوگی اور لوگ انہیں چھوڑ کر ہمیں ماننے لگیں گے۔

اس کے برعکس، جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے گرو تیغ بہادر کے قتل کا قصہ جس کی بنا پر اورنگزیب کو گالیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا، سراسر غلط اور بے بنیاد ہے، کیونکہ جب گورو تیغ بہادر کو قید کر کے دہلی لایا گیا اور ان کی وفات ہوئی اس وقت بادشاہ حسن ابدال میں تھا۔[1]

تاریخی نقطہ نگاہ سے ایک جھوٹے اور بے بنیاد افسانہ سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔اور اورنگزیب ایسا انسان نہ تھا کہ بہت سنگین جرم کئے بغیر اور معمولی بات کے بدلے کسی کو جان سے مروادے،اس لئے گورو تیغ بہادر کے قتل کا الزام اورنگزیب پر سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔

گروگوبند سنگھ کے مسلمانوں سے تعلقات:

گرو تیغ بہادر کے بعد ان کے بیٹے گوبند رائے صاحب (گرو گوبند سنگھ صاحب) گور گدی پر بیٹھے۔ان کی زندگی کا بہت سا حصہ جنگوں میں گزرا۔یہ جنگیں آپ کو پہاڑی ہندو راجاؤں سے لڑنی پڑیں۔

"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کی یہ جنگیں اس وقت کی اسلامی حکومت سے تھیں اور آپ حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے لیکن سکھ اتہاس[2] ہمیں بتاتا ہے کہ اس وقت کی حکومت کا آپ کے ساتھ یا آپ کا حکومت کے ساتھ کوئی براہ راست جھگڑا نہ تھا بلکہ حکومت وقت سے پہاڑی ہندو راجوں نے امداد طلب کی تھی کہ گرو گوبند سنگھ چاروں درنوں کو اکھٹا کر کے ایک مشترکہ فوج تیار کرنا چاہتا ہے جس کی مدد سے وہ دہلی کے تخت پر قبضہ کرے گا اس لئے آپ ہماری مدد فرمائیں۔اور گرو گوبند سنگھ صاحب نے اورنگ زیب کو جو چٹھی لکھی تھی، اس میں لکھا تھا کہ میری کسی مسلمان کے ساتھ دشمنی نہیں ہے اور نہ ہی تمہارے ساتھ۔جب پہاڑی راجاؤں اور گرو صاحب کے درمیان لڑائی شروع ہوئی تو پانچ سو اداسی سادھو، جن کی گرو صاحب کی روٹیوں پر پرورش ہوئی

---

[1] احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، ص:138

[2] تاریخ، واقعات وغیرہ

تھی موقع پر میدان سے بھاگ گئے۔ جب سید بدھو شاہ[1] کو یہ حال معلوم ہوا تو دو ہزار سپاہی اپنے ساتھ لے کر میدان جنگ میں آیا اور اس لڑائی میں سید بدھو شاہ کے دو بیٹے بھی گرو صاحب کی طرف سے لڑتے ہوئے مارے گئے"۔[2]

جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ گرو صاحب مسلمانوں کے ساتھ مخالفت رکھتے تھے وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اگر سچ میں گرو صاحب مسلمانوں کے دشمن ہوتے تو غنی خاں اور نبی خاں جیسے مسلمان اور بدھو شاہ جیسے بزرگ آپ کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوتے۔ یہ محبت اور پیار کا ہی نتیجہ تھا کہ ان مسلمانوں نے آپ کے لئے جان کی بازی لگا دی۔ ماچھی واڑے کے سید گامے شاہ اور حسن شاہ نے بھی آپ کے ساتھ محبت بھرا برتاؤ کیا، چوہدری پیر علی سید بھی گرو صاحب کے دوست تھے اور ناڈیر کے ناظم نے بھی شاہی حکم کے مطابق آپ سے محبت اور پریم بھرا برتاؤ کیا۔[3]

اورنگ زیب نے کسی بھی وقت کسی گورو پر کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ ہمیشہ احترام کو ملحوظ خاطر رکھا اور ان کے حقوق کی حفاظت کی۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے باپ کے قتل کے الزام کے باوجود بھی گورو گوبند سنگھ نے اسے ملائک صفت اور روشن ضمیر بادشاہ تسلیم کیا ہے۔

> گرو گوبند سنگھ صاحب نے اورنگزیب عالمگیر کی تعریف کی ہے، "شہنشاہ اورنگزیب ہمیشہ خوش رہے وہ ہوشیار انسان ہے اور اعلی درجہ کا سوار ہے وہ نہایت خوبصورت اور روشن دل ہے۔ وہ ملک کا بادشاہ ہے، وہ عقل و دانش اور تلوار کے ذریعہ سے تدبیر اختیار کرتا ہے وہ سخی ہے اور تلوار کا دھنی ہے، وہ خوبصورت اور روشن دل ہے اس کو خداوند تعالی نے ملک اور مال عطا فرمایا ہے۔ وہ بہت بخشش کرنے والا ہے اور لڑائی میں پہاڑ جیسا استقلال رکھنے والا ہے وہ فرشتہ سیرت ہے اور ثریا جیسی شان و شوکت رکھنے والا ہے۔ ہم تو بادشاہ کے غلام ہیں، اگر اس کی طرف سے کوئی حکم آئے گا تو ہم دل و جان سے اس کے سامنے حاضر ہونے کے لئے تیار ہیں۔"[4]

شہنشاہ اورنگ زیب کی وفات کے بعد بہادر شاہ ظفر دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اس نے تخت حاصل کرنے کے لئے گرو گوبند سنگھ کی مدد حاصل کی۔ وہ لوگ جو گرو صاحب کو حکومت کا دشمن کہتے ہیں غور کریں اگر گرو صاحب اسلامی حکومت کے دشمن ہوتے تو بہادر شاہ ظفر کی مدد کر کے اسے دہلی کے تخت پر نہ بٹھاتے۔

خالصہ کی بنیاد:

---

1 پیر بدھو شاہ یا پیر بدھن شاہ، ایک مسلم خدا رسیدہ شخص جن کا حقیقی نام سید بدر الدین تھا، گرو گوبند سنگھ کے شیدائی اور رفیق تھے۔

2 گیانی، **تواریخ گرو خالصہ**، ص:158

3 احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، ص:149

4 ایضاً، ص:120

گوبند سنگھ کا پہلا بنیادی اصول یہ تھا کہ اخوت کو قائم کیا جائے اور اس مقصد کے لئے اس نے ذاتوں کو توڑ کر ان کی خالص ایک ذات قومیت کی بنیاد پر قائم کر کے سب کے لئے یکساں ترقی کا معراج پیش کیا، چھوٹی بڑی ذات کی تمیز اٹھا کر سب کو مساوی سطح پر لایا اور یہ سکھایا کہ قومیت قائم رکھنے اور اس کو زندہ رکھنے کے لئے قربانیوں کی ضرورت ہے اور ان مقاصد کو مل کر حاصل کرنا چاہیے۔

" ان کی پالیسی یہ تھی کہ سکھوں کو ایک اعلی ذات (خالصہ) بنادیا جائے، اس کا مقصد خالص سیاست سے تعلق ہے، کیونکہ اس شخص کو خالصہ قرار دیا گیا جو مسلح ہو، گھوڑے کی سواری کا ماہر ہو، اور جنگ کرنے کے لئے ہمیشہ تیار ہو۔ اپنے پیروؤں کو انہوں نے سکھ کی بجائے سنگھ کا خطاب دیا اور اپنا نام بھی رائے گوبند کی بجائے گوبند سنگھ رکھ لیا۔ چنانچہ گرو گوبند سنگھ نے ایک مذہب کی بنیاد رکھی، جس کا نام خالصہ تھا"۔[1]

خالصہ سکھ مت کے پیروکاروں کا ایک اجتماعی وجود ہے، اس کا خلاصہ G.S. Chhabra نے اپنی کتاب میں کچھ یوں بیان کیا ہے۔

"The Khalsa should be very armed. He should be a lion at heart with the meek appearance of a cow. When he finds that evil does persist in mischief and the king does not dispense justice, and religion in in danger, then seeing his opportunity, he should take up arms. After all, this is the last resort."[2]

ترجمہ: خالصہ کو بہت مسلح ہونا چاہیے۔ اسے گائے کی حلیم شکل کے ساتھ دل میں شیر ہونا چاہیے۔ جب وہ دیکھے کہ بدی فساد پر قائم ہے اور بادشاہ عدل نہیں کرتا اور دین خطرے میں ہے تو موقع دیکھ کر ہتھیار اٹھالے۔ آخر کار یہ آخری حربہ ہے۔

"Guru Gobind singh proceeded to create the khalsa, an armed body of revolutionaries , who were to carry out the revolution, by the open profession thereof. on being intiated as a member of the khalsa, a sikh become a singh (male) or kaur (female). a singh or kaur has to carry fixed distinguishing marks, especially hair, which he/ she cannot discard, so long he/she want to remain a singh or kaur. so he/she is recongnizable even among thousands.[3]"

---

[1] دولت رائے جی، **سوانح عمری گرو گوبند سنگھ جی**، ص:141

[2] G.S Chhabra, *The Advanced Study In History of the Punjab*, Vol:1, (Jullundur, India, Shranjit, 1960), P: 292

[3] Daljeet Singh, Kharak singh, *Sikhism: Its Philosophy and History*, (Chandigarh, India, Institute of Sikh Studies, 2008), p: 304

گرو گوبند سنگھ نے انقلابیوں کی ایک مسلح تنظیم، خالصہ بنانے کے لیے آگے قدم بڑھایا، جو کہ کھلے عام انقلاب برپا کرنا تھا۔ خالصہ کا رکن بننے پر، ایک سکھ سنگھ (مرد) یا کور (عورت) بن جاتا ہے۔ سنگھ یا کور کو مقررہ امتیازی نشانات، خاص طور پر بال، جنہیں وہ کاٹ نہیں سکتا، جب تک وہ سنگھ یا کور رہنا چاہتا ہے، بڑھانے ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ ہزاروں میں سے بھی پہچانا جا سکتا ہے۔

گرو گوبند سنگھ جی کے بچوں کا قتل:

سکھ تاریخ کا وہ حصہ جو انگریزی حکمرانوں نے اپنی منشا اور نگرانی میں تیار کروایا تھا وہ منافرت پھیلانے میں اول درجہ پر ہے اور سکھ ودوان بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس تاریخ میں مسلمان حکمرانوں اور بادشاہوں کو بہت گھناؤنی شکل میں پیش کیا گیا اور ان کے ساتھ مظالم بھی منسوب کیے گئے جو سراسر غلط اور بے بنیاد ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی گرو گوبند سنگھ کے دو چھوٹے بچوں کا قتل ہے جس کی وجہ ان کا اسلام قبول نہ کرنا تھا اور ان کو زندہ دیوار میں چنوا کر ہلاک کر دیا تھا۔

اصل واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب ہندو پہاڑی راجے گورو گوبند سنگھ صاحب پر انند پور میں حملہ آور ہوئے تو گورو صاحب نے اپنی والدہ اور دو چھوٹے بچوں کو موضع کھیڑی میں اپنے خاندانی پنڈت، گنگو برہمن کے ہاں بھجوا دیا۔ ان شہزادوں کو دیکھ کر اس ظالم اور سفاک انسان کی نیت بدل گئی اور اس نے حاکم سرہند کو اطلاع دی کہ گورو صاحب کے لڑکے میری حراست میں ہیں، چنانچہ حاکم سرہند نے اسی وقت بچوں اور ان کی دادی کو اپنے پاس بلوالیا اور نظر بند کر دیا۔ جب اس نے ان بچوں کو اپنے سامنے بلوایا کہ کوئی فیصلہ کر سکے تو مالیر کوٹلہ کے نواب شیر محمد خان والئی نے کہا کہ "یہ بچے معصوم ہیں ان کو نہیں مارنا چاہیے، اسلام عورتوں اور بچوں پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا اور اگر ان بچوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا تو ہر لحاظ سے ظلم ہو گا۔" اس درخواست کو سن کر حاکم سرہند نے گنگو رام برہمن اور دیوان سچدانند کو کہا کہ "اگر ایسی بات ہے تو ان بچوں کو میں تمہارے حوالے کرتا ہوں تم ان کے ساتھ جیسا چاہو سلوک کرو۔" دیوان سچدانند ایک ہندو کھتری تھا اور وہ بھی ان بچوں کے خون کا پیاسا تھا، اور آخر یہی دونوں ان بچوں کے خون کے ذمہ دار ہوئے۔ اور صوبہ سرہند کا مسلمان صوبیدار بری الذمہ ثابت ہوا۔ اس کے باوجود جب یہ خبر اورنگ زیب تک پہنچی تو اس نے فوراً حاکم سرہند کو معطل کر دیا۔[1]

ان باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بے اصل ہے کیونکہ نہ تو یہ فعل سلطنت کے حکم سے ہوا اور نہ شرع نے فتوی دیا بلکہ گنگو رام برہمن اور دیوان سچدانند سے یہ واقعہ ظہور میں آیا۔ جسے محض اس لئے بیان کیا جاتا ہے کہ سکھوں کے دلوں میں مسلمان حکمرانوں اور بادشاہوں کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کیے جائیں۔

---

[1] امر تسری، **سکھ مسلم تاریخ، حقیقت کے آئینے میں**، ص:176

مسلم۔ سکھ تعلقات اور ہندو مورخین کا کردار:

سکھ گرو صاحبان سے مسلمان عوام وخاص کا احترام کا رشتہ اور تعاون و تعلقات، ہندو مورخین نے سکھ تاریخ سے کھرچ کر اس کی جگہ گروؤں کا خون بہاتے پہلے مغل حکمران اور پھر مسلمان حکام لا کھڑے کیے ہیں، اور سکھ اپنی سادگی میں اسی پر ایمان لے آئے ہیں، حالانکہ ہوا یہ ہے کہ ہندو ودانوں، تاریخ دانوں اور سیاستدانوں کے تاریخی کارنامے کا نتیجہ یہ کہ سکھ مسلم دشمنی کو ہوا دے کر، سکھوں کو اپنے ساتھ ملانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔

اس دور میں سیاست کے شیدائی ہندو مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان نفاق پیدا کرنے کے لئے کوشش کرتے رہے تھے پنڈت مدن موہن مالوی لالہ لاجپت رائے اور سوامی شردھانند جیسے لیڈر یہ کہہ کر سکھوں کو مسلمانوں کے بر خلاف اکساتے رہے ہیں کہ "مسلمانوں نے گروؤں کے فرزندوں کو قتل کروایا۔"[1]

ہمیں ہندوؤں پر تو جو افسوس ہے سو ہے کہ وہ واقعات کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں لیکن سکھوں پر بھی افسوس ہے کہ وہ اپنی تاریخ سے آگاہ نہیں پھر یہ ہمارا بھی قصور ہے کہ ہم نہ تو ہندوؤں کے الزامات کا جواب دیتے ہیں اور نہ ہی سکھوں کو ان کی تاریخ سے آگاہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر ہم ان کو ان کی تاریخ کے اصل واقعات دکھا دیں تو وہ ہمارے اور بھی قریب آ جائیں گے۔

برطانوی راج اور مسلم۔ سکھ تعلقات:

سکھوں کی آخری گرو گوبند سنگھ جی نے معاصر ماحول اور اپنی مذہبی اور سیاسی حیثیت کو ایک ظاہری شان و شوکت اور تشخص سے اہمیت دی، اور خالصہ پنتھ کا باضابطہ اعلان کر کے سکھوں کو پہناوے، معمولات، اور معاملات میں روزمرہ زندگی کے لئے کچھ ضابطے اور اصول عطا کیے، اور یہی سکھوں کا خالصہ پنتھ اور خالصہ دھرم ہے۔

> "گرو گوبند سنگھ جی نے خالصہ پنتھ کی تشکیل میں بنیادی سبب ان کے ہندو مذہب سے نفرت کو قرار دیا ہے مگر عملاً خالصہ پنتھ ایک منظم فوجی فرقہ کی صورت بن کر، ہندو سے مذہباً الگ مگر معاشرتاً اسی سماج کے اندر رہتے ہوئے مغل حکومت کی مسلح مخالفت کا جواز، ذاتی انتقام کا شاخسانہ ہے یا سکھ پنتھ کو بچانے یا بڑھانے کا کوئی اقدام ہے۔ تاریخ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خالصہ پنتھ کی تشکیل سیاسی عزائم و مقاصد کی آئینہ دار ہے۔"[2]

---

[1] ایضاً، ص:38

[2] دولت رائے جی، سوانح عمری گرو گوبند سنگھ جی، ص:159

"گرو گوبند سنگھ کی وفات کے بعد بندہ سنگھ بیراگی نے اپنی راجدھانی بنا کر خالصہ راج یا سکھوں کی مذہبی حکومت قائم کی۔ بندہ سنگھ بیراگی نے بہادر شاہ کے زمانے میں سرہند فتح کر کے اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اس نے ماتا گوجری اور دونوں سکھ بچوں کے قتل کا بدلہ سرہند کے بے گناہ شہریوں سے لیا، گورنر وزیر خاں کی لاش کے ٹکڑے کر کے سرہند کے دروازے پر لٹکا دیے، کوئی عورت اور بچہ نہ بچا، یہاں تک کے حاملہ عورتوں کے شکم چاک کرواکرواکر ان کے بچے نکال کر ان کو قتل کروادیا گیا۔ سکھ تاریخ پر اگر کوئی دھبہ ہے تو وہ بابا بندہ کے زمانے کی بربریت ہے۔ پنجاب کی سیاسی تاریخ میں بندہ بیراگی کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کا چالیس سالہ دور حکومت، خود سکھوں کی سیاسی تاریخ کا ایک نایاب اور نادر نمونہ قرار پا گیا ہے، نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کوئی سکھ ریاست پھر سے پنجاب یا اس سے باہر بن سکی۔ لیکن مسلمانوں کے لئے مہاراجہ رنجیت سنگھ کا دور مزید 9 سال تک ایک عذاب اور اذیت کا باعث بنا رہا"۔ [1]

"لاہور میں تسلط قائم کرنے کے بعد رنجیت سنگھ نے اپنے آپ کو اپنے علاقے مربوط کرنے اور اپنی عملداری قائم کرنے کے لئے انتظامات کرنے میں مصروف کر لیا۔ اس کی فوجوں نے اب تک جو کامیابی حاصل کی تھی اور اب جب کہ اس نے پنجاب کے دارالحکومت پر قبضہ بھی کر لیا، اس سے اس کے ہم عصر سرداروں میں اس کے لئے حسد، نفرت اور تنگ دلی کے جذبات پیدا ہو گئے۔ اس سے لاہور کو چھیننے کے لئے جساسنگھ رام گڑھیہ، امرتسر کے گلاب سنگھ بھنگی، گجرات کے صاحب سنگھ بھنگی، وزیر آباد کے جودھ سنگھ اور قصور کے نظام الدین خان کے درمیان ایک طاقتور اتحاد قائم ہو گیا۔ متحدہ افواج جو کئی ہزار مضبوط سپاہیوں پر مشتمل تھیں، لاہور روانہ ہوئیں۔ رنجیت سنگھ اپنی فوج کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے لاہور سے روانہ ہوا۔ دونوں فریقین نے موضع بجسین کے مقام پر دوماہ تک پڑاؤ ڈالے رکھا، بے فائدہ جھڑپیں بھی ہوئیں لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اسی تاخیر کی وجہ سے گلاب سنگھ بھنگی انتقال کر گیا، اس کی موت نے بھنگی سرداروں میں دہشت پھیلا دی۔ اسی کا اثر یہ ہوا کہ متحدہ سرداروں کی فوج منتشر ہو گئی اور اس کے بعد لاہور پر ہمیشہ کے لئے رنجیت سنگھ کا قبضہ ہو گیا۔"[2]

مہاراجہ رنجیت سنگھ انگریزوں کے ساتھ بہت دانشمندی کا برتاؤ کیا کرتا رہا، جب تک وہ زندہ رہا اس نے فرنگی کو اپنے نزدیک آنے بھی نہیں دیا۔ اپنی فوج کو جدید تربیت دینے کے لئے اس نے غیر ملکی لوگوں کو ملازمت تو بے شک دی لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

"1857ء کی جنگ آزادی جو انگریزوں کے خلاف ایک عام بغاوت تھی، اس کا اختتام ناکامی و بربادی پر ہوا۔ سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہو گیا، اور سارے برصغیر پر برطانوی راج مسلط ہو گیا اور مسلمانوں کے اعلی اور متوسط طبقات تباہ ہو گئے۔ مغل سلطنت کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو 1857ء کی جنگ آزادی کے دوران مجاہدین نے سارے ہندوستان کا

---

[1] امرتسری، **سکھ مسلم تاریخ، حقیقت کے آئینے میں**، ص:157

[2] سید محمد لطیف، **تاریخ پنجاب**، ص:679

شہنشاہ تسلیم کر کے جنگ آزادی کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دے دی۔ اگست 1857ء کو انگریزوں نے دہلی کو دوبارہ فتح کر لیا۔ اور بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کر لیا۔ بغاوت کے جرم میں ان پر مقدمہ چلایا۔ 9 مارچ 1858ء کو اس جرم میں جلاوطن کر کے رنگون میں قید کر دیا گیا جہاں 7 نومبر 1862ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح 9 مارچ 1858ء کو مغل سلطنت کا 332 سال بعد خاتمہ ہو گیا۔"[1]

ہندوستان کی علاقائی ریاستوں کے علاوہ لگ بھگ پچیس ہزار جاگیرداروں اور بڑے بڑے زمینداروں کی املاک کو ضبط کر کے انگریزی راج میں شامل کر لیا گیا۔ جس جس علاقے کا الحاق انگریز کرتے گئے وہاں کی بے اندازہ دولت لوٹ لی گئی، انگریزوں نے بڑے زمینداروں کو زمینوں سے بے دخل کر کے ان پر چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کو مقرر کر دیا تھا اور ان پر براہ راست زبردست محصول عائد کر دیا تھا۔ جہاں جہاں انگریز حکومت قائم ہوتی چلی گئی وہاں بے شمار پرانے مندروں اور مسجدوں کی مغلیہ حکومت کی طرف سے دی گئی جاگیریں چھین لی گئیں۔

" انیسویں صدی کے نصف اول کا یہ سیاسی، سماجی اور معاشرتی تاریخ کا منظرنامہ ہے جس نے 1857ء کی جنگ آزادی کو پروان چڑھایا۔ علماء میں بزور شمشیر آزادی حاصل کرنے کا کام سب سے پہلے سید احمد شہید نے شروع کیا۔ سید احمد شہید ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دلی آئے اور شاہ عبد العزیز کی شاگردی اختیار کی، شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبد العزیز کے داماد مولانا عبد الحی، سید احمد شہید کے ساتھ ہو گئے سید احمد شہید نے سکھوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا اور یہ فیصلہ اس لئے کیا گیا تھا کہ سکھ انگریزوں سے معاہدہ کر کے پنجاب میں انگریز نواز حکومت تشکیل دے چکے تھے اور وہاں مسلم اکثریت پر وہی ظلم توڑ رہے تھے جو سرکار انگریز اپنی عملداری میں روا رکھی ہوئی تھی۔ مجاہدین کی جماعت نے پشاور پر قبضہ کر کے 1827ء میں آزاد فلاحی حکومت کی بنیاد ڈال دی، وہاں کے مقامیوں میں سے بہتوں نے سید صاحب کا ساتھ نہیں دیا اور کچھ تو سکھوں کے حلیف بن کر سید صاحب کے خلاف ہو گئے اور یہ تحریک سید احمد اور سید اسماعیل کی شہادت کے بعد بکھر گئی۔ سکھوں کی خالصہ حکومت سید احمد شہید کی شہادت کے چند سال بعد ختم ہو گئی اور انگریزوں نے پنجاب کا الحاق کر لیا۔"[2]

جنگ آزادی کی ناکامی کے اسباب دیکھتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت ستم اس حد تک پروان چڑھ چکا تھا کہ وہاں کے لوگوں کو ملک کی غلامی کا احساس نہیں تھا اور وہ انگریزوں کی مدد کر رہے تھے، اور ان لوگوں میں ایک بڑا ہاتھ کشمیر اور میرٹھ کی فوجوں کے علاوہ سکھوں کا بھی تھا۔

چند غداروں کے خطوط:

---

[1] چوہدری محمد علی، **ظہور پاکستان**، (لاہور، مکتبہ کارواں، س۔ن)، ص:15

[2] محمد مظفر الدین فاروقی، **ہندوستان میں مسلم دور حکومت کا خاتمہ**، (نئی دہلی: ایم آر پبلیکیشنز، 2007ء)، ص:56

جنگ آزادی میں اگر غداروں کی جماعت ایک طرف براہ راست انگریزوں کی عسکری مدد اور دوسری طرف شاہی دربار اور مجاہدین کا اعتماد حاصل کر کے ان کی جنگی مشاورتی کونسل میں شامل ہو کر ان کے منصوبوں کی اطلاع انگریزوں کو فراہم نہ کرتی تو اس جنگ کا نقشہ شاید کچھ اور ہی ہوتا۔

کرنل گریٹ ہیڈ سکھ رجمنٹ کو لے کر دہلی کے محاذ پر پہنچا، اور بعد میں سکھ کیولری کی ایک بڑی تعداد گولہ بارود اور سامان رسد لے کر دہلی کے محاذ پر پہنچ گئی۔ پنجاب کے بہادر اور تربیت یافتہ سکھ، کشمیر کے ڈوگرا حکمران، وسط ہند کے راجپوت والیان ریاستم شمال میں نواب رام پور، گوالیار کے سندھا اور دکن کی مملکت آصفیہ انگریزوں کی مدد روپیہ اور فوج سے کر رہے تھے۔ ان کے علاوہ چند سکھ غداروں کے خطوط درج ذیل ہیں:

جواہر سنگھ: "میں نے باغی فوج کے پانچ ہزار اور سات ہزار کے درمیان سپاہیوں کو انگریزی کیمپ پر حمل کرنے کے لئے شہر سے باہر جاتے دیکھا ہے۔ میں نے بعض باغیوں کو آپس میں گفتگو کرتے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ انہیں چاہیے کہ انگریزی کیمپ پر عقب سے اور سامنے سے دوبارہ پوری قوت کے ساتھ جم کر حملہ کرنا چاہیے تاکہ یا تو وہ انگریزی فوج پر فتح پا لیں یا لڑتے ہوئے شہید ہو جائیں۔ ان کا ارادہ ہے کہ جالندھر کی فوج آنے کے بعد انگریزی فوج کو باغپت اور سونی پت سے آنے والی کمک کو راستے میں ہی روک کر تباہ کر دینا چاہیے۔"

ہرچند، گوسائیں: "اجمیری دروازے کے قریب ایک توپ نصب ہے روہیل کھنڈ سے آئی ہوئی فوج دہلی دروازے کے قریب مقیم ہے، یہ فوج درج ذیل حصوں میں تقسیم ہے۔

1. انفنٹری، پانچ رجمنٹ
2. کیولری، ایک رجمنٹ
3. توپیں، 9
4. 9 لاکھ خزانہ
5. 800 گھوڑے
6. 400 غازی بھی ہیں۔"

میگھ راج: "تین توپوں سمیت، 11 ویں ارریگولر رجمنٹ اور اکا دکا پلٹنوں کی آدھی فوج تین توپوں سمیت جھانسی سے دہلی پہنچنے والی ہے۔ ان کے استقبال کے لئے فوج کے ایک سو سوار دریائے ہند کے کنارے موجود ہوئے۔ جھانسی کی فوج اپنے ساتھ جو خزانہ لائی ہے وہ مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم ہوا۔

1. سوار:610روپے
2. سردار:عہدے کے مطابق
3. سپاہی:400روپے
4. کاریگراور مددگار:100روپے
5. غرباوفقراء:25روپے
6. چوکیدار:50روپے"

مان راج:"کل نجف میں 500 سوار موجود تھے، یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ دہلی فوج کا حصہ ہیں یا باغی ہیں۔ بلب گڑھ سے بھی کچھ فوج یہاں آئی ہے، شاہدرہ کی جانب سے آنیوالے سواروں کو شہر سے باہر کسی مہم پر بھیج دیا گیا تھا اب یہ لوگ واپس دہلی آرہے ہیں۔ باغیوں نے ابھی تک شہر کے باہر کوئی توپ خانہ قائم نہیں کیا۔ نہ ہی سرنگیں بچھائی ہیں، لیکن اب یہ سرنگیں بچھانے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ اور فوج پل کی مرمت کرنے کے لئے بے چین ہے۔"[1]

ان نامساعد حالات کے باوجود انقلابی فوج، اس کے رہنما اور خاص طور پر علماء نے وطن اور ملک کو آزاد کرانے کے لئے جو قربانیاں دی ہیں وہ ہماری تاریخ کا ایک قابل فخر باب ہے۔

مغل بادشاہوں کے ساتھ گوروصاحبان کے نہایت خوشگوار تعلقات تھے۔ جہاں مسلمان بادشاہوں نے گوروصاحبان کے ساتھ نہایت دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم کئے تھے وہاں سکھ صاحبان نے بھی مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ اور خوشگوار تعلقات قائم رکھے ہیں۔ یہاں وہ وجوہات تفصیلاً بیان کی گئی ہیں کہ جن کی بدولت مسلم۔سکھ دوستی اور برادرانہ تعلقات دشمنی اور نفرت میں تبدیل ہوگئے۔ ان تمام واقعات اور اس کے پس پشت ہندوؤں کی سازشوں کے ذریعے ان تمام سوالات کا جواب پیش کیا گیاہے۔

---

[1] سید عاشور کاظمی، **اس گھر کو آگ لگ گئی**، (نئی دہلی، انجمن ترقی اردو، 1993ء)، ص:90

خلاصہ باب:

اس باب میں سکھ مت کے بانی بابا گرونانک کے مسلمانوں کے ساتھ تعلق، اور ان کا خلوص، پیار اور محبت بہت تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ بابا گرونانک کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے جو محبت اور احترام موجود تھا اور جس کی وہ اپنے پیروکاروں کو تعلیم دیتے تھے، اس کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالی اور حضرت محمد ﷺ کی محبت اور اطاعت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے، علامہ اقبال کی بابا گرونانک پر نظم "نانک"، اور پھر خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر، شیخ فرید ثانی، پیر جلال، میر سید حسن سے تعلقات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان کے علاوہ بھائی مردانہ، رائے بولار، نواب دولت خان، شہنشاہ بابر اور نواب فیض طلب خان سے بھی بابا گرو نانک کے اچھے تعلقات کا ذکر ملتا ہے۔

بابا گرونانک کی اسلام اور مسلمانوں سے محبت صرف انہی تک محدود نہیں رہی بلکہ آپ نے اپنے پیروکاروں کو بھی اس کی تلقین کی، یہی وجہ ہے کہ دس گروصاحبان کے بھی مسلمانوں خصوصاً مغل حکمرانوں (ماسوا چند غلط فہمیوں کے) کے ساتھ بہت اچھے تعلقات رہے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے پانچ گروصاحبان کے مسلمان حکمرانوں کے ساتھ تعلقات بھت اچھے تھے جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ سراسر اہل باطن تھے اور حکومت سے ان کا کوئی سروکار نہیں تھا۔

بابا گرونانک اور سکھ مت سے عداوت رکھنے والوں کو یہ ہرگز برداشت نہ تھا کہ سکھ مسلم دوستی قائم رہے اسی وجہ سے انہوں نے سازشیں کرنا شروع کر دیں۔ جس کی وجہ سے یہ دوستی، دشمنی کا رخ اختیار کر گئی۔ گرو ارجن کا قتل، گرو تیغ بہادر کا قتل اور گرو گوبند سنگھ کے دو بچون کا قتل وہ الزامات ہیں جنھوں نے مسلم - سکھ تعلقات کی تہہ میں زہر گھول کر رکھ دیا۔

باب سوم

عصر حاضر میں مسلم۔ سکھ روابط

فصل اول: قیام پاکستان کے دوران سکھوں کا رد عمل

فصل دوم: پاکستان میں سکھ مت کے مذہبی مقامات

فصل سوم: مسلم۔سکھ ثقافتی و معاشرتی روابط

تمہید:

مقالہ کے باب سوم میں قیام پاکستان کے دوران سکھوں کا کردار بیان کیا گیا ہے، جس کا آغاز تحریک آزادی کی مہم سے کیا گیا اور مسلمانوں پر سکھوں کے ظلم و ستم کو بیان کیا گیا ہے جو محض لالچ و حرص کا نتیجہ تھا اور ہندوؤں نے سکھوں کو اپنا آلہ کار بنا کر یہ ظلم کروائے اور سکھوں کو اس بات کا اندازہ بھی نہ ہوا۔ یہ ظلم تحریک پاکستان تک ہی نہیں رہا بلکہ آزادی پاکستان اور ہجرت کے دوران بھی جاری رہا۔

قیام پاکستان کے بعد مذاہب عالم کی مذہبی آزادی اور آئین پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق اور تحفظات کو تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ پاکستان میں سکھوں کے مذہبی مقامات کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، ان مقامات کا پس منظر اور سکھوں کے لئے ان کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ مسلم-سکھ برادری کے ثقافتی و معاشرتی تعلقات کو بیان کیا گیا ہے۔ قیام پاکستان کے دوران اور بعد میں بھی سکھوں کے لئے قائداعظم محمد علی جناحؒ کی کاوشیں اور ان کے مطالبات بیان کیے گئے ہیں، جن کو سکھوں نے بڑی سفاکی سے نظر انداز کر دیا۔ پاکستان میں آنے والے سکھوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے تحفظات نیز ان کے مذہبی مقامات کی دیکھ بھال کا ذکر کیا گیا ہے۔

فصل اول

قیام پاکستان کے دوران سکھوں کا ردعمل

بر عظیم پاک وہند کی سیاسی تاریخ میں 1940ء کا عشرہ اس کی جدید جغرافیائی صورت گری کے اعتبار سے فیصلہ کن مراحل اور مسائل کا حامل ہے۔ تحریک پاکستان سے لے کر قیام پاکستان تک کا سفر ذیل میں مجملاً بیان کیا جارہا ہے:

تحریک پاکستان اور سکھوں کا رویہ

جب ہندو مسلم دو قومی نظریہ پر جداگانہ حیثیت پر بحث، مباحثہ ہندوستان بھر میں جاری تھا، خود سکھ حلقوں میں مذہبی اور سیاسی ہی نہیں، علمی اور ادبی سطح پر اس امر کا اظہار بلکہ اصرار کیا جارہا تھا کہ خالصہ پنتھ کے قیام کا مقصد مغل سلطنت کو گرانا تھا۔

مغل دشمنی کا الاؤ گول میز کانفرنسوں 1930ء تا 1932ء کے ان سیاسی احوال کا بھی عکس ہے، جو لندن میں ہندوستانی، مسلم اور ہندو زعماء کی گول میز کانفرنسوں میں ہندو، مسلم مطالبات کا آئینہ ایام ہیں، جہاں پر گاندھی نے اچھوت طبقے کو ہندوؤں سے الگ قوم ماننے سے انکار کر دیا تھا، اور سکھ تو ایسے ہی ہندوؤں کے نفس ناطقہ (ہتھ ٹھوکا) بنے ہوئے تھے۔ ان ایام میں ماسٹر تارا سنگھ سکھوں کے بے تاج بادشاہ تھے۔ 1920ء میں جب پنجاب میں موجود گردوارے ہندوؤں سے بزور خالی کروائے تو بہت سے لوگوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ہندوؤں کا مذہبی مقامات سے صفایا ہی سکھوں کی سیاسی زندگی کی انگڑائی بن گیا۔ سکھ ہندو آویزش کے ان ایام میں سکھ ہندوؤں کے سخت خلاف تھے۔ اس کے نتیجہ میں ہندوؤں نے سکھوں کو اپنے معاشرے سے باہر نکلنے سے روکنے کی مہم چلادی۔ یہ دیکھ کر سکھ ہندوؤں کے ممنون ہونے لگے۔ وہ مہم یہ تھی کہ "ہر ہندو گھرانے میں ایک بچہ کو سکھ بنایا جاتا تھا، اس طرح پنجاب میں سکھ سنگت نہال اور خوش ہوگئی کیونکہ اس سے سکھوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ حالانکہ یہ ہندوؤں کی ایک چال تھی۔ اسی چال میں سے ہندوؤں کا ایک سکھ بچہ ماسٹر تارا سنگھ بنا۔"[1]

ہندوؤں کی اس چال نے بالآخر سکھوں کو تنزلی کی طرف دھکیل دیا، اور ان کی سیاسی جدوجہد کے موڑ پر ان کی مذہبی لہر کو اپنے مقاصد میں استعمال کیا، اس کا صحیح اندازہ قیام پاکستان کی تحریک اور تقسیم پنجاب کے مطالبے اور اس کی تقسیم کے مراحل میں، سکھوں نے جس بے دردی اور سفاکیت سے مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا خون کیا ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا۔ بندہ بیراگی کی ماضی کی اس تلخ روایت کو ایک بار پھر تاریخ نے دھرا دیا جب 1947ء میں مشرقی پنجاب میں

---

[1] ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی، "سکھ، مسلم تعلقات"، (مقالہ برائے پی ایچ ڈی، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 2007ء)، ص:163

ماسٹر تارا سنگھ کی قیادت میں سکھوں نے وہی سلوک دہرایا جب مسلمان 1947ء میں پاکستان چلے گئے تھے اور کئی عورتیں رہ گئی تھیں تو سکھوں نے ان سے شادی کرلی تھی، اور سکھ عموماً مسلمان عورتوں کو موقع ملنے پر گھروں میں ڈال لیتے تھے۔[1]

سکھ دانشوروں میں ایسے باضمیر افراد کی کوئی کمی نہیں ہے جنہوں نے سکھ سیاست اور کانگرسی قیادت کے بے جوڑ اور بے اصل ملاپ کا اعتراف کیا ہے۔ سردار گوربخش سنگھ نے یہ بھی کہا ہے کہ:

"1940ء میں جو کچھ ماسٹر تارا سنگھ نے لاہور میں کیا ہے اس پر ہندوؤں نے ان کو اپنا ہیرو مان لیا ہے، اور کانگرس کے اشارے پر ہی سکھ، پاکستان کے قیام کے خلاف بھڑک اٹھے تھے"[2]

سکھوں کے آلہ کار بننے اور بھارت کے مستقل غلام بننے پر سردار کپور سنگھ بیان کرتے ہیں کہ:

"اگست 1947ء کے دوسرے حصے میں جب پنجاب کے دونوں حصوں میں سکھ اور مسلمان پنجابی ایک دوسرے کو قتل کرنے میں مصروف تھے تو بھارت کے انگریز گورنر جنرل لاڈر ماؤنٹ بیٹن نے سردار پٹیل سے کہا کہ آپ نے سکھوں کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ بے وقوف خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑا مار چکے ہیں اور موقع ضائع کر چکے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ سکھوں کو ادنی اور غلام بنانے کی ایک ملی بھگت اور سازش تھی۔"[3]

1940ء میں ماسٹر تارا سنگھ نے پاکستان مردہ آباد کا نعرہ بلند کیا، پھر پنجاب تقسیم کروایا، اور پھر پورے مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے وجود کو نابود کر کے رکھ دیا، ان کی قیادت میں سکھوں نے جس قدر منظم اور مسلح جتھوں کے ذریعے لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا، وہ مسلمانوں کی نسل کشی سے کہیں زیادہ انسانیت کے خلاف سکھ سیاست کی جنگ عظیم سوم ہے۔

مسلمانوں پر ظلم کرنے کی صورت میں سکھوں کے ساتھ سلوک

اسی قتل وغارت گری کے دوران ایک کانگرسی لیڈر نے ماسٹر تارا سنگھ کو تین لاکھ روپے بھیجا اور ایک فوجی افسر کے ذریعے بموں کی بھری ہوئی لاری بھیج کر یہ لالچ دیا گیا کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کو ختم کرنے سے سکھ اکثریت بن جائیں گے اور مستقبل میں یہ سکھ سیاست اور سکھ حکومت کے قیام میں بڑی موزوں صورتحال ہو گی۔ اور سکھوں کی ایسی حرکات کا پھل ان کو

---

[1] گیانی، **تواریخ گرو خالصہ**، ص:269

[2] سردار گوربخش سنگھ، **ماہنامہ پریت لڑی (گورمکھی)**، (چندی گڑھ، اکتوبر 1956ء)، ص:27

[3] سردار کپور سنگھ، **ساچی ساکھی (گورمکھی)**، (جالندھر، راج روپ، 1972ء)، ص:132

اکتوبر 1947 میں ملا کہ مشرقی پنجاب کے گورنر چندولال ترویدی نے صوبہ بھر میں تمام ڈپٹی کمشنروں کو ایک سرکلر بھیج دیا جس کا ذکر سردار حکم سنگھ نے کل ہند کانفرنس منعقدہ لدھیانہ 1951ء میں خطاب کے دوران کیا کہ:

"سکھ بحیثیت مجموعی بدمعاش لوگ ہیں ان کو یکجا بسنے، بسانے سے گریز کیا جائے، یہ جرائم پیشہ قوم ہے ان پر جتنی ہو سکے سختی کی جائے، سکھ ڈاکو ہے سکھ چور ہے سکھ شرابی ہے یہ آوازیں گونجنے لگیں، سکھ امن پسند ہندوؤں کو دکھ دیں گے اس لئے ان کو سختی اور مضبوطی سے دبا دیا جائے۔"[1]

1947ء کے ان کارناموں کے بعد ماسٹر تاراسنگھ نے آزادی کے سات برس بعد 1954ء میں بھارت کے پردھان منتری کو سکھوں کے ساتھ انصاف اور وعدوں کی یاد دھانی کرائی تب پنڈت جواہر لعل نہرو نے کہا کہ "اب وقت بدل گیا ہے، سکھ اچھی طرح جانتے ہیں۔"[2]

1946ء میں سکھوں نے کابینہ مشن کے سامنے اپنے تمام مطالبات پیش کیے ان کو سنجیدگی سے نہ لیا گیا اور کوئی اہمیت نہ دی گئی۔ یہ معاملہ سکھوں کے بے تاج بادشاہ ماسٹر تاراسنگھ کی غلطی کا نتیجہ تھا کہ وہ گاندھی جی کی زبانی کلامی گارنٹی پر ایمان لے آئے اور ان سے کہا کہ ہندو اور سکھ ایک ہیں اور ایک ہی رہیں گے۔ ماسٹر صاحب کی اس کم عقلی نے سکھ قوم کو اس کنویں میں دھکیل دیا ہے کہ جس سے سکھ قوم بمشکل ہی نکل سکے گی، اور نہ ماسٹر تاراسنگھ اب سکھ قوم کو اس کنویں سے نکال سکتا ہے۔ ماسٹر تاراسنگھ کو سکھ مذہبی تاریخ میں گروصاحبان کے ساتھ، ہندو برہمنوں کے رویے اور سلوک کا ادراک اور احساس ہونا چاہیے تھا۔

سکھوں کی مطالبات اور ماسٹر تاراسنگھ کے مفادات

برصغیر پاک وہند کی آزادی کے وقت ماسٹر تاراسنگھ نے اس تقسیم کے خلاف آواز اٹھائی، اور پاکستان کے سوال پر لاکھوں روپیہ جمع کیا، اور متعدد کانفرنسیں بھی کیں اور اپنی نادان عقل کی وجہ سے اور ذاتی اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے، سکھ قوم کو پھر دھوکہ دیا۔ اور لاہور سے پشاور تک جل رہے علاقے کے وقت خود بنگال میں جا بیٹھے۔ تاہم اس صورتحال کے بعد سکھ حلقے اس حقیقت کو سمجھ گئے تھے کہ ماسٹر تاراسنگھ ذاتی طور پر مفادات کا اسیر تھا، جس نے سکھ قوم کا سودا کر کے اپنی جائیداد اور اولاد کے لئے سکھ قوم کے تمدنی مفادات پس پشت ڈال رکھے تھے۔

"1940ء میں جب قائداعظم مسلم ہندو دو قوموں کی علیحدگی کے لئے اجلاس کر رہے تھے وہاں ماسٹر جی لاہور پر قبضہ کرنے کے خواب میں پاکستان کے خلاف ڈٹ گئے۔ اور یہ سچ ہے کہ قیام پاکستان کے خلاف سنگھوں اور سکھوں کو بھڑکانے کا کارنامہ

---

[1] سردار حکم سنگھ، **پرودھانگی ایڈریس (گورمکھی)**، (اکالی کانفریس لدھیانہ، 1951ء)، ص:20

[2] سردار کپور سنگھ، **ساچی ساکھی (گورمکھی)**، ص:177

ماسٹر تاراسنگھ کے سیاسی عزائم کی چت (لکڑیوں کا ڈھیر) ابن گیا، جس میں مسلمانوں کی لاکھوں لاشیں، مسلم خواتین کی عصمتیں، جائیدادیں، مسجدیں، خانقاہیں، مزار اور مرغزار سارے کے سارے بھسم ہو گئے۔"[1]

ماسٹر تاراسنگھ نے تقسیم پنجاب سے قبل لاہور اسمبلی کے دروازے پر میان سے تلوار نکال کر ڈائریکٹ ایکشن کی دھمکی دی اور للکار کر کہا کہ پنجاب میں ایک بھی مسلمان نہ رہنے دیا جائے گا، مگر اس ڈائریکٹ ایکشن کا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب کی زمین خون سے رنگی گئی۔ 1948ء میں ماسٹر تاراسنگھ حکومت ہند کو ناصحانہ مشورے اور مطالبات کی طرف متوجہ کرتے نظر آتے ہیں، اپنے ماہنامہ میں رقمطراز ہیں کہ:

> "سرکار کو چاہیے کہ جتنی زمین اور جائیداد سکھ ہندو مغربی پنجاب اور سندھ، بہاول پور وغیرہ میں چھوڑ آئے ہیں، اتنی پوری کرنے کے لئے ہندوستان کے باشندے، مسلمانوں سے خالی کروائی جائے، یہاں مسلمانوں سے اتنی جائیداد خالی کروا کے ہمارے بھائیوں کو دی جائے، جتنی کہ وہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔"[2]

یہ اسی تنازع کا نتیجہ ہے کہ بھارت کے دارالحکومت دہلی میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا، یہاں تک کہ مسلمان، پرانی دلی کے لال قلعہ اور ہمایوں کے مقبرے میں محصور ہو گئے۔ ماسٹر تاراسنگھ اور شرومنی اکال دل کے ذریعے پوری سکھ قوم کو مشرقی پنجاب میں مرتکز کرنے کے لئے یہ سیاسی اور انتظامی جتن بھی ماسٹر تاراسنگھ کا سکھ کارنامہ ہے، حالانکہ سکھ سلسلے کے بانی بابا گرونانک جی کا جنم اور موت دونوں کا مرکز پاکستان کا علاقہ ننکانہ صاحب اور راوی کے کنارے کرتارپور ضلع نارووال ہے۔

پنجاب کی سیاست میں سکھوں اور مسلمانوں کا کردار

پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے اسلامی مشن کا کام بھی تیز کر دیا گیا۔

> "The Pirs, Sajjada Nishins and Mushaikhs and Ulemas of Islam in the Punjab and outside Punjab seeing in the achievement of their goal by the Muslim League, an opportunity of the revival of their temprol [jsic] power besides the extension of their spiritual or sharai power upon an unprecented scale, were exhorted by the All-India Jamiat-ul-ulema-i-Islam to mobilize all the forces of Islam in support of the muslim [jsic] League."[3]

---

[1] تیمی، "سکھ، مسلم تعلقات"، ص:180

[2] ماسٹر تاراسنگھ، **ماہنامہ سنت سپاہی (گورمکھی)**، (امرتسر مئی، 1948ء)

[3] Petek Sgragg, "The Muslims of the Punjab and their politics (1936-1947)", (PhD, University of London, 1984), P:289.

پنجاب اور پنجاب سے باہر کے پیروں، سجادہ نشینوں، مشائخ اور علمائے اسلام نے مسلم لیگ کی طرف سے اپنے مقصد کے حصول کو دیکھتے ہوئے، اپنی روحانی یا شرعی طاقت کو غیر معمولی پیمانے پر پھیلانے کے ساتھ ساتھ اپنی دنیاوی طاقت کے احیاء کا ایک موقع، آل انڈیا جمعیت العلمائے اسلام کی طرف سے مسلم لیگ کی حمایت میں تمام اسلامی قوتوں کو متحرک کرنے کی تلقین کی۔

پنجاب اسمبلی میں پنجاب بھر کی نمائندگی کے اعتبار سے مسلم لیگ ہی بڑی پارلیمانی پارٹی کے طور پر سامنے آئی تھی اس اعتبار سے خضر حیات (ایک غیر لیگی مسلمان رکن) کی مخلوط وزارت بھی عوام کی نمائندہ وزارت ہرگز نہ تھی، حالانکہ 1946ء-47ء میں پنجاب کے انتخابات کے بعد کی صورت حال کے پیش نظر یہ بات یقینی تھی کہ پنجاب میں مسلم لیگ اور سکھوں کے تعاون سے مخلوط حکومت قائم ہوتی، عین اسی وقت کانگرس کی طرف سے مولانا ابو الکلام آزاد مسلمانان پنجاب کو اپنے جائز حق سے محروم کرنے کے مقدس مشن کو لے کر لاہور پہنچے، لیگ نے پنجاب کی وزارت میں سکھوں کو پانچ نشستیں پیش کیں اور ہر قسم کی مراعات دینے کا اعلان کیا لیکن مولانا نے سکھوں کو ایسے سبز باغ دکھائے کہ انہیں پنجاب میں لیگ کے اقتدار میں پاکستان نظر آنے لگا اور انہوں نے غیر لیگی وزارت میں صرف ایک نشست اس لئے لے لی کہ اس طرح پنجاب میں لیگی وزارت کے امکانات کم ہو سکیں گے۔[1]

> "پنجاب میں مسلم نشستوں میں 88 سے 78 مسلم لیگ کے پاس تھیں، کانگرس کے تمام ہندو، ممبران اسمبلی تھے جن کی تعداد 51، اور سکھ پارٹی کے 23 ارکان تھے خضر حیات کی پارٹی کے پندرہ جاٹ سکھ اور مسلم ارکان ملا کر کل اٹھارہ ممبران بنتے تھے جن میں مسلمان نمائندے صرف چھ تھے اور یہ سب کچھ صرف ماسٹر تارا سنگھ کی منصوبہ بندی کا عکس ظاہر کرتا ہے کہ وہ سکھ سلطنت کو اپنا ورثہ سمجھ کر پنجاب میں مسلمانوں کی حکومت کے قیام میں رخنہ اندازی کر رہے تھے ان کی اشتعال انگیزی کا نقطہ عروج پنجاب میں سکھوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام کا توشہ تاریخ بھی ہے"۔[2]

برطانیہ (لندن) میں گول میز کانفرنس کے دوران وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے دفاع کے رکن سردار بلدیو سنگھ بیان کرتے ہیں کہ دسمبر 1946ء میں انگلستان میں جناح نے مجھے کہا کہ:

> "بلدیو سنگھ آپ ماچس کی یہ ڈبیہ دیکھ رہے ہیں اگر مجھے اس سائز کا پاکستان بھی ملا تو میں اسے بخوشی قبول کر لوں گا مگر مجھے آپکے تعاون کی ضرورت ہے جو آپ سکھوں کو یہ سمجھا سکیں کہ وہ مسلم لیگ

---

[1] ماہنامہ طلوع اسلام، (لاہور، اگست 1947ء) ص:34

[2] تمیمی، "سکھ، مسلم تعلقات"، ص:191

سے تعاون کریں تو ہمیں ایک شاندار پاکستان مل جائے گا جس کی سرحدیں اگر دہلی کے اندر نہیں تو دہلی کے قریب ضرور ہوں گی۔[1]

فروری 1947ء کو جب پنجاب میں مسلم لیگ کی طرف سے سول نافرمانی کی تحریک زوروں پر تھی تو نہ صرف تارا سنگھ نے کہا "مسلم لیگ والے شہری آزادی کے نام پر جلوس نکال نکال کر ہندوؤں اور سکھوں کو مرعوب کر رہے ہیں دراصل ان کا مقصد پنجاب کی وزارت کو توڑنا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پنجاب میں خالص اسلامی راج قائم کر لیا جائے لیکن سکھ پنجاب کی سرزمین پر پاکستان ہرگز نہ بننے دیں گے۔"[2]

جب مسلم لیگ کو اپنی تحریک میں فتح حاصل ہوئی تو ماسٹر تارا سنگھ کی قیادت میں سکھ ممبران پاکستان مردہ آباد کے نعرے لگانے لگے اور تصادم کا خطرہ پیدا ہو گیا، ماسٹر تارا سنگھ کی جانب سے جس جنگ کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں وہ بالآخر شروع ہو گئی تھی تب قائداعظم محمد علی جناحؒ اور مسلم لیگ کے زعماء نے سکھوں کو ان کی تعداد اور علاقے سمیت بڑی مناسب اور مثالی پیشکش کی مگر ماسٹر تارا سنگھ کانگرسی وعدوں میں محصور تھے اور وہ پاکستان یا مسلمان سے بات تک کرنا گوارا نہیں کرتے تھے۔

پاکستان اور پنجاب کے مسلمانوں کے خلاف جس طرح جنگ مسلط کر کے مسلمانوں کا صفایا کیا گیا وہ تاریخ میں سکھ مسلم تعلقات کی وہ خونی بنیاد ہے جس کا کوئی سا اخلاقی یا قانونی جواز نہیں ملتا مگر اس منصوبہ بندی کی گرہیں صاف طور پر بیان کرتی ہیں کہ مقاصد واضح تھے اور حدف طے شدہ۔

1. مسلمانوں کی زندگیاں اور جائیدادیں تباہ کرنا
2. مسلمانوں کو مشرقی پنجاب سے باہر نکالنا
3. جمنا سے چناب تک کا علاقہ سکھوں کی ملکیت ہے۔

بالآخر ماسٹر تارا سنگھ اور ان کی فوج نے مسلمانوں کو مارنا شروع کیا یہاں تک کہ مشرقی پنجاب کے سکھ مقدس شہر امرتسر اور مغربی پنجاب کے شہر لاہور کو مسلمانوں کی قتل و غارت گری کا سامنا کرنا پڑا۔

سال بھر کے بعد مسلم لیگ کی تحریک سول نافرمانی کے نتیجے میں اور تقسیم ہند کو سامنے نظر آتا دیکھ کر ایک طرف خضر حیات نے استعفیٰ دے دیا اور دوسری طرف ہندوؤں اور سکھوں کو پنجاب اپنے اقتدار سے نکلتا ہوا دکھائی دیا یہ ان کے لئے ناقابل

---

[1] سٹینلے واپرٹ، **جناح آف پاکستان**، ترجمہ مجاہد، (لاہور، قومی ڈائجسٹ، 1984ء)، ص: 316

[2] مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش، **اخراج اسلام از ہند**، (لاہور، تاج کمپنی لیمیٹڈ، 1948ء)، ص: 23

برداشت تھا ہندو سکھوں کو شہہ دے رہے تھے کہ اگر تم ہمت کرو تو پنجاب میں مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا جائے گا اور پنجاب کا اقتدار ہمارے ہاتھ میں ہی رہے گا۔[1]

ماسٹر تارا سنگھ نے 22 مارچ 1947ء کو ایک پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ سکھ حسب ذیل صورتوں کے علاوہ راضی نہ ہوں گے:

1. "اسمبلی میں سکھوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کا تناسب 30،30 اور 40 فیصد ہو
2. سکھ وزیر اعظم مقرر کیا جائے
3. پنجاب کے حصے بخرے کیے جائیں
4. گورنری راج قائم کیا جائے۔"[2]

"The Provincial Muslim League leadership had agreed to the Panthic Sikh group's demand of a 25 per cent share of all Ministerial and Service appointments, negotiations had collapsed over the Provincial League's blunt refusal to define the position which Sikhs would occupy in a Muslim State."[3]

صوبائی مسلم لیگ کی قیادت نے پنتھک سکھ گروپ کے تمام وزارتی اور خدماتی تقرریوں میں 25 فیصد حصہ دینے کے مطالبے سے اتفاق کیا لیکن مسلم ریاست میں سکھ کس مقام پر فائز ہوں گے، اس کی وضاحت کرنے سے صوبائی لیگ کے دوٹوک انکار پر مذاکرات ختم ہو گئے۔

لیکن اس ایک سال کی مدت میں حالات اتنے خراب ہو چکے تھے کہ اس قسم کے سمجھوتے کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔ انہی حالات میں 14 گست 1947ء سے ایک روز قبل قائد اعظم محمد علی جناح کو قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا گیا تھا۔ ان دنوں کی سیاست اور ماسٹر تارا سنگھ، گیانی کرتار سنگھ، جن کی پشت پر سکھوں کی فوج کے علاوہ سکھ ریاستوں کے اسلحہ اور افراد کا پورا مال میسر تھا، تو ظاہر ہے یہ سب کوئی واقعاتی یا جذباتی رد عمل نہیں تھا بلکہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ کرپال سنگھ کہتے ہیں:

"The proposed Sikh state was to consist of the territories of Central Punjab with Division of Lahore, Jullundur, Parts of Ambala, Multan Division with the area comprised of Sikh states and maler kotla with certain hills in the north and north-east."[4]

---

[1] ڈاکٹر محمد سلیم، **قائد اعظم محمد علی جناح**، (لاہور، قومی پبلشرز، 1998ء)، ص: 347

[2] میکش، **اخراج اسلام از ہند**، ص: 136

[3] Sgragg, "The Muslims of the Punjab and their politics (1936-1947)", P:306

[4] Kirpal singh, *The partition of the Punjab*, (Patiala, Punjabi University, 1972), P: 16

سکھ اس بات پر مصر ہو چکے تھے کہ وہ پاکستان جو ایک مسلم مملکت ہے ان کا عمومی طور پر گزارا مشکل ہو جائے گا اسی لئے وہ الگ ریاست بنانے کے لئے، پنجاب کی تقسیم چاہتے تھے اور یہ کہ مشرقی اور مغربی پنجاب میں آبادی کے تناسب سے جائیدادیں خرید و فروخت کر دی جائیں۔

ماسٹر تارا سنگھ نے 1947ء کے ایک بیان میں پنجاب کی تقسیم کا مطالبہ کیا تھا کہ ایک صوبے میں مسلم پنجاب، دوسرے میں ہندو، سکھ بلکہ مسلم شامل رکھ کر پنجاب بنا دیا جائے، اس بارے میں انہوں نے برطانوی ہند میں اڑیسہ، بہار اور سندھ کی مثالیں بھی دی تھیں کہ وہ ملکی وحدت کو نقصان پہنچائے بغیر الگ یونٹ کے طور پر صوبائی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ لیکن یہ تمام تر مطالبات اور ان کی صورتیں 1946ء کے انتخابات سے پہلے کی باتیں تھیں، 1946ء کے انتخابات نے یہ ثابت کر دیا کہ پنجاب کے مسلمان نہ صرف بھاری اکثریت میں ہیں بلکہ پاکستان کے مطالبے کے لئے پشت پناہ ہیں۔

مسلم لیگ اور قائد اعظم کی کاوشوں کے باوجود سکھ رہنما مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف ضدی رویہ اختیار کر کے اڑے رہے، وجہ یہ نہ تھی کہ انہیں مستقبل میں کوئی معقول سیاسی پیش کش نہ کی ہو بلکہ ان کے ماضی کے مزاج کو بدلنا مسلمانوں یا مسلم لیگ کے بس کی بات نہ تھی۔ جس کی نشاندہی اس بات سے ہوتی ہے کہ

1. "اٹھارویں صدی کے مغل عہد میں سکھوں کے ساتھ ہوئی تلخیوں کو اپنے مذہبی معاملات میں مداخلت اور ظلم و زیادتی کا عقیدہ بنائے ہوئے تھے، جس کے باعث مسلمانوں سے یہ نفرت اور تلخی ان کے مزاج کا معمول بن گئی۔
2. پاکستان کا قیام اور بعد میں مسلم اکثریت کی حکومت ان کے ماضی کے اس سہانے سپنے کو نیند سے بیدار کرنے والی بات تھی کہ جس مسلمان قوم اور پنجاب پر وہ ایک سو سال پہلے حکمران رہ چکے ہیں انکی رعایا بن کر کیونکر رہیں۔"[1]

ان ہر دو سیاسی و مذہبی نوعیت کے احساس انتقام اور احساس برتری نے انہیں مسلمانوں سے ہاتھ ملانے اور ایک ساتھ رہنے سے الگ کر دیا یہاں تک کہ وہ پاکستان میں واقع اپنے مقدس ترین مقامات، ننکانہ صاحب، سچا سودا، حسن ابدال، لاہور اور کرتارپور کے علاوہ ایمن آباد تک کے مذہبی مقامات سے منہ موڑ کر بھارت کا حصہ اور قصہ بن گئے۔

[1] تمیمی، "سکھ، مسلم تعلقات"، ص:208

حد بندی کمیشن

27جون 1947ء کو پاکستان اور ہندوستان کی سرحدیں طے کرنے کا اصولی فیصلہ ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں دو کمیشن تشکیل دیئے گئے، ایک پنجاب کی سرحدوں کا تعین کرنے کے لئے اور دوسرا بنگال کی تقسیم کے دونوں حصوں کی سرحدیں متعین کے کرنے کے لئے قائم کیے گئے۔ قائد اعظم یہ چاہتے تھے کہ برطانیہ کے تین لارڈز سرحدیں تعین کرنے والے کمشنوں کے غیر جانبدار ارکان ہوں گے مگر بتایا گیا کہ وہ بوڑھے ہو چکے ہیں ہندوستان کی گرمی برداشت نہیں کریں گے۔ تاہم لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم کو 23جون 1947ء کو بتایا کہ برطانیہ کے سر سیرل ریڈ کلف متفقہ طور پر دونوں کمشنوں کے چیئر مین مقرر ہوئے ہیں، جس کے نتیجے میں ریڈ کلف 8جولائی 1947ء کو نئی دہلی پہنچے اور پانچ ہفتوں کے اندر سرحدوں کا تعین کر دیا۔ اس ریڈ کلف ایوارڈ کی بدولت کوئی ایک کروڑ انسان دو ممالک کی سرحدوں کے باہر پناہ گزیں ہونا پڑے اور لگ بھگ دو لاکھ انسان قتل ہوئے جن میں اکثریت مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی تھی جبکہ ایک مسئلہ کشمیر بھی پیدا ہو گیا۔[1]

پانچ ہفتوں میں انصاف وعدل کا نامدار ریڈ کلف کارنامہ فوری کاروائی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ اس کی خاطر ہندو کانگرس اور اس کے مشیر بڑی دیر سے کاوشیں کر رہے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہندوؤں نے سکھوں کی حمایت کے نام پر کشمیر ہتھیانے کے لئے، گورداس پور کو ہندوستان میں شامل کرنے کا منصوبہ پہلے سے ہی تیار کر رکھا تھا۔

آزادی پاکستان کے دوران کے حالات اور سکھ

حد بندی کمیشن کا اعلان گویا ایک طرح کا سگنل تھا کہ مشرقی پنجاب میں سکھوں کے مسلح جتھے مسلمان بستیوں پر ٹوٹ پڑے، اس منظم اور مسلح قتل عام کے علاوہ، بڑے منظم طریقے سے مسلمانوں پر شب خون مارنے کی وارداتیں پہلے ہی شروع تھیں۔

" آزادی کی تاریخ 14اگست 1947ء قریب آتی گئی تو مسلمانوں پر حملے اور انہیں موت کے گھاٹ اتارنے کی مہم بھی تیز ہوتی چلی گئی۔ اس کے ساتھ ہی سکھوں کے منظم جتھوں نے مسلمان مسافروں کا قتل عام کرنے کے لئے ریلوے ٹرینوں کو روکنا شروع کر دیا۔ اور جس جگہ حملہ کر کرنا ہو یہاں سے لائن اکھاڑ دیتے تھے۔ پنجاب کی تقسیم اور اس تقسیم کے دوران عام مسلمانوں کو مشرقی پنجاب میں جس بے دردی سے قتل کیا گیا انہیں جس طرح سفاکی اور درندگی سے اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور کر کے، راستے میں ان پر منظم حملے کیے، یہ لاکھوں انسانوں کا خون، لاکھوں عصمتوں کی بربادی آخر کس سیاست کے نام کی جائے،

---

[1] میکش، **اخراج اسلام از ہند**، ص:191

یہ سچ ہے کہ سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا، خواہ سیاست گاندھی کی ہو یا پھر ماسٹر تارا سنگھ کی، جواہر لعل نہرو کی ہو یا ابوالکلام آزاد کی، نتائج انسانی تباہی اور بربادی کی صورت میں ہی نکلتے ہیں۔"[1]

یہی تمام اسباب تھے کہ اس ظلم و زیادتی کو دیکھ کر بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی صحت نہ سنبھل سکی، لاہور میں انکے خطاب نے مہاجرین کے چہرے پر مصائب کی سلوٹیں چن لی تھیں اس لئے ان کا یہ جملہ اس دینی جذبے میں دلی کرب کا اظہار تھا کہ "مسلمان مصیبت میں گھبرایا نہیں کرتے۔"[2]

ہمارے قائد پاکستان کے قیام جیسے ناممکن کام کو ممکن کر ڈالا، دنیا کے نقشے کو ہی بدل ڈالا۔ قائد اعظم محمد علی جناح اور ان کے ساتھیوں نے قیام پاکستان کے وقت ہی سے اقلیتوں کو اپنا حصہ قرار دیا اور پاکستان کے قومی پرچم میں سفید رنگ کو اقلیتوں کی نمائندگی کا مظہر قرار دیا۔ پاکستان میں اقلیتوں کے مذہبی مقامات، ان کے عقائد، ان کی رسومات اور مذہبی آزادی پر کسی طرح کی کوئی قدغن نہیں ہے۔

---

[1] اروشی بٹیالہ، **آوازیں جو سنائی نہیں دیتی**، ترجمہ: محمد وسیم، (لاہور، مشعل بکس، 2005ء)، ص:79

[2] فرحانہ صادق، "مسلمان مصیبت میں گھبرایا نہیں کرتا"، مکالمہ، دسمبر 2018ء
https://www.mukaalma.com/54554/ Accessed: (13/06/21)

فصل دوم

پاکستان میں سکھ مت کے مذہبی مقامات

پاکستان کے مسلمان آج بھی سکھوں کے ساتھ حسن سلوک کا وہی رویہ رکھتے ہیں جس کیلیئے بابا گرونانک نے بے انتہا محنت کی تھی۔ مسلمانوں نے ان کی اس قدر اور محبت کا حق ایسے ادا کیا کہ سکھوں کے بیشتر مذہبی مقامات جو سرزمین پاکستان میں واقع ہیں ان کی ہمیشہ حفاظت کی ہے اور کے تقدس کا خیال رکھا ہے، اور جن کی زیارت کیلیئے ہزاروں سکھ ہر سال وطن عزیز کی سرزمین پر مہمان بن کر آتے ہیں اور مسلمانوں سے اپنی محبت کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

پاکستان: مذاہب عالم کی مذہبی آزادی

پاکستان ایک ایسے جغرافیائی خطے میں واقع ہے جو دنیا کے مختلف مذاہب کا نہ صرف مسکن رہا ہے بلکہ ان مذاہب کی ترویج و اشاعت میں بھی اس خطے کا قابل قدر کردار رہا۔

"برصغیر کے اس حصے میں جسے آج پاکستان کہا جاتا ہے نہ صرف بدھ مت نے ٹیکسلا میں اپنی عظیم درسگاہ قائم کی اور اپنے مذہب کا خوب پرچار کیا جس کے نقوش بالخصوص خیبر پختونخواہ میں جابجا دیکھے جاسکتے ہیں بلکہ سکھ مذہب کے مقدس مقامات کی پاکستان میں موجودگی اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ یہ مذہب بھی یہاں خوب پھلا پھولا۔ ہندو مذہب کے مقدس مقامات کے بے شمار آثار بھی یہاں موجود ہیں جن میں کٹاس راج مندر جیسے مقدس مقامات شامل ہیں۔ اس کے بعد عیسائی مشنریوں نے بھی یہاں گہرے اثرات چھوڑے۔ محمد بن قاسم اور صوفیائے کرام نے برصغیر کے اس حصے پر نہ صرف انمٹ نقوش ثبت کئے بلکہ اپنے حسن سلوک، باہمی رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کی مثالیں بھی قائم کی ہیں۔"[1]

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے کراچی میں پہلی دستور ساز اسمبلی میں تقریر کی اور آپ کی یہ تقریر غیر مسلموں سے اچھے تعلقات کی آئینہ دار ہے۔

" آپ آزاد ہیں۔ آپ آزاد ہیں، اپنے مندروں میں جانے کے لیے۔ آپ آزاد ہیں، اپنی مسجدوں میں جانے کے لیے اور ریاست پاکستان میں اپنی کسی بھی عبادت گاہ میں جانے کے لیے۔ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب، ذات یا نسل سے ہو، ریاست کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔ مختلف قوموں اور برادریوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہو گا۔ ہم سب ایک ہی ریاست کے شہری ہیں۔ ہمیں اس اصول کو اپنا مطمع نظر بنالینا چاہیے اور پھر آپ دیکھیں گے کہ وقت گذرنے کے ساتھ، ہندو ہندو نہیں رہیں گے

---

1. [1] سید احمد ندیم قادری، "بین المذاہب ہم آہنگی اور پاکستان"، "نوائے وقت"، 31مارچ،2019ء

اور مسلمان مسلمان نہیں رہیں گے، ایسا مذہبی لحاظ سے نہیں کیونکہ وہ ہر فرد کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی لحاظ سے، مجھے امید ہے کہ آپ کی حمایت اور تعاون سے پاکستان دنیا کی عظیم ترین قوموں میں سے ہو جائے گا۔"[1]

یہ وہ کلمات بن گئے کہ جس کی بدولت آج اس ریاست کے قیام کو سات دہائیوں سے زیادہ عرصہ بیت گیا ہے۔ یہ الفاظ تو یہاں رہنے والی اقلیتوں کے لیے ڈھال بن گئے۔ محمد علی جناح کا ایک ایک لفظ اور اس کی گہرائی سمجھ میں آنے لگی ہے کہ عبادت گاہوں میں عبادت کرنے کی آزادی بھی کتنی بڑی نعمت ہے۔

آئین پاکستان میں بین المذاہب تعلقات کا فروغ اور مذہبی رواداری

اسلام تمام مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ رواداری کا درس دیتا ہے اور آئین پاکستان میں بھی تمام اقلیتوں کو اکثریت کے برابر حقوق دیئے گئے ہیں ہم میں اکثریت اور اقلیت کا کوئی تصور نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ہم سب پاکستانی ہیں۔

آئین پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق اور اور تحفظات کے بارے میں درج ذیل آرٹیکلز موجود ہیں:

آرٹیکل نمبر	تحفظات
20	" ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہو گا اور ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، برقرار اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہو گا۔"
21	"کسی شخص کو کوئی ایسا خاص محصول ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جس کی آمدنی اس کے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ و ترویج پر صرف کی جائے۔"
26	"عام تفریح گاہوں یا جمع ہونے کی جگہوں میں جو صرف مذہبی اغراض کے لئے مختص نہ ہوں، آنے جانے کے لئے کسی شہری کے ساتھ محض نسل، مذہب، ذات، جنس، سکونت یا مقام پیدائش کی بنا پر کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔"
27	"کسی شہری کے ساتھ جو بہ اعتبار دیگر پاکستان کی ملازمت میں تقرر کا اہل ہو، کسی ایسے تقرر کے سلسلے میں محض نسل، مذہب، ذات، جنس، سکونت یا مقام پیدائش کی بنا پر امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔"
36	"مملکت، اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا، جن میں وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی شامل ہے، تحفظ کرے گی۔"
38	"مملکت، عام آدمی کے معیار زندگی کو بلند کر کے، دولت اور وسائل پیداوار و تقسیم کو چند اشخاص کے ہاتھوں میں اس

[1] محمد سلیم، **قائد اعظم محمد علی جناح**، ص:295

	طرح جمع ہونے سے روک کر کہ اس سے مفاد عامہ کو نقصان پہنچے اور آجر و ماجور اور زمیندار اور مزارع کے درمیان حقوق کی منصفانہ تقسیم کی ضمانت دے کر بلا لحاظ جنس، ذات، مذہب، نسل، عوام کی فلاح و بہبود کے حصول کی کوشش کرے گی۔"
51	"قومی اسمبلی میں خواتین اور غیر مسلموں کے لئے مخصوص نشستوں کے بشمول ارکان کی تین سو بیالیس نشستیں ہوں گی۔ 1. قومی اسمبلی میں غیر مسلموں کے لئے دس نشستیں مختص کی جائیں گی۔ 2. غیر مسلموں کے لئے حلقہ انتخاب پورا ملک ہو گا۔ 3. غیر مسلموں کے لئے مخصوص نشستوں کے لئے ارکان قانون کے مطابق سیاسی جماعتوں کے امیدواروں کی فہرست سے متناسب نمائندگی کے نظام کے ذریعے قومی اسمبلی میں ہر ایک سیاسی جماعت کی طرف سے حاصل کردہ عام نشستوں کی کل تعداد کی بنیاد پر منتخب کیے جائیں گے۔"
106	"ہر صوبائی اسمبلی عام نشستوں اور خواتین اور غیر مسلموں کے لئے مخصوص نشستوں پر مشتمل ہو گی۔ جیسے: بلوچستان میں 3، خیبر پختونخواہ میں 3، پنجاب میں 8 اور سندھ میں 9 نشستیں ہوں گی۔"[1]

دنیا میں دیر پا قیام امن اور دہشت گردی و انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے بین المذاہب تعلقات کا فروغ اور مذہبی رواداری وقت کی اہم ضرورت ہے۔ آئین پاکستان میں بھی اقلیتوں کے حقوق و تحفظات کا خیال رکھا گیا ہے۔

پاکستان میں سکھوں کے مذہبی مقامات

پاکستان میں گوردوارہ دربار صاحب کرتارپور کے علاوہ بہت سے دیگر مقدس مقامات ہیں جہاں سکھ یاتری مذہبی رسومات کے لیے آتے ہیں۔ پاکستان میں سکھوں کے مذہبی مقامات کی دیکھ بھال متروکہ وقف املاک بورڈ کرتا ہے تاہم پاکستان سکھ گوردوارہ پربندھک کمیٹی بھی قائم ہے۔ پاکستان سکھ گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے مطابق پاکستان میں سکھوں کے مقدس مقامات کی تعداد لگ بھگ 153 ہے۔ تاہم 1947 میں تقسیم کے ہند کے بعد سے متعدد گوردوارے بند پڑے ہیں۔ اور ان کی عمارتیں خستہ حال ہو چکی ہیں۔ حکومتِ پاکستان نے قیام پاکستان سے لے کر اب تک کچھ گوردواروں کو بحال کیا ہے جہاں سکھ عبادات کے لیے آتے ہیں، ان میں سے چند کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

---

[1] محمد ریاض، **اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، (ترمیم شدہ لغایت)**، قومی اسمبلی پاکستان 7 جنوری، 2015ء

• گرودوارہ پنجہ صاحب، حسن ابدال

پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد سے پشاور کی جانب تقریباً 40 کلومیٹر کے فاصلے پر حسن ابدال میں گوردوارہ پنجہ صاحب موجود ہے۔ حسن ابدال سکھوں کا متبرک مقام بھی ہے، اسے یہ تقدس پنجہ صاحب کی وجہ سے حاصل ہے، گرودوارہ پنجہ صاحب کے حدود میں پہاڑ سے ٹوٹی ہوئی ایک چٹان ہے جس پر دائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیوں اور ہتھیلی کا نشان ہے، انگلیوں کا رخ اوپر کی جانب ہے اس وجہ سے سکھوں کا عقیدہ ہے کہ ولی قندھاری نے ایک چٹان گرونانک جی پر پھینکی اور اسے گرونانک جی نے روک لیا اور ان کے ہاتھ کا نشان اس چٹان پر پڑ گیا۔

"پنجہ صاحب پر بیساکھی کا میلہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں شروع ہوا۔ برطانوی دور حکومت میں بھی یہ یہاں کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا تھا، آزادی کے بعد سکھ ترک وطن کر گئے۔ یہاں ہر سال 11 سے 13 اپریل تک بیساکھی کا میلہ لگتا ہے۔ یاتریوں کے لئے ہر ممکن سہولیات مہیا کی جاتی ہیں۔ ہسپتال، ڈاکخانہ، پبلک کال آفس، ریلوے ریزرویشن آفس، اور نیشنل بینک آف پاکستان کی شاخ تین روز کے لئے کھول دی جاتی ہیں۔ بہت سے پاکستانی سکھوں اور ہندوؤں کے علاوہ افغانستان، ایران، ہندوستان اور بعض دوسرے ممالک کے سکھ اس میں شرکت کرتے ہیں۔ بہت سے کٹر سکھوں کی جانب سے بیان کی گئی کہانی یہ ہے کہ کمّا یک، جو مسلمان مستری تھا، نے یہ نشان اپنی تفریح طبع کے لیے پتھر پر کھدائی کر کے بنایا تھا۔ ایک موقعے پر رنجیت سنگھ کے دور میں جب سکھوں نے حسن ابدال پر حملہ کیا تو تمام لوگ بھاگ گئے مگر ناجو نام کا ایک فقیر جو بھاگ نہیں سکتا تھا اس نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے کہا کہ وہ بابانانک کا فقیر ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ وہ بابانانک کو کیسے جانتا ہے تو اس نے بابانانک کے اس معجزے کا افسانہ گھڑا اور ثبوت کے طور پر پتھر پر لگے نشان کو پیش کر دیا۔ سکھوں نے اس پر یقین کر لیا اور پتھر کو متبرک سمجھنا شروع کر دیا۔"[1]

گروگرنتھ صاحب سکھ تاریخ کی سلسلہ وار کتاب نہیں مگر اس میں گروصاحبان اور بھگتوں کی زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات ملتے ہیں، اس میں پنجہ صاحب یا حسن ابدال کا کہیں ذکر موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی جنم ساکھی میں اس واقعہ کا تذکرہ موجود ہے۔

• گوردوارہ 'جنم استھان' ننکانہ صاحب

پاکستان کے صوبہ پنجاب میں ضلع ننکانہ صاحب پوری دنیا میں سکھ مذہب کے بانی گرو بابانانک کی پیدائش کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے۔ باباگرونانک نے ننکانہ صاحب ہی سے سکھ مذہب اور اس کی تعلیمات کا آغاز کیا تھا۔

"گرودوارہ ننکانہ صاحب کو یہ مقام حاصل ہے کہ یہاں سکھ مذہب کے پہلے گرو نے جنم لیا، یعنی سکھ ازم کی تاریخ کا آغاز ننکانہ صاحب سے ہوا۔ پاک وہند کے سکھ گرو کی نگری ننکانہ صاحب کو اپنا کعبہ قرار دیتے ہیں، اس دور میں اس جگہ کا نام بوئی دی تلونڈی مشہور تھا بعد میں ننکانہ صاحب رکھ دیا گیا۔ ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ میں ہے اور ضلع سے اس کا رابطہ ریلوے

---

[1] منظور الحق صدیقی، **تاریخ حسن ابدال**، (لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ، 1977ء)، ص: 140

اور سڑکوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ یہاں سکھوں کے پہلے گرو دیو کا بچپن اور جوانی گزری بعد میں 1969ء میں ارجن دیو اور گرو ہر گو نے اپنے گرو کی یاد میں ایک گرودوارہ تعمیر کیا، اور سکھوں نے اس کے لئے دل کھول کر رقم خرچ کی۔ گرودوارہ ننکانہ صاحب 7000 ایکڑ میں ہے۔ ایک دور میں سکھوں پر ننکانہ صاحب کی زیارت کے لئے پابندی عائد کر دی گئی تھی لیکن حکومت پاکستان کی منظوری کے بعد دوبارہ انہیں زیارت کی اجازت دے دی گئی۔"[1]

تقسیم کے وقت ننکانہ صاحب پاکستان کے حصے میں آیا۔ اب تک حکومت پاکستان ہی اس کی دیکھ بھال کرتی ہے اور ہر سال ہزاروں کی تعداد میں سکھ اس مقدس مقام کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔

- **دربار صاحب کرتارپور**

دربار صاحب کرتاپور پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع نارووال کا سرحدی علاقہ ہے۔ سکھ مذہب کے بانی گرو بابا نانک نے اپنی زندگی کے آخری سال اسی مقام پر تبلیغ میں گزارے تھے اور اسی مقام پر وفات پائی تھی۔

گرونانک 1521ء کو اس مقام پر تشریف لائے اور کرتارپور کے نام سے ایک گاؤں کو آباد کیا۔ کرتارپور میں گرودوارہ صاحب کی تعمیر پٹیالہ کے مہاراجہ بھوپندر سنگھ بہادر نے سنہ 1921 تا 1929 کے درمیان کروائی۔ تقسیم ہندوستان کے بعد حکومت پاکستان کے زیر اہتمام اس کی تزئین و آرائش ہوتی رہی ہے۔ گردوارہ دربار صاحب کرتارپور بابا گرونانک کی آخری آرام گاہ ہونے کی وجہ سے بھارت اور دنیا بھر میں بسنے والی سکھ برادری کا دنیا بھر میں مقدس ترین مقام ہے۔ تقسیم ہند کے وقت یہ گردوارہ پاکستان کے حصے میں آیا۔ 1947ء کے بعد تقریباً 56 سال تک سکھ زائرین اس گرودوارے کی زیارت کے منتظر ہی رہے۔ گوردوارہ دربار صاحب کی تعمیر 11 ماہ میں مکمل کی گئی اور 4 ایکڑ کے گوردوارے کو 42 ایکڑ تک وسیع کر دیا گیا ہے جب کہ گوردوارے کے گرد 800 ایکڑ اراضی دربار صاحب کے لیے مختص ہے، اس کے علاوہ گوردوارے سے محلقہ 26 ایکڑ پر باغات اور 36 ایکڑ پر فصلیں اگائی جارہی ہیں۔ دربار صاحب دنیا کا سب سے بڑا گوردوارہ بن گیا ہے جس میں بارہ دری، لائبریری، میوزیم، مہمان خانہ اور لنگر خانہ بھی شامل ہے۔[2]

> Nanak sahib settled down at Kartarpur , where spread the fire of the love of God and love of man, all over the Punjab. Guru Nanak's face shone with the simplicity and serenity born of the saintliness in him. He was a laborer, a tiller of the soil, a servant of the poor and

---

[1] محمد زبیر خان، "کرتارپور صاحب سمیت سکھوں کے سات اہم ترین مذہبی مقامات"، بی بی سی نیوز، 9 نومبر 2019ء

[2] "کرتارپور دنیا کا سب سے بڑا گرودوارہ بن گیا"، جیو نیوز، 4 نومبر 2019ء

> lowly. The life at Kartarpur was a blend of willing work and worship, love and labor, silence and song.[1]

نانک صاحب نے کرتار پور میں سکونت اختیار کی، جہاں سے اللہ اور انسان کی محبت کی تپش پورے پنجاب میں پھیل گئی۔ گرونانک کے چہرے کی سادگی اور سکون ان کی پاکیزگی سے پیدا ہوا تھا۔ وہ مزدور تھا، کسان تھا، غریبوں کا خادم تھا۔ ان کی کرتارپور کی زندگی رضامندی اور عبادت، محبت اور محنت، خاموشی اور گیت کا حسین امتزاج تھی۔

یہ مقام جہاں سکھوں کے لیے انتہائی مقدس ہے وہیں اس مقام پر دیگر مذاہب کے لوگ، جن میں مسلمان بھی شامل ہیں، حاضری دیتے ہیں۔ روایات کے مطابق بابا گرونانک کو سکھ مذہب کے لوگ اپنا گرو اور مسلمان اپنا بزرگ پیر مانتے تھے۔

- **گوردوارہ ڈیرہ صاحب لاہور**

گوردوارہ ڈیرہ صاحب لاہور، پاکستان میں واقع ایک سکھ گوردوارہ ہے، جو سکھ مت کے پانچویں گرو، گرو ارجن دیو کی سمادھی پر قائم ہے۔ ان کی وفات 1606ء میں ہوئی۔ گردوارہ اندرون لاہور میں واقع ہے اور یہ اہم یادگاروں کے اس سلسلے میں واقع ہے جس میں قلعہ لاہور، رنجیت سنگھ کی سمادھی، چوکور حضوری باغ، روشنائی دروازہ اور بادشاہی مسجد شامل ہیں۔ گوردوارہ ڈیرہ صاحب لاہور بہت اہم ہے جسے سکھوں کے پانچویں گرو ارجن دیو جی کا شہیدی استھان بھی کہا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ لاہور میں گوردوارہ شہید گنج، گوردوارہ گرو رام داس، گوردوارہ بے بے نانکی شامل ہیں۔ یہیں پنجاب کے سابق حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سمادھی یعنی جہاں انہیں جلایا گیا بھی موجود ہے۔ حال ہی میں لاہور کے شاہی قلعے کے باہر مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ایک مجسمہ بھی نصب کیا گیا ہے۔ جس میں انہیں گھوڑے پر سوار دکھایا گیا ہے۔[2]

سکھوں کے مقدس مقام گوردوارہ ڈیرہ صاحب پر کئی مسلمان، سکھ اور ہندو بھی ہیں جو مختلف کام سرانجام دیتے ہیں۔ سب خدمت کے کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ سکھ یاتری پاکستان کے دورے کے دوران گوردوارہ ڈیرہ صاحب بھی ضرور آتے ہیں۔

اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ عزت واحترام کا معاملہ کیا، اگر انہوں نے اسلامی ریاست میں رہنا قبول کرلیا اور ان سے معاہدہ ہوچکا تو اب ان کی حفاظت مسلمانوں کی ذمہ داری قرار پائی۔ اور آئین پاکستان میں بھی اسلام کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اقلیتوں کے حقوق اور تحفظات کی ضمانت بھی دی گئی ہے اور ان کا پاس بھی رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اقلیتوں کے مذہبی مقامات کی دیکھ بھال کا ذمہ بھی لیا اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لئے ان کو مذہبی آزادی بھی فراہم کی۔

---

[1] Dr. Muhammad Saleem Akhter, "Peace Building through Religious Tourism in Pakistan: A Case Study of Kartarpur Corridor", Pakistan Social Sciences Review, December 2019, Vol. 3, No.2, P:4

[2] "پاکستان میں سکھوں کے دیگر اہم مذہبی مقامات کہاں ہیں؟"، نیا دور، 30 ستمبر، 2021ء

فصل سوم

مسلم۔سکھ ثقافتی و معاشرتی روابط

پاکستان میں سکھ بہت کم تعداد میں آباد ہیں۔ بہت سے سکھ پنجاب کے صوبے میں آباد ہیں جو پرانے پنجاب کا ایک حصہ ہے جہاں سے سکھ مت کی شروعات ہوئی۔ پنجاب میں سکھ برادری زیادہ تر لاہور، راولپنڈی، ملتان، فیصل آباد اور ننکانہ صاحب میں ہے۔ 1947ء میں آزادیِ پاکستان کے بعد سکھ برادری نے پاکستان میں منظم ہونا شروع کیا اور پاکستان سکھ گردوارہ پربندھک کمیٹی بنائی تاکہ پاکستان میں سکھوں کے مقدس مقامات اور ورثوں کا تحفظ کیا جاسکے۔

اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں قائداعظمؒ کا ارشاد

پاکستان کی اقلیتوں اور ان کے حقوق و فرائض کی بابت قائداعظمؒ نے اپنی اس پالیسی ساز تقریر میں فرمایا:

"میں پاکستان کی اقلیتوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم نے تعاون کے جذبے سے یہ کام لیا، ماضی کو فراموش کر دیا، تنازعات اور باہمی اختلافات کو بھلا دیا تو تم میں سے ہر ایک چاہے وہ کسی رنگ، ذات یا عقیدے سے متعلق ہو اور اس کا تعلق کسی فرقے سے ہی کیوں نہ ہو، اول و آخر اس ریاست کا باشندہ ہوگا تمہارے حقوق، مراعات اور ذمہ داریاں مشترک ہوں گی اور تم ان سب میں برابر کے حصے دار ہوں گے۔ اگر ہمیں پاکستان کی اس عظیم الشان ریاست کو خوشحال بنانا ہے تو ہمیں اپنی تمام تر توجہ لوگوں کی فلاح و بہبود کی جانب مبذول کرنا چاہیے۔"[1]

سکھ مسلم تعلقات اور قائداعظم کی کوششیں

سکھ مسلم تعلقات کی بحالی اور مستقبل میں جدید بنیادوں پر بڑی فراخ دلی کے ساتھ ان تعلقات کو پائیدار استوار کرنے کی خاطر بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے بڑی مخلصانہ کوششیں کیں، کہ سکھ کسی طرح سے مسلمانوں سے معاملہ کر لیں، یہ ان کے اجتماعی فائدے اور مستقبل کے لئے بھی بہت مفید ہوگا اور خود پاکستان اور مسلمانوں کے حق میں بھی بہت بہتر ہوگا، اس بارے میں انہوں نے 1946ء-1947ء کے دو برسوں میں سکھ سنگت کے سیاسی رہنماؤں کو بار بار باور کرانے کی کوشش کی مگر مقدر کا لکھا کون ٹال سکتا ہے۔

جب سکھ مشرقی پنجاب کو بھارت میں شامل کرا کر خود بھارت کے شہری ہو گئے تو اپنے ساتھ ہندوؤں اور کانگرس کے سلوک پر پشیمانی، اظہار افسوس اور دھوکہ بازی کے الزامات دیتے رہے۔ سکھوں کے پہلے گرو بابا نانک جی کے ارشاد کا عصری اظہار

---

[1] سردار مسیح گل، **نظریہ پاکستان اور اقلیتیں**، (تجلی میڈیا فاؤنڈیشن، 1993ء)، ص:245

اور اعجاز ہے کہ، ہندو کی دوستی، براوقت دکھائے گی، یہ تو بابا گرو نانک کے ارشاد کا معجزہ ہے بلکہ اس کی تائید مزید ماسٹر تارا سنگھ کا اعتراف شکست ہے۔ یہ 1950ء میں صرف آزاد بھارت کے دو سال کے بعد سکھوں کا ہندو تجربہ بول رہا ہے،اس صورتحال کے اصلی ذمہ دار ماسٹر تارا سنگھ خود ہی رائے دیتے ہیں کہ:"میں دیکھ رہا ہوں، کہ میری آنکھوں کے سامنے سکھی غیرت کو کچلا جارہا ہے، مگر بے بس ہوں، کچھ سوجھتا نہیں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا، کوئی بتاتا نہیں کہ کیا کروں؟ کدھر جاوں؟"[1]

سردار کپور سنگھ نے ممتاز سکھ مصنف سردار خوشونت سنگھ کے والد گرامی سردار سر سوبھا سنگھ کے ساتھ اگست 1947ء میں قائداعظم کی ملاقات کی تفصیل درج کی ہے، لکھتے ہیں کہ:

> "1947ء ماہ اگست کے شروع میں پاکستان کے بانی مسٹر جناح دہلی میں اپنے ایک سکھ دوست سردار بہادر سر سوبھا سنگھ سے ملنے گئے اور دوران گفتگو کہا کہ: سکھوں نے اپنا راج نہ لے کر بڑی بھاری غلطی کی ہے۔ سردار بہادر سر سوبھا سنگھ نے جواب دیا کہ: ہم نے ہندووں پر اعتبار کر کے اور ان سے اپنی قسمت جوڑ کر اچھا ہی کیا ہے۔ ہندو ہمارے ساتھ دھوکہ یا احسان فراموشی نہیں کریں گے، مسٹر جناح نے اس کے جواب میں کہا کہ: یعنی تم نے ابھی حالت غلامی میں ہندو کو دیکھا ہے اور اس پر اعتبار کر بیٹھے ہو، تمہیں حقیقی ہندو کا اس وقت جا کر پتہ چلے گا جب وہ تمہارا آقا اور حاکم ہو گا، اور تم اس کی رعایا بلکہ غلام ہو گے۔"[2]

گویا حاصل یہ ہے کہ 1947ء میں پنجاب تقسیم کرا کر، سکھوں نے بھارت اور ہندوؤں سے اپنی قسمت وابستہ کر کے اس وقت اپنے گمان کے مطابق اچھا کیا، مگر قائداعظم کا ارشاد اور ہندو ذہنیت کے بارے میں تبصرہ اور تاثر عصری شہادت بن کر سامنے آ گیا ہے۔

قائداعظمؒ کا سکھوں کی قیادت سے رابطہ اور پنجاب میں سیاسی عمل داری

تقسیم پنجاب کے مراحل میں سکھوں کی موثر قیادت میں مہاراجہ پٹیالہ یادوندر سنگھ، سکھوں کے پنتھ رتن ماسٹر تارا سنگھ، شرومنی اکالی دل کے صدر گیانی کرتار سنگھ کے علاوہ ان دونوں سکھ نیتاؤں اور رہنماؤں کے مالی سرپرست اور ٹاٹا نگر کی سٹیل ملوں کے مالک سردار بلدیو سنگھ (سابق وزیر دفاع، بھارت) ہی نمایاں اور نامور تھے۔

---

[1] ماسٹر تارا سنگھ، **ماہنامہ سنت سپاہی (گورمکھی)**، (امرتسر مئی، 1948ء)

[2] سردار کپور سنگھ، **ساچی ساکھی (گورمکھی)**، ص:144

یہی سبب ہے کہ قائد اعظم نے ان چاروں سے رابطہ کر کے، سکھوں کو پنجاب میں سیاسی عمل داری کا حصہ دار بنانے یہاں تک کہ انہیں متحدہ پنجاب میں اسمبلی کی نشستوں، ہائی کورٹ کے ججوں میں نمائندگی، پاکستان کی مسلح افواج میں موثر حصہ دینے کے علاوہ، انہیں ہندو ذہنیت سے باخبری تک کے دور اندیشانہ نقطہ نظر سے بھی نوازا، مگر مہاراجہ پٹیالہ ہو یا ماسٹر تارا سنگھ، گیانی کرتار سنگھ ہو یا سردار بلدیو سنگھ ساری سکھ قیادت کی لگامیں انڈین نیشنل کانگرس کے سیاستدانوں، مہاتما گاندھی کے وعدوں، پنڈت نہرو کے اہتمام اور سردار پٹیل کی لگام میں لگی بندھی رہیں۔ " ایک مظلوم متاثر گھرانے سے وابستہ بیانت سنگھ نے 31 اکتوبر 1984ء کو وزیر اعظم اندرا گاندھی کو قتل کر دیا۔ بیانت سنگھ، اندرا گاندھی کے ذاتی محافظ دستے میں شامل تھا۔ اندرا گاندھی کے قتل کے بعد ہندوؤں کا ردعمل انتہائی شدید تھا۔ ہندو انتہا پسندوں نے سرکاری سرپرستی میں سکھوں کا قتل عام شروع کر دیا جو روک ٹوک کے بغیر تقریباً 10 دن جاری رہا۔ "[1]

اس سکھ نسل کشی مہم میں ہزاروں سکھ گھرانے صاف کر دیئے گئے جو سکھ پنجاب سے باہر دیگر بھارتی ریاستوں میں رہتے تھے وہ ہندو انتہا پسندوں کا آسان لقمہ اجل بنے۔ اس دوران بھارتی مسلمانوں نے سکھوں کو اپنے گھروں میں پناہ دی اور اس طرح سکھ قوم کو بھارت کی بڑی اور بہادر مسلم اقلیت کی دوستی اور تحفظ مل گیا۔

سکھوں کی پاکستانی کے مختلف شعبہ جات میں شمولیت

1947ء میں آزادیِ پاکستان کے بعد سکھ برادری نے پاکستان میں منظم ہونا شروع کیا اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف شعبہ جات میں سکھوں نے اپنی شمولیت بھی ظاہر کی اور آزادانہ اپنے جوہر دکھائے۔

سیاست:

پاکستان میں سیاست کے شعبے میں جن سکھوں کے نام مشہور ہیں ان کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

1. "پاکستانی پنجاب کی صوبائی اسمبلی میں پاکستان مسلم لیگ (ن) نے ملک کے پہلے سکھ رکن قومی اسمبلی سردار رمیش سنگھ اروڑا کو 2013ء میں منتخب کیا۔ اس سے پاکستان میں اقلیتی برادریوں کو درپیش مختلف بنیادوں اور مسائل میں مدد ملی۔ انہوں نے 2011-2013 کے درمیان اقلیتوں کے قومی کمیشن کے رکن، 2009-13 کے دوران پاکستان سکھ گرودوارہ پربندھک کمیٹی کے جنرل سیکرٹری اور 2008-13 کے درمیان موجاز فاؤنڈیشن کے چیف ایگزیکٹو کے طور پر خدمات انجام دیں۔

---

[1] پروفیسر محمد یوسف عرفان، " آپریشن بلوسٹار، سکھوں کے لئے ہندو اچھے یا مسلمان "، نوائے وقت، 12 جون 2013ء

2. ایک اور سکھ؛ سوارن سنگھ کو پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کی جانب سے 2011 میں صوبائی اسمبلی کے لیے نامزد کیا جا رہا ہے۔ سوارن سنگھ پاکستان سکھ گوردوارہ پربندھک کمیٹی (PSGPC) کے سابق صدر تھے۔ اس سے سکھوں کو مختلف سکھ مسائل کو اجاگر کرنے کے لیے ایک پلیٹ فارم دینے میں مدد ملی، بشمول پاکستان میں بڑھتے ہوئے گوردواروں کی دیکھ بھال کے"۔[1]

3. "گوردیپ سنگھ، پاکستانی سیاست دان جو اس وقت مارچ 2021ء سے خیبر پختونخوا سے سینٹ آف پاکستان کے رکن کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کا تعلق پاکستان تحریک انصاف سے ہے۔ سینٹ میں ان کے انتخاب کے ساتھ، پاکستان کی سکھ برادری کا مقننہ کے اعلیٰ فورم میں اپنا نمائندہ ہوگا۔ گوردیپ سنگھ اس سے قبل 2005ء میں شانگلہ کے چاکیسر علاقے سے اقلیتی کونسلر منتخب ہوئے تھے"۔[2]

آرمی:

پاکستان میں آرمی میں پہلا سکھ آفیسر بھرتی کیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

1. کیپٹن ہرچرن سنگھ (پیدائش 1986) پاکستان آرمی میں کمیشن حاصل کرنے والے پہلے سکھ افسر ہیں۔

"In 2006, he passed the Inter Services Selection Board (ISSB) examination and joined the Pakistan Military Academy at Kakul, Khyber Pakhtunkhwa, province of Pakistan. On 27 October 2007, he was commissioned into the Pak army."[3]

موسیقی:

پاکستان میں موسیقی کے شعبے میں نام کمانے والے سکھوں کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

1. "جسی سنگھ لائلپور یا فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے پاکستانی گلوکار اور نغمہ نگار ہیں۔ پاپ اور بھنگڑا موسیقی کے ایک پنجابی گلوکار، وہ اپنے گانے سوہنا پاکستان کے لیے مشہور ہیں۔ جسی نے شہید بھگت سنگھ پر ایک اردو کتاب بھی لکھی۔ وہ پورے پاکستان میں بہت سے شوز اور ایونٹس میں پرفارم کرتے ہیں"۔[1]

---

[1] https://web.archive.org/web/20150402150219/http://www.asiadespatch.org/2013/05/17/sikh-nominated-to-provincial-assembly-in-pakistan/ Accessed:(28-12-2021)

[2] https://gulfnews.com/world/asia/pakistan/ptis-gurdeep-singh-makes-history-by-becoming-first-sikh-to-win-elections-in-pakistan-senate-1.77604364 Accessed:(28-12-2021)

[3] https://starsunfolded.com/hercharn-singh/ Accessed:(28-12-2021)

2. "جوش بینڈ سے تعلق رکھنے والے روپندر سنگھ مگون (روپ ماگون) پاکستان میں بھی ایک سپر اسٹار ہیں اور وہ کوک اسٹوڈیو کا بھی حصہ تھے۔ جوش کے رکن کے طور پر روپ کے کارناموں میں ایم ٹی وی انڈیا اور ایم ٹی وی پاکستان دونوں ایوارڈز جیتنے والا پہلا کینیڈین سکھ بننا شامل ہے۔ روپ ان کے ٹریک 'ماہی وی' سے کافی مقبول ہوا جو ایک دہائی قبل ریلیز ہوا تھا۔ اس گانے نے انہیں بے پناہ مقبولیت دلائی تھی اور وہ چند سال قبل کوک اسٹوڈیو پر بھی پیش ہوئے تھے۔ اس نے متعدد فلموں میں کام کیا ہے جیسے اسپیڈی سنگھز، بیبا بوائز اور ایک فرانسیسی مختصر فلم 'بونجور جی' اور بہت سی دوسری"۔[2]

پاکستان میں سکھ اقلیت کے لئے سہولیات

بابا گرونانک کے پیروکار بھارت اور پاکستان میں اقلیت میں ہیں۔ مگر یہ شاید بابا نانک کی تعلیمات کا ثمر ہے کہ سکھوں کو پوری دنیا میں ایک قابل احترام قوم کا مقام حاصل ہے۔ اسی بنا پر سکھوں کو سہولیات فراہم کی جاتی ہیں تاکہ وہ اس ملک کو اپنا ملک سمجھیں اور آزادانہ زندگی بسر کریں۔

- **سکھ میرج ایکٹ:**

پاکستان کے آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑے صوبے پنجاب میں ابھی تک اُس قانون پر عمل درآمد نہیں ہوسکا جو گذشتہ دور حکومت میں سکھوں کی شادیوں سے متعلق بنایا گیا تھا۔

"سکھ میرج ایکٹ 2018 میں مسلم لیگ ن کی حکومت نے منظور کیا تھا۔ ن لیگ کے اقلیتی رکن صوبائی اسمبلی رامیش سنگھ اروڑا کا کہنا ہے کہ پاکستان میں سکھوں کی شادیاں رجسٹرڈ نہیں ہوتیں اس میں ہماری آبادی 30 ہزار کے قریب ہے اور لگ بھگ چھ ہزار ایسے افراد ہیں جو شادی شدہ ہیں۔ چونکہ ملکی قانون میں ہمارے مذہب کے مطابق شادی رجسٹریشن کی گنجائش نہیں تھی اس لیے ایک بھی شادی رجسٹرڈ نہیں۔ ہم بس اپنے مذہب کے مطابق شادی کر لیتے ہیں۔ پاکستان میں بننے والا سکھ میرج ایکٹ دنیا میں اپنی نوعیت کا واحد ایکٹ ہے جو مکمل طور پر سکھ کمیونٹی کے مذہبی معاملات کو مدنظر رکھ کر بنایا گیا ہے۔ رامیش سنگھ اروڑا کے مطابق پاکستان نے اس قانون کو دو سال پہلے بنایا لیکن تحریک انصاف کی حکومت سے صرف رولز نہیں بن سکے انہوں نے تاخیر کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ تحریک انصاف کی حکومت نے آتے ہی کرتارپور کے معاملے پر وہ کام کیا ہے جس سے پاکستان کا سر فخر سے بلند ہوا ہے۔ کرتارپور کی وجہ سے ساری توجہ ادھر رہی۔ اور ہمارے خیال میں اس قانون میں مزید تبدیلیاں بھی ضروری تھیں

---

[1][1] https://www.sbs.com.au/language/english/audio/jassi-lailpuria-punabi-singer-from-pakistan-part-1 Accessed: (28-12-2021)

[2][2] https://www.ghaintpunjab.com/GhaintPunjab/Article/46313/rup-magon-collaboration-karl-wolf Accessed: (28-12-2021)

جو کہ اب کر لی گئی ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ رولز اور قوانین جلد دوبارہ اسمبلی میں پیش کیے جائیں گے اور مارچ میں ایک بڑی تقریب میں سکھ جوڑوں کی شادی اور رجسٹریشن کا عمل پوری دنیا کو دکھائیں گے"۔[1]

ہماری خواہش ہو گی کہ دنیا بھر میں جہاں سکھ آباد ہیں وہاں اس قانون کے مطابق قانون بنایا جائے۔

- **شمشان گھاٹ:**

شمشان گھاٹ لے جانے میں مشکلات کے حوالے سے بات کرتے ہوئے پشاور کے رہائشی اور سکھ کمیونٹی کے سماجی کارکن گورپال سنگھ نے بتایا کہ

"یہ 2018 کی بات ہے جب ہماری کمیونٹی میں ایک خاتون کی فوتگی ہوئی۔ اس دن توہین رسالت کے خلاف پشاور میں بڑا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ صبح جب ہم لاش کو اٹھا کر اٹک میں شمشان گھاٹ کے لیے نکلے تو روڈ کی بندش کی وجہ سے ہمیں کئی گھنٹے لگ گئے اور رات کے تقریباً 11 بجے ہم نے آخری رسومات مکمل کیں۔ ان کا کہنا تھا کہ برادری میں کسی کی بھی فوتگی ہو جائے تو یہی صورت حال بن جاتی ہے کیونکہ پشاور میں لاش کو سسکار (جلانے کی رسم) کرنے کے لیے کوئی بھی شمشان گھاٹ نہیں ۔گورپال سنگھ نے بتایا کہ پشاور میں 1947 سے پہلے تقریباً 200 شمشان گھاٹ تھے جہاں پر سکھ کمیونٹی کے لوگ اپنے پیاروں کا سسکار کرتے تھے لیکن اس کے بعد وہ شمشان گھاٹ یا تو حکومت کے قبضے میں چلے گئے یا پھر عام شہریوں نے قبضہ کر لیا۔ خیبر پختونخوا میں پاکستان تحریک انصاف کی پچھلی دور حکومت میں آٹھ اضلاع میں شمشان گھاٹ بنانے کے لیے فنڈز مختص کیے گئے تھے لیکن ابھی تک اس کے لیے زمین نہیں خریدی گئی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حکومت سرکاری قیمت پر زمین خریدنا چاہتی ہے جو مارکیٹ قیمت سے کم ہوتی ہے اور کوئی بھی شخص سرکاری قیمت پر زمین دینے کو تیار نہیں ہوتا۔"[2]

پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کے انتظامی ادارے نے شہر میں مقیم ہندو برادری کے دیرینہ مطالبے کو پورا کرتے ہوئے مذہبی رسومات کے لیے جگہ فراہم کی ہے۔

آخری رسومات کے لیے شمشان گھاٹ، کمیونٹی سینٹر اور مندر کے لیے سیکٹر ایچ میں چار کنال کا پلاٹ دیا گیا ہے۔ مختص کیے گئے پلاٹ کے ساتھ بدھ مذہب کی رسومات کے لیے جگہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ راولپنڈی اور اٹک میں ایک شمشان گھاٹ ہے اور اسے ضرورت پڑنے پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر پھر بھی حکومت کی جانب سے کوئی مالی مدد نہیں ملی تو پھر چندہ اکٹھا کر کے یہاں مندر اور دیگر سہولیات تعمیر کریں گے۔[3]

---

[1] رائے شاہنواز، "پاکستان میں سکھ برادری کی ایک بھی شادی رجسٹرڈ کیوں نہیں؟"، اردو نیوز، 2 دسمبر 2020ء

[2] اظہار اللہ، "پشاور میں 15 ہزار سکھوں کے لئے ایک بھی شمشان گھاٹ نہیں"، 4 مارچ 2020ء
https://www.independenturdu.com/node/30706/ Accessed: (07/09/2021)

[3] ذیشان ظفر، "اسلام آباد میں اب ہندو اجتماعی مذہبی رسومات ادا کر سکیں گے"، بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد، 21 دسمبر 2016ء

اب حکومت کے اقدامات سے دنیا میں پاکستان کے بارے میں اقلیتوں کے حوالے سے منفی پراپیگنڈا ختم ہونے میں مدد ملے گی۔

- **شاہ سید منور قبرستان:**

قیام پاکستان سے پہلے ایک ہندو نے قبرستان کے لیے بائیس ایکڑ زمین ولی شاہ سید منور کو تحفے میں دی تھی، جس وجہ سے اس کا نام شاہ سید منور قبرستان پڑ گیا۔اس قبرستان کے حوالے سے لوگوں کے خیالات کچھ یوں ہیں۔

- "میرا نام پنڈت اشوک کمار ہے۔ڈیرہ اسماعیل خان سے تعلق رکھتا ہوں اور اقلیت برادری سے میرا تعلق ہے۔یقین کریں تو یہ بین المذاہب ہم آہنگی کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ مسلم، ہندو، سکھ اور مسیحی چاروں مذہب کے لوگ یہاں پر دفنائے جاتے ہیں۔ یہ امن اور بھائی چاری کا منہ بولتا ثبوت ہے جو آپ کے سامنے ہے۔اگر ہمارے پاس شمشان گھاٹ نہیں تو یہ مسلمانوں کی بڑی مہربانی ہے کہ یہاں پر ہمارے مردے دفنانے کے لیے جگہ دی۔اس قبرستان میں بابا شنکر رام جی اور بابا بلی رام جی کی قبر ہے۔ہم یہاں ہر جمعرات آکر چراغ بھی جلاتے ہیں اور اگر بتی بھی اور کوئی ہمیں منع نہیں کرتا بلکہ وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ کر دعا کرتے ہیں۔"
- "میرا نام نصرت گنڈاپور ہے۔میں دیوالہ کا رہائشی ہوں اور میرا پیشہ صحافت ہے۔اس قبرستان کی تاریخ چھ سے نو سو سال پرانی ہے۔ڈی آئی خان میں سات بڑے قبرستان ہیں لیکن یہ منفرد یوں ہے کہ باقی مخصوص قوموں کے لیے ہیں لیکن یہ بلا تفریق ہے۔ تحریک طالبان کے رہنما قاری زین الدین کی قبر بھی یہاں پر ہے اور طالبان کے مختلف بم دھماکوں میں ہلاک ہونے والوں کی قبریں بھی۔"[1]

قیام پاکستان کے دوران اور بعد میں بھی قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے بے بہا مخلصانہ کوششیں کیں کہ سکھ مسلمانوں کے ساتھ تعلقات بہتر کریں اور کسی طرح پاکستان میں آئیں تاکہ ان کے حقوق کی ضمانت ہو سکے لیکن سکھوں نے ان کی نہیں مانی بلکہ ہندوؤں اور انگریزوں کے جھوٹے وعدوں پر اکتفا کیا جس کا خمیازہ سکھ برادری آج بھی بھگت رہی ہے۔ اس کے برعکس جو سکھ پاکستان میں رہ گئے یا بھارت سے پاکستان ہجرت کر کے آئے ان کی حوصلہ افزائی بھی کی گئی اور ان کو تحفظات بھی فراہم کیے گئے۔

---

[1] اظہار اللہ، "ایک قبرستان جہاں سکھ، مسلمان، ہندو، مسیحی ساتھ ساتھ دفن ہیں"، 8 جون 2019ء
https://www.independenturdu.com/node/8781/ Accessed: (07/09/2021)

خلاصہ باب:

اس باب میں قیام پاکستان میں سکھوں کے احوال کا جائزہ لیا گیا ہے کہ کس طرح ہندوؤں نے سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف اوراپنے مفاد کے لئے استعمال کیا۔ اور اسی مقصد کے پیش نظر بہت سے معصوم لوگوں نے اپنی جانیں گنوادیں، مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی انتہا اور نسل کشی کی تاریخ رقم کر دی گئی تھی۔ اس کے باوجود بھی سکھوں کے ساتھ کئے گئے وعدے اور مطالبات ہندوؤں نے نظر انداز کر دیئے جس کا افسوس آج بھی سکھوں کے دلوں میں موجود ہے۔ انتخابات میں مسلمانوں کی واضح کامیابی کے بعد بھی سکھوں نے ہندوؤں کا ساتھ نہ چھوڑااور مسلمانوں کی طرف سے کی جانے والی پیش کشوں کو بھی قبول نہیں کیا۔

اس تلخ ماضی کو کبھی مسلمانوں نے نہیں دہرایا، اور نہ کسی سکھ سے گلہ کیا بلکہ اس کے بدلے میں ہمیشہ پاکستان میں موجود ان کے مقدس مقامات کی حفاظت کی اور ان کے تقدس کا خیال رکھا ہے۔ اور اقلیتوں کو مذہبی آزادی فراہم کی ہے تاکہ وہ پر سکون ہو کر عبادت کریں۔ آئین پاکستان میں بھی بین المذاہب تعلقات کے فروغ اور مذہبی رواداری کے بارے میں آرٹیکلز موجود ہیں۔

پاکستان بننے کے بعد بھی مسلمانوں کی طرف سے سیاست میں شمولیت کے لئے سکھوں کی اعلیٰ قیادت سے رابطہ کیا گیا لیکن انہوں نے نہ مانی۔ پاکستان میں موجود سکھ اقلیتیں مختلف شعبہ جات میں شامل ہیں اور اپنے اپنے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔

باب چہارم

کرتارپورہ راہداری کے مسلم۔ سکھ کمیونٹی پر اثرات

فصل اول: کرتارپورہ راہداری کا تعارف اور تاریخی پس منظر

فصل دوم: کرتارپورہ راہداری کے پاکستان پر معاشی، مذہبی اور سیاسی اثرات

فصل سوم: کرتارپورہ راہداری کے ایجابی و سلبی پہلوؤں کا جائزہ

تمہید:

اس باب میں سکھوں کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت پاکستان کی جانب سے بنائی جانے والی کرتار پور راہداری کے بارے میں تمام تر معلومات کو جمع کیا گیاہے۔ کرتار پور سکھوں کے اہمیت کا حامل اس لئے ہے کہ یہاں بابا گرو نانک نے اپنی زندگی کے بہت سال گزارے اور اسی مقام پر ان کی سمادھی اور قبر بھی موجود ہے۔

کرتارپور راہداری کے افتتاح پر دنیا بھر کے سکھوں کی خوشی دیدنی تھی، انہوں نے اپنے اپنے انداز میں اپنی خوشی کا اظہار بھی کیا۔ سکھ کرتارپور کو قیام پاکستان کے بعد سے لے کر اب تک حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے تھے اور انڈیا کے بارڈر کے پاس موجود دربار ڈیرہ نانک سے دوربین کے ذریعے کرتارپور دربار صاحب کی زیارت کرتے تھے۔

پاکستان میں جن مذاہب کے مقدس مقامات موجود ہیں حکومت پاکستان نے ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے اور وقتاً فوقتاً ان کی تعمیر اور تزئین و آرائش بھی جاری رہی۔ اسی طرح آج تک سکھوں کے گردواروں کی بھی تزئیں و آرائش کی جاتی رہی جس کی وجہ سے سکھ برادری پاکستان سے بہت محبت کرتی ہے۔

کرتارپور راہداری سے آنے والے سکھوں کے لئے قواعد وضوابط تشکیل دیے گئے ہیں، جن کی پابندی ہر سکھ پر، پاکستان داخلے کے لئے لازمی ہیں۔ کراترپور راہداری جہاں اپنے ساتھ اچھے اثرات اور تاثرات کا پیش خیمہ ہے وہیں لوگوں کے دلوں میں بہت خدشات بھی شامل ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ اس سے انڈیا پاکستان کے تعلقات کو بہتر بنایا جاسکے تاکہ کشمیر کا مسئلہ حل ہوسکے۔

فصل اول

کرتارپورہ راہداری کا تعارف اور تاریخی پس منظر

12 نومبر 2019ء کو سکھوں کے روحانی پیشوا گرونانک کا 550واں یوم پیدائش ہے۔ اس موقعے پر پاکستان نے کرتارپور کے گردوارہ دربار صاحب تک بھارتی سکھوں کی آمد کے لیے راہ داری کھولی ہے۔ کرتارپور راہ داری پر دنیا بھر میں بسنے والے سکھ پاکستان کو خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔

کرتارپورہ راہداری اور دربار صاحب کرتارپور

دربار صاحب کرتاپور پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع نارووال کا سرحدی علاقہ ہے۔ سکھ مذہب کے بانی گرو بابا نانک نے اپنی زندگی کے آخری سال اسی مقام پر تبلیغ میں گزارے تھے اور اسی مقام پر وفات پائی تھی۔

"گرو نانک 1521ء کو اس مقام پر تشریف لائے اور کرتارپور کے نام سے ایک گاؤں کو آباد کیا۔ یہ مقام جہاں سکھوں کے لیے انتہائی مقدس ہے وہیں اس مقام پر دیگر مذاہب کے لوگ، جن میں مسلمان بھی شامل ہیں، حاضری دیتے ہیں۔ 22 ستمبر 1539ء کو جب گرو نانک کا انتقال ہوا تو سکھوں اور مسلمانوں میں تنازع پیدا ہوا کہ گرو نانک کی آخری رسومات اپنے اپنے مذہبی عقائد کے مطابق ادا کریں۔ اس جھگڑے کے فیصلے کے لیے کسی درویش کے کہنے پر گرو نانک کے جسم سے چادر اٹھائی گئی تو ان کے جسم کے بجائے وہاں پر پھول موجود تھے۔ فیصلے کے مطابق چادر اور پھولوں کو برابر دو حصوں میں بانٹ کر اپنی اپنی مذہبی رسومات کے مطابق مسلمانوں نے چادر اور پھولوں کو دفن کیا جبکہ سکھوں نے اسے جلا کر سمادھ استھان بنالیا اور آج بھی یہ دونوں نشانیاں قائم ہیں۔"[1]

> "پاکستان اور بھارت کے درمیان ایسی پہلی راہداری (کرتارپور) کا معاہدہ ہوا ہے، جس کے تحت یاتریوں کو گورداسپور کے ڈیرہ بابا نانک سے گردوارہ دربار صاحب تک بغیر ویزہ کے رسائی مل گئی ہے۔ 72 برس کے بعد سکھوں کو سکھ مت کے بانی بابا گرو نانک کی آخری قیام گاہ کے درشن نصیب ہوں گے۔ کرتارپور کی راہداری نئے راستے کھول سکتی ہے اور ایسے کسی اقدام کو باہم نفرتوں کی نذر کرنے سے اجتناب کرنا ہوگا۔ کرتارپوری راہداری کو ہر طرح کی اشتعال انگیزی سے بچاتے ہوئے نئی راہیں تلاش کرنا ہوں گی۔ اور کاش یہ راہداری پاک بھارت مذاکرات کا پیش خیمہ ہو۔"[2]

"یہ مقام سکھ برادری کے لیے مقدس ترین مقامات میں سے ایک ہے۔ تاہم دنیا میں بسنے والے تقریباً تین کروڑ سکھوں کی اکثریت گذشتہ 71 برس سے اس کی زیارت سے محروم ہے۔ سنہ 1947ء میں بٹوارے کے وقت گردوارہ دربار

---

[1] احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**، ص:50

[2] امتیاز عالم، "گرونانک کی کرپا اور کرتارپورہ راہداری"، نیا دور، 10، نومبر 2019ء

صاحب پاکستان کے حصے میں آیا تھا۔ دونوں ممالک کے درمیان کشیدہ تعلقات کے باعث ایک لمبے عرصے تک یہ گردوارہ بند رہا۔ جب تقریباً اٹھارہ برس قبل کھلا تو بھی انڈیا میں بسنے والے سکھ برادری کے تقریباً دو کروڑ افراد کو یہاں آنے کا ویزہ نہیں ملتا تھا۔ معاہدے کے تحت ہر سال بابا گرونانک کی جائے پیدائش ننکانہ صاحب کی زیارت پر پاکستان آنے والے چند سکھ یاتریوں کو کرتارپور کا ویزہ حال ہی میں ملنا شروع ہوا، تاہم ان کی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں رہی۔"[1]

پاکستان کی حکومت نے کرتارپور گوردوارہ تک سکھوں کی آمدورفت اور مذہبی رسومات کی ادائیگی کی سہولت کے اقدام کو عمل میں لاکر اقوام عالم کو ایک واضح پیغام دیا ہے کہ پاکستان بین المذاہب ہم آہنگی کا نہ صرف داعی ہے بلکہ اس نے عملی اقدامات کے ذریعے اس کا ثبوت بھی دیا ہے۔

کرتارپور راہداری کے افتتاح پر سکھوں کی مسرت

دنیا بھر میں بسنے والے سکھ بڑی حسرت سے کرتارپور صاحب کی تصاویر دیکھتے ہیں اور دل میں یہ آس رکھتے ہیں کہ کیسے ممکن ہو کہ وہ اپنے رہبر و رہنما کی سمادھی پر پہنچ جائیں۔ دنیا بھر میں بسنے والے سکھ کبھی بھی پاکستانی سرزمین کو گالی نہیں دے سکتے، کیونکہ پاکستان میں ان کے مذہب کی بنیاد ہے۔

> "بابا گرونانک نے اپنی زندگی کے آخری سترہ سال نارووال کی تحصیل شکر گڑھ میں گزارے، یہاں سے انڈین بارڈر صرف چار کلومیٹر دور ہے جہاں انڈین آرمی نے ایک درشن استھال بنا رکھا ہے، جہاں سکھ یاتریوں کو دور بین کی مدد سے کرتارپور صاحب کے درشن کرائے جاتے ہیں۔ تقسیم ہندوستان نے پنجاب کے سینے پر جو لکیر کھینچی تھی اس کا سب سے بڑا نقصان سکھوں نے برداشت کیا ہے۔ اور اگر کرتارپور راہداری کھلنے سے ان کے زخموں پر مرہم رکھا جا سکتا ہے تو اس سے نیک کام کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس دریادلی سے بھارت میں بسنے والے سکھوں کے ساتھ ساتھ پاکستان میں بسنے والے مذہبی اور سیاسی اقلیتی گروہوں کو بھی مستفیض ہونے کا موقع مل سکتا ہے۔"[2]

"دنیا بھر میں پھیلے بارہ کروڑ سکھ جنرل قمر جاوید باجوہ اور پاکستان کے تہہ دل سے ہمیشہ مشکور رہیں گے، یہ ادھورا خواب تھا جو 70 سال سے رکاوٹوں کا شکار تھا، اب حقیقت کا روپ دھار رہا ہے، سکھ یاتریوں کے الفاظ تو مختلف ہیں لیکن مدعا ایک ہے کہ عمران خان نے سکھوں کے دل جیت لیے ہیں، کرتارپور راہداری بہت بڑا تحفہ ہے، یاتریوں کے ویزے کے پراسس کے عمل کو مزید سہل بنانے کی ضرورت ہے، کئی سکھ یاتری اپنے آبائی علاقوں کو دیکھنے کی حسرت بھی لیے ہوئے ہیں"۔[3]

---

[1] عمر دراز ننگیانہ، "سکھ برادری کرتارپور بارڈر کھلنے پر بیتاب کیوں؟"، بی بی سی اردو، لاہور، 10 ستمبر 2018ء

[2] علی وارثی، "ایک راہداری ادھر بھی"، نیا دور، 9 نومبر، 2019ء

[3] تنویر شہزاد، "میں نے ننکانہ صاحب میں کیا دیکھا؟"، ننکانہ صاحب، "ڈان نیوز"، 10 نومبر 2019ء

سکھوں کے لیے اس مقام کے ساتھ جذباتی وابستگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کرتارپور کے کھلنے کے امکانات کا ذکر ہی ان کے جذبات کو ابھارنے کے لیے کافی ہے۔

گرودوارہ کرتارپور صاحب کی تزئین و آرائش اور تعمیراتی تاریخ

گوردوارہ دربار صاحب کرتارپور سکھ مت کے ماننے والوں کا مقدس ترین مقام ہے۔ قیام پاکستان کے بعد سے اب تک اس گرودوارے کی حفاظت کا ذمہ پاکستان کی حکومت نے لیا ہوا ہے۔

> "کرتارپور میں گرودوارہ صاحب کی تعمیر پٹیالہ کے مہاراجہ بھوپندر سنگھ بہادر نے سنہ 1921ء تا1929ء کے درمیان کروائی۔ کرتارپور صاحب سفید سنگ مرمر کا وسیع و عریض خوبصورت گرودوارہ ہے، جو سکھ مذہب کی شناخت کے ساتھ ساتھ خوبصورت طرز تعمیر کا بھی شاہکار ہے۔ کرتارپور پوری دنیا میں آباد سکھ کمیونٹی کی نمائندگی کرتا ہے۔ جس وقت سے کرتارپور راہداری کا افتتاح ہوا، اسی وقت سے ہی سیاحوں کی ایک بڑی تعداد یہاں کارخ کر رہی ہے۔ شہر، شہر، نگری نگری اور دیگر ملکوں سے آنے والے سیاح اس احاطے میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس گرودوارے سمیت تقریباہر ہی گرودوارے میں پیلے، نارنجی اور مختلف رنگوں کے رومال اور پٹکے رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ گرودارے میں جب تک آپ موجود ہوں، یہ سخت ہدایات دی جاتی ہیں کہ سر کو باندھیں یا سر پر رومال ضرور رکھیں۔ یہ ہدایات ہر عمر کے افراد، مرد اور عورت سب کے لیے ہی جاری کی جاتی ہیں۔"[1]

"گوردوارہ دربار صاحب کی قدیم عمارت دریائے راوی کے سیلاب میں تباہ ہوگئی تھی، موجودہ عمارت 1920ء سے 1929ء کے درمیان پٹیالہ کے مہاراجا سردار بھوپندر سنگھ نے تعمیر کرائی، 1995ء میں حکومت پاکستان نے اس کی دوبارہ مرمت کی، جولائی 2004ء میں یہ گوردوارہ مکمل طور پر بحال کر دیا گیا، گوردوارے کے باغیچے میں بابا گرونانک کے زیر استعمال رہنے والا کنواں بھی ہے جسے سکھ عقیدت میں "سری کُھوہ صاحب" کہتے ہیں۔ تقسیم ہند کے وقت یہ گوردوارہ پاکستان کے حصے میں آگیا، تقریباً 56 سال تک سکھ زائرین اس کی زیارت کے منتظر رہے، انھوں نے بھارتی سرحد پر دور درشن استھان بنا رکھے تھے جہاں سے وہ دوربین کی مدد سے اس کا دیدار کیا کرتے تھے، سکھ برادری کئی دہائیوں تک راہداری کی تعمیر کا مطالبہ کرتی رہی، دونوں ملکوں کی پچھلی حکومتوں نے 1998ء، 2004ء اور 2008ء میں راہداری کی تعمیر کیلئے ابتدائی بات چیت بھی کی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکل سکا۔ وزیراعظم عمران خان کی تقریبِ حلف برداری میں بھارتی کرکٹر سیاستدان نوجوت سنگھ سدھو سے اس سلسلے میں بات چیت ہوئی جس میں اس منصوبے کو جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے کا اعلان کیا گیا۔"[2]

---

[1] من میت کور، "کرتارپور صاحب جانے والوے سیاحوں سے اپیل"، "ڈان نیوز"، 22، فروری 2021ء

[2] "گرودوارہ دربار صاحب کرتارپور کی تاریخی اہمیت"، "جیونیوز"، 9 نومبر 2019ء

سکھ مذہب کے بانی بابا گرو نانک کی آخری آرام گاہ گردوارا دربار صاحب کرتارپور سکھوں کی سب سے بڑی

عقیدت گاہ ہے۔

1

2

کرتارپور آنے والے یاتریوں کے لئے ہدایات اور سہولیات

حکومت پاکستان کی جانب سے دربار صاحب کرتارپور کے درشن کیلئے آنے والے لاکھوں سکھوں کو ہر ممکن سہولیات اور سکیورٹی فراہم کی جارہی ہے۔ دنیا بھر میں بسنے والے کروڑوں سکھ کرتارپور بارڈر کھلنے پر خوشی سے نہال ہیں۔

---

[1] https://ur.wikipedia.org/wiki/%DA%A9%D8%AC (Accessed Date: 10.8.2022)
[2] https://www.twinkl.ca/resource/kartarpur-location-map (Accessed Date: 10.8.2022)

• فری ویزہ کاریڈور

کرتارپور راہداری ایک ویزہ فری کوریڈور ہے جس کے ذریعے بھارت سے آنے والے سکھ یاتری صبح گوردوارہ دربار صاحب آکر اسی شام کو واپس چلے جایا کریں گے۔

> "On November 9, 2019, Pakistan has opened the visa-free corridor on 550th birthday of the founder of Sikhism, allowing the Sikh pilgrims to travel between Dera Baba Nanak on Indian side (Gurdaspur) and the Sri Kartarpur Sahib Gurdwara (Kartarpur) on Pakistani side."[1]

9 نومبر 2019 کو، پاکستان نے سکھ مذہب کے بانی کے 550 ویں یوم پیدائش کے موقع پر ویزہ فری کوریڈور کھول دیا ہے، جس سے سکھ یاتریوں کو ہندوستان کی جانب ڈیرہ بابا نانک (گرداس پور) اور سری کرتارپور صاحب گوردوارہ (کرتارپور) کے درمیان سفر کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

> "پاکستانی سفارت خانوں نے مختلف ممالک میں پانچ ہزار سکھ یاتریوں کو ویزے جاری کر دیئے ہیں۔ مجموعی تعداد دس ہزار تک جاسکتی ہے۔ڈیرہ بابا نانک راہداری کے حوالے سے پہلی بار 1998ء میں بھارت اور پاکستان کے درمیان مشاورت کی گئی تھی اور اب 21 برس بعد 9 نومبر 2019ء کو کھولے جانے کا امکان ہے۔ گرودوارہ دربار صاحب بین الاقوامی سرحد ساڑھے چار کلومیٹر کے فاصلے پر پاکستان میں واقع ہے۔ یہ منصوبہ 823 ایکڑ اراضی پر پھیلا ہوا ہے، اور 330 ایکڑ رقبے پر یاتریوں کے قیام کے لئے کمپلیکس بنایا گیاہے۔ 13.5 رقبے پر بارڈر ٹرمینل امیگریشن کی عمارت بنائی گئی ہے۔ 6.8 کلومیٹر سڑکیں، دریائے راوی پر 800 میٹر پل، اور سیلاب سے بچاؤ کے لئے بند بھی بنائے گئے ہیں۔"[2]

"بھارت سے آنے والے یاتری سرحد پر آئیں گے جہاں سے اُنھیں بائیو میٹرک اندراج کے لیے ٹرمینل لایا جائے گا اور پھر بعد میں بسوں کے ذریعے گردوارے منتقل کیا جائے گا۔ ایسے یاتری جو پیدل گوردوارہ جانا چاہتے ہیں ان کے لیے الگ راہداریاں تعمیر کی گئی ہیں جن پر جگہ جگہ جائے آرام بھی مہیا کی گئی ہیں۔ گوردوارے کے داخلی مقامات پر تجوریاں مہیا کی جارہی ہیں جن میں یاتری اپنا سامان محفوظ طریقے سے رکھ سکیں گے۔ مرکزی گوردوارے میں جگہ کی قلت کے پیش نظر ایک اضافی دیوان بھی تعمیر کیا گیا ہے تاکہ رہ جانے والے یاتریوں کو مناجات و عبادت کے لیے جگہ مہیا کی جاسکے۔"[3]

---

[1] Muhammad Saleem mazhar, Naheedn S. Goraya," The Kartarpur Sahib Cooridor reimagining the relationship with Sikh Heritage & the religious Diplomacy of inclusive Pakistan", (Pakistan Vision, Vol.21, no.1)

[2] [2] روزنامہ "اساس"، جلد:26، شمارہ:307، 9 نومبر، 2019ء، ص:8

[3] منظور حسین، "کرتارپور دنیا کا سب سے بڑا گرودوارہ"، جنگ نیوز"، 9، نومبر 2019ء، ص:5

امیگریشن کے بعد یاتری ان خوبصورت بسوں میں ساڑھے 4 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے گردوارہ دربار صاحب پہنچیں گے۔

[1]

- **رہائش کے لیے ہوٹل اور رہائشگاہیں**

سکھ یاتری ایک مخصوص دروازے سے گردوارہ دربار صاحب میں داخل ہوں گے، جہاں وہ مذہبی رسومات کی ادائیگی کے بعد اسی شام واپس بھارت چلے جایا کریں گے۔

> "یاتریوں کو گوردوارہ دربار صاحب کے علاوہ پاکستانی حدود میں کہیں بھی داخلے کی اجازت نہیں ہوگی، اس مقصد کے لئے کرتارپور راہداری اور دربار صاحب تک سڑک کی دونوں جانب اونچے جنگلے اور خاردار تاریں لگادی گئی ہیں۔ ابتدائی مرحلے پر پل اور سرنگ سمیت عمارت کھڑی کی گئی ہے جبکہ دوسرے مرحلے میں عمارت میں توسیع کے ساتھ زیادہ سے زیادہ یاتریوں کی رہائش کے لیے ہوٹل اور رہائشگاہیں تعمیر کی جائیں گی اور زائرین کی سہولت کے لیے بازار بھی قائم کیا جائے گا۔ کرتارپور منصوبے کے لیے 800 ایکڑ اراضی مختص کی گئی ہے، اس سے قبل گوردوارہ محض 4 ایکڑ تک محدود تھا۔"[2]

- **چار کلومیٹر کا پل:**

کرتارپور راہداری منصوبے کے سنگ بنیاد کے تقریباً ایک سال میں دربار صاحب سے پاک بھارت سرحد تک ساڑھے چار کلومیٹر لمبی سڑک اور دریائے راوی پر پلُ کی تعمیر مکمل کی جاچکی ہے۔ کرتارپور منصوبے کی تعمیر کے تمام اخراجات حکومت پاکستان نے ادا کیے۔

---

[1] https://www.politicpk.com/kartarpur-border-location-map-corridor / (Accessed Date: 10.8.2022)

[2] "کرتارپور دنیا کا سب سے بڑا گردوارہ بن گیا"، جیو نیوز، 4 نومبر 2019ء

"کرتارپور صاحب پاکستان کے حصے میں ہے جبکہ انڈین سرحد سے اس کا فاصلہ محض ساڑھے چار کلو میٹر ہے۔انڈیا میں مقیم دربار صاحب کرتارپور کے درشن کے خواہش مند افراد اب بھی اس کو دیکھ ضرور سکتے ہیں مگر چار کلومیٹر دور سرحد کے اُس پار سے۔ تاہم پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع نارووال میں شہر سے تحصیل شکر گڑھ کی جانب جاتی شاہراہ سے دربار صاحب کی عمارت میلوں دور سے نمایاں نظر آتی ہے۔شاہراہ سے اس کی جانب کچی سڑک پر مڑتے، چند فرلانگ کا فاصلہ طے کرتے ہی لہلہاتے دھان کے کھیتوں میں کھڑی گردوارہ کی سفید عمارت کے خدوخال مزید واضح ہوتے ہیں۔"[1]

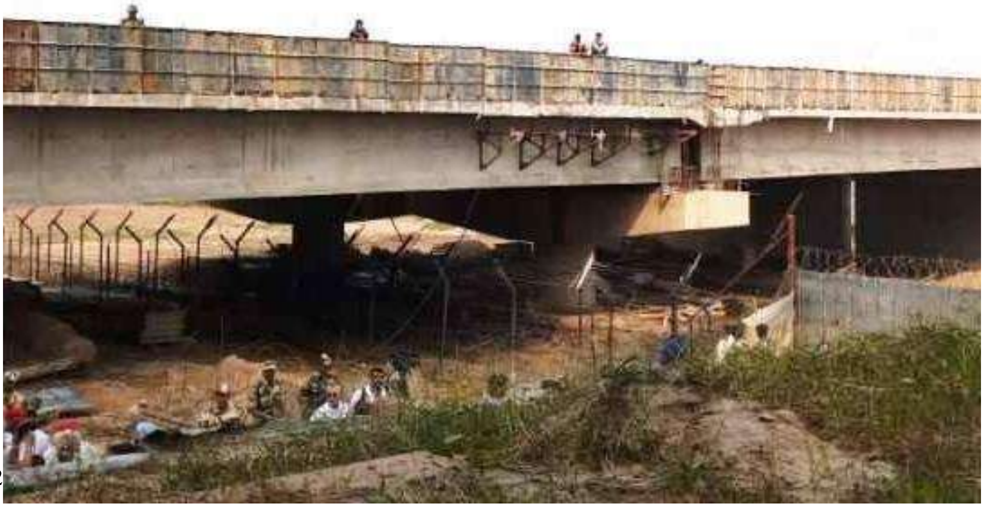
[2]

• گرونانک کے نام کا 50 روپے کا یادگاری سکّہ

"سکھ مذہب کے بانی گرونانک دیوجی کے 550 ویں یوم پیدائش کے موقع پر حکومتِ پاکستان کی جانب سے تمام سکھ یاتریوں کے لیے گرونانک کے نام کا 50 روپے کا یادگاری سکّہ جاری کیا گیا ہے۔ حکومتِ پاکستان کی جانب سے جاری کردہ یہ 50 روپے کا سکّہ کرتارپور میں ہی دستیاب ہوگا، جس کے ایک رُخ پر اسلامی جمہوریہ پاکستان اور قومی نشان ہے جب کہ دوسرے رُخ پر سکھوں کی عبادت گاہ کی تصویر کندہ ہے۔اس کے علاوہ 50 روپے کے اس سکّے پر گرونانک دیوجی کے الفاظ بھی کندہ ہیں"۔[3]

---

[1] https://www.express.pk/story/1450480/1/ Accessed: (10/12/2021)
[2] https://www.express.pk/story/2262882/1/ (Accessed Date: 10.8.2022)
[3] امین حفیظ، "کرتارپور راہداری: سکھ یاتریوں کو کتنی فیس دینا ہوگی؟"، جیو نیوز، 8 نومبر 2019ء

[1]

• گوردوارہ آنے والے زائرین کے لئے ڈاک ٹکٹ

پاکستان نے کرتارپور صاحب گوردوارہ آنے والے زائرین کے لیے ایک یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کیا ہے۔ اس ڈاک ٹکٹ کی قیمت پاکستانی آٹھ روپے رکھی گئی ہے۔

[2]

"وزیر اعظم عمران خان کی منظوری کے بعد وفاقی وزیر ڈاک خدمات مراد سعید نے پاکستان پوسٹ کو یہ یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کرنے کی ہدایت کی، یہ ڈاک ٹکٹ 9 نومبر ہفتے کے روز سے فروخت کے لیے دستیاب ہوں گے، سکھ یاتریوں کی سہولت کے لیے پاکستان پوسٹ کرتارپور کمپلیکس میں خصوصی پوسٹ آفس قائم کیا جائے گا جبکہ ننکانہ صاحب

---

[1] https://www.urdunews.com/node/440636 (Accessed Date: 10.8.2022)
[2] https://www.express.pk/story/1873856/1/ (Accessed Date: 10.8.2022)

میں بھی سکھ برادری کے لیے ایک خاص پوسٹ آفس کھولا جائے گا۔اِس کے علاوہ یہ ڈاک ٹکٹ یونیورسل پوسٹل یونین کے 192 ممبران ممالک میں بھی فراہم کیے جائیں گے۔"[1]

کرتارپورہ راہداری کے بارے میں مختلف شخصیات کی جانب سے پذیرائی

کرتارپورہ راہداری کے بارے میں چند شخصیات بطور خاص عمران خان صاحب کے بیانات درج ذیل ہیں:

- **وزیر اعظم عمران خان**

وزیر اعظم عمران خان نے کرتارپور میں گردوارہ دربار صاحب کی مکمل تزئین و آرائش اور بھارت سے یہاں آنے جانے کے لیے راہ داری کا افتتاح کر دیا۔وزیر اعظم پاکستان عمران خان نے کہا کہ

" مجھے خوشی ہے کہ کرتارپور سرحد کھول کر سکھوں کے دل خوشیوں سے بھر دیے ہیں۔جب سکھ برادری کی بات ہوتی ہے تو ہم انسانیت کی بات کرتے ہیں، نفرتیں پھیلانے کی بات نہیں کرتے۔مجھے خوشی ہے کہ میں نے یہ دن آپ کے ساتھ منایا ہے۔کرتارپور راہداری سے ہزاروں سکھ یاتری مستفید ہوں گے، آج ہم نے نہ صرف اپنی سرحد بلکہ اپنے دل بھی سکھ برادری کے لیے کھول دیے ہیں۔اس راہداری کے افتتاح کی اہمیت مسلمان بہتر سمجھ سکتے ہیں، جو مقدس مقامات کی اہمیت کو پہچانتے ہیں۔ہمارے دل مذاہب کے ماننے والوں کے لئے کھلے ہیں جو ہمارے عظیم مذہب کی تعلیمات اور ہمارے بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کے تصور کے مطابق ہیں۔"[2]

- **وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی**

شاہ محمود قریشی نے امید ظاہر کی کہ روزانہ کی بنیاد پر پانچ ہزار سکھ یاتری اس راہداری سے پاکستان آئیں گے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے کہا کہ

> " کرتارپور راہداری کی تعمیر پاکستان کی جانب سے خیر سگالی کا پیغام ہے، نئی دہلی میں کچھ قوتیں اس خیر سگالی کو پسند نہیں کرتیں۔پانچ ہزار سکھ روزانہ کرتارپور آسکیں گے، پاسپورٹ کی بندش عارضی طور پر ختم کر دی گئی ہے،9اور 11 نومبر کو فیس کی بھی چھوٹ ہو گی۔ہم نے تو ایک شاہراہ بنائی ہے جس میں محبت کو پرویا گیا ہے۔ہم نے تو نفرتوں کو مٹانے کی کوشش کی ہے۔کرتارپور راہداری کی طرف پیش قدمی تو پاکستان کی طرف سے تھی۔سکھ یاتریوں سے لیے جانے والی فیس کے سوال پر شاہ محمود قریشی نے کہا کہ اس کا مقصد مالی فائدہ اٹھانے کا نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ گردوارے کی تعمیر پر اربوں روپے خرچ ہوئے اور اس کی دیکھ بھال اور معیار کو برقرار رکھنے کے

[1] " گرونانک کے جنم دن پر ڈاک ٹکٹ جاری"، روزنامہ جنگ، 5نومبر 2019ء، ص:5

[2] " عمران خان کا پیغام"، روزنامہ "جنگ"، 9نومبر 2019ء، ص:6

لیے فنڈز درکار ہوں گے۔ ہم تو ایک سروس فراہم کر رہے ہیں اور اس کے عوض فیس لے رہے ہیں۔ ہم نے صرف ایک آسانی پیدا کی ہے اور اس سے دنیا بھر میں موجود سب سکھ خوش ہوئے ہیں۔"[1]

پاکستان نے دس پندرہ سالوں میں دہشت گردی کی جنگ کی وجہ سے بہت نقصان اٹھایا ہے لیکن اب دنیا واپس پاکستان کی طرف مائل ہو رہی ہے اور ان کی حکومت چاہتی ہے کہ وہ مذہبی سیاحت اور بین المذاہب تعلقات کو فروغ دے۔

- **پاکستانی دفتر خارجہ کے ترجمان زاہد حفیظ چوہدری**

ترجمان دفتر خارجہ زاہد حفیظ چوہدری نے کرتارپورہ راہداری کے افتتاح کے دوران سکھوں کے لئے اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ

"کرتارپور راہداری کے کھلنے سے دنیا بھر میں موجود سکھ برادری کی ایک دیرینہ خواہش پوری ہوئی تھی۔ تاہم بھارت نے ابھی اپنی جانب کرتارپور راہداری کو کھولنا اور سکھ یاتریوں کو کرتارپور صاحب دورے کی اجازت دینا ہے۔ کرتارپور راہداری کو بین المذاہب ہم آہنگی، مذہبی اتحاد کی علامت ہونے کی بنا پر راہداری امن بھی کہا جاتا ہے جس کا افتتاح وزیر اعظم عمران خان نے گزشتہ برس نو نومبر 2019ء بابا گرونانک کے 550ویں یوم ولادت پر کیا تھا۔ سکھ، عالمی برادری بشمول سیکریٹری جنرل اقوام متحدہ انتونیو گوتریس نے اپنے دورہ کرتارپور میں اسے راہداری امید قرار دیا اور اسے پاکستان کا سنگ میل اقدام قرار دیتے ہوئے سراہا تھا۔ کوویڈ19 وبا کے باعث رواں برس 16 مارچ2020ء کو راہداری کو عارضی طور پر بند کر دیا گیا تھا۔ جب دنیا بھر میں مذہبی مقامات کھلنا شروع ہوئے تو پاکستان نے کرتارپور راہداری کو کھول دیا۔"[2]

- **پاکستانی دفتر خارجہ کے ترجمان ڈاکٹر محمد فیصل**

پاکستان اور بھارت کے درمیان کرتارپور راہداری معاہدے پر دستخط ہوئے جس میں پاکستان کی جانب سے ترجمان دفتر خارجہ اور ڈائریکٹر جنرل جنوبی ایشیا و سارک ڈاکٹر محمد فیصل نے دستخط کیے، پاکستانی دفتر خارجہ کے ترجمان ڈاکٹر محمد فیصل کہتے ہیں کہ

"سکھ یاتری تین انٹری پوائنٹس (راہداری، واہگہ بارڈر اور دیگر ممالک) سے پاکستان میں داخل ہوں گے۔ پاکستان نے بابا گرونانک کے جنم دن پر سکھوں کو سہولیات فراہم کرنے کے لئے خصوصی مراعات کا اعلان کیا تھا جس کو بھارت نے مسترد کر دیا، بھارت کے اس اقدام پر بہت افسوس ہے۔ کرتارپور راہداری کے قیام کا مقصد پاکستان اور بھارت میں موجود سکھ برادری کو قریب لانا ہے۔ پاکستان اقلیتوں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے اور کرتارپور راہداری اُسی

---

[1] "کرتارپور راہداری کا افتتاح"، روزنامہ "نوائے وقت"، 9نومبر 2019ء، ص:5

[2] "کرتارپور راہداری کو راہداری امن بھی کہا جاتا ہے"، روزنامہ "نوائے وقت"، 10 نومبر 2019ء، ص:5

سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ان کا مزید کہنا تھا کہ کرتارپور راہداری درحقیقت امن کی راہداری ہے، جس کی وجہ سے پاکستان اور بھارت کے درمیان کشیدگی میں کمی واقع ہوگی۔"[1]

- **وزیر اعلیٰ پنجاب سردار عثمان بزدار**

وزیر اعلیٰ پنجاب سردار عثمان بزدار نے کہا ہے کہ

"کرتارپور راہداری کا منصوبہ سکھ برادری کے لیے وزیر اعظم عمران خان کا تحفہ ہے۔ پاکستان آنے والی سکھ کمیونٹی کو دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہتے ہیں، کرتارپور راہداری منصوبے کی افتتاحی تقریب کے لیے آنے والی سکھ کمیونٹی کو حکومت ہر طرح کی سہولتیں فراہم کر رہی ہیں۔ کرتارپور راہداری منصوبے کی تکمیل سے اس وقت بھارت میں پاکستان کا ڈنکا بج رہا ہے، پوری دنیا کی سکھ برادری کے جذبات خوشی سے لبریز ہیں۔ وزیر اعظم پاکستان عمران خان نے بھارت سمیت دنیا بھر میں مقیم سکھ برداری کے دل جیت لیے ہیں، بین المذاہب ہم آہنگی کے اس تاریخی اقدام سے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کا وقار بلند ہوا ہے۔وزیر اعلیٰ پنجاب کا مزید کہنا ہے کہ اقلیتوں کے مذہبی مقامات کے تحفظ اور اپ گریڈیشن کی اس سے بڑی مثال پوری دنیا میں کوئی نہیں۔ وزیر اعظم پاکستان کے اس اقدام سے امن، محبت اور خیر سگالی کے جذبات کو فروغ ملے گا۔"[2]

- **رہنما پاکستان پیپلز پارٹی رحمان ملک**

پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما رحمان ملک نے کہا ہے کہ

> "پاکستان نے کرتارپورہ راہداری سکھوں کے لئے کھول کر اپنی ذمہ داری پوری کی اور دوستی کا ایک اور قدم بڑھایا ہے ۔ اب وقت آگیا ہے کہ بھارت مقبوضہ کشمیر میں بسنے والی سکھ برادری کو پاکستان آنے کے لئے سہولیات فراہم کرے۔ نیز بھارتی وزیر اعظم پاکستانی ہندو برادری کو گنگا سمیت دیگر مذہبی مقامات پر جانے کے لئے ویزا سمیت دیگر سہولیات فراہم کرے تاکہ دونوں ممالک کے درمیان دوستی اور بھائی چارے کی پیشرفت ہو سکے۔ پاکستان نے کرتارپورہ راہداری کھول کر خوش آئند فیصلہ کیا، اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔"[3]

- **انڈین وزیر اعظم نریندر مودی**

نریندر مودی نے کہا کہ

"پاکستان کے وزیر اعظم عمران خان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے انڈیا کی خواہشات کو سمجھا اور اس راہداری کو کھولنے کا فیصلہ کیا، میں پاکستان کے ان تمام افراد کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس راہداری کو کم عرصے میں

---

1 "کرتارپور راہداری کا افتتاح"، روزنامہ "نوائے وقت"، 9نومبر 2019ء، ص:5

2 "عثمان بزدار"، روزنامہ "جنگ"، 10نومبر 2019ء، ص:6

3 روزنامہ "اساس"، جلد:26، شمارہ:307، 9نومبر، 2019ء، ص:4۔

مکمل کیا۔ یہ راہداری ہر روز سینکڑوں سکھ یاتریوں کی خدمت کرے گی، ہم بابا گرو نانک کے لیے جتنا کچھ بھی کریں وہ کم ہی رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ راہداری کھلنے سے دونوں ممالک کے تعلقات میں بہتری آئے گی۔ "[1]

- **انڈین سابق وزیر اعظم من موہن سنگھ**

"72 سالوں میں سکھوں کی آواز کسی نے نہیں سنی، ہر بندے نے سکھوں کو تکڑی (ترازو) میں تولا، نفع نقصان دیکھا، یہ پہلا وزیر اعظم ہے جس نے سکھوں کے لیے یہ راستہ کھولا۔ انہوں نے کہا کہ عمران صاحب میری بات یاد رکھنا، اس سکھ قوم نے جہاں آپ کو لے کر جانا ہے وہاں آپ کی سوچ نہیں جاتی۔ میری زبان سے 14 کروڑ سکھوں کی آواز نکلتی ہے۔ پہلی بار کسی حکومت نے 14 کروڑ سکھوں کے لیے یہ کام کیا۔ عمران خان آپ وہ سکندر ہیں، جس نے دنیا بھر کے لوگوں کے دل جیتے ہیں۔"[2]

- **گردوارہ جنم استھان کے سربراہ بلونت سنگھ گرانتی**

گردوارہ جنم استھان کے سربراہ بلونت سنگھ گرانتی کا کہنا تھا کہ

"پاکستان کے وزیر اعظم عمران خان نے ایک انوکھا کام کیا ہے جس نے دنیا بھر میں سکھوں کے دل جیت لیے ہیں۔ ہم عمران خان کی عمر اور صحت اور کامیابی کے لیے دعا کرتے ہیں۔ انہوں نے پاکستان کا نام اونچا کیا ہے۔ وہ کام جو دس یا پانچ سال میں ہونا تھا وہ کام انہوں نے ایک سال میں کر دکھایا۔"

- **سردار امریش سنگھ اروڑا**

سردار امریش سنگھ اروڑا کا کہنا ہے کہ

"دربار صاحب کرتارپور کے افتتاح سے سکھ برادری بہت خوش ہے۔ ان کے بقول پاکستان سے متعلق اگر سکھ برادری کے بعض افراد کی منفی رائے تھی تو وہ اس اقدام کے باعث تبدیل ہو گی۔ یہ سکھوں کا دیرینہ مطالبہ تھا کہ وہ جس مقام کو دور سے دیکھتے تھے اس کے درشن کرنے کے لیے یہاں آسکیں۔ اس کے لیے پوری سکھ برادری ریاست پاکستان کی شکر گزار ہے کہ اس نے سکھوں کے انتہائی اہم مذہبی مقام تک رسائی کے لیے اس راہداری کے منصوبے کو عملی جامہ پہنایا۔"[3]

- **پاکستان گردوارہ کمیٹی کے امیر سنگھ**

"پاکستان گردوارہ کمیٹی کے امیر سنگھ کا کہنا تھا کہ ہماری اور آپ کی دعائیں پوری ہو گئی ہیں۔ ہم آپ کا دل کی گہرائیوں سے استقبال کرتے ہیں، ہمارے دل اور دروازے آپ کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔"[4]

---

[1] "نریندر مودی"، روزنامہ "نوائے وقت"، 10 نومبر 2019ء، ص:5

[2] شیراز حسن، "مودی کشمیریوں کو انصاف دیں"، اردو نیوز، 9 نومبر، 2019ء

[3] "پاکستان میں سکھوں کے دیگر اہم مذہبی مقامات کہاں ہیں؟"، نیا دور، 30 ستمبر، 2021ء

[4] "کرتارپور راہداری: 20 ماہ بعد انڈیا سے سکھ یاتریوں کے پہلے قافلے کی پاکستان آمد"، 17 نومبر 2021ء

سکھ تنظیموں کی جانب سے وزیر اعظم عمران خان کو نوبل امن انعام دینے کا مطالبہ

دنیا بھر میں سکھ برادری کرتارپور میں اپنے مذہبی پیشوا گرو نانک کے گردوارے کی زیارت کرنے کی شدید خواہش رکھتی تھی۔ اب جب پاکستان کی جانب سے کرتارپور راہ داری کھول دی گئی ہے، دنیا بھر سے سکھ یاتری اس گردوارے کا دورہ کر رہے ہیں۔ ایسے میں خالستان تحریک کی تنظیم 'جسٹس فار سکھ' سمیت کئی سکھ تنظیموں کی جانب سے پاکستانی وزیر اعظم عمران خان کو نوبل امن انعام دیے جانے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

پاکستان دورے پر آئے کئی سکھ یاتریوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ "کرتارپور راہداری ایک خواب تھا جو عمران خان کی بدولت حقیقت کا روپ دھار چکا ہے۔ حکومت پاکستان کے اقلیتوں کے مذہبی مقامات کی حفاظت اور انہیں ہر طرح کے آئینی حقوق دینے کے حوالے سے اقدامات قابل قدر ہیں۔ سکھ یاتریوں کے لئے بہترین خدمات پر عمران خان کو عالمی نوبل انعام دیا جائے۔ حکومت پاکستان نے سکھ مذہب کے پیروکاروں پر رہتی دنیا تک وہ احسان کیا ہے جس کو سی صورت چکایا نہیں جا سکتا۔[1]

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ سکھ پاکستان اور عمران خان سے بہت خوش ہیں اور وہ اس اقدام کو بہت سراہتے ہیں۔

کرتارپورہ راہداری یا دربار صاحب کرتارپور سکھوں کے لئے بہت اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک کی جائے پیدائش اور جائے وفات دونوں یہی ہیں آج ان کی سمادھی یا قبر بھی اسی جگہ موجود ہے۔ سکھ پاکستان کی تقسیم کے بعد سے آج تک اس مقام کو دیکھنے اور یہاں عبادت کرنے کے منتظر تھے۔ حکومت پاکستان نے سکھوں کی اس دلی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے اور یہاں ایک راہداری قائم کی جس سے سکھ یاتری یہاں آکر زیارت اور عبادت کر سکیں گے۔ پاکستان کی طرف سے سکھوں کو بہت سی سہولیات بھی فراہم کی گئی ہیں جن پر سکھ پاکستان کے بے حد مشکور ہیں۔ اس اقدام پر دنیا بھر سے عمران خان اور بالخصوص پاکستان کو پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

---

https://www.bbc.com/urdu/regional-59322556 Accessed: (07/09/2021)

[1] "عمران خان کو نوبل انعام دینے کا مطالبہ"، روزنامہ "نوائے وقت"، 9 نومبر 2019ء، ص:5

فصل دوم

کرتار پورہ راہداری کے پاکستان پر معاشی، مذہبی اور سیاسی اثرات

کرتار پور راہداری یقیناً ایک احسن اقدام ہے۔ تقسیم ہندوستان نے پنجاب کے سینے پر جو لکیر کھینچی، اس کا سب سے بڑا نقصان سکھوں نے برداشت کیا ہے۔ اور اگر کرتار پور راہداری کھلنے سے ان کے زخموں پر مرہم رکھا جا سکتا ہے تو اس سے نیک کام کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اس کا اثر سکھوں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں خصوصاً پاکستان کو بھی ہو گا۔

مختلف سیاسی پارٹیوں کے دور میں کرتار پور بارڈر کھولنے کی کوشش

پاکستان کی موجودہ حکومت نے کرتار پور گوردوارہ تک سکھوں کی آمدورفت اور مذہبی رسومات کی ادائیگی کی سہولت کے اقدام کو عمل میں لا کر اقوام عالم کو ایک واضح پیغام دیا ہے کہ پاکستان بین المذاہب ہم آہنگی کا نہ صرف داعی ہے بلکہ اس نے عملی اقدامات کے ذریعے اس کا ثبوت بھی دیا ہے۔

سردار رمیش سنگھ اروڑا گردوارہ گرونانک کرتار پور کے سیوک ہیں، ان کا کہنا ہے کہ "سکھوں نے کبھی نہیں کہا کہ پنجاب کے درمیان لکیر کو ختم کیا جائے کیونکہ یہ لکیر نہیں بارڈر ہے جسے بھارتی اور پاکستانی سکھ تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن دوریوں کو ختم کرنے کی خواہش ہمیشہ سے رہی ہے۔ کرتار پور صاحب کے ساتھ ان کا خاندانی انس ہے۔ ہمارے خاندان نے گردوارہ کھلنے پر اس کی سیوہ سنبھالی۔ اگرچہ قیام پاکستان کے وقت بہت سے سکھ ہجرت کر کے بھارت چلے گئے لیکن انہیں فخر ہے کہ ان کا خاندان پاکستان میں ہی آباد رہا اور یہی انکا وطن ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کا تعلق مسلم لیگ ن سے ہے اور بطور سیاسی کارکن وہ سمجھتے ہیں کہ کرتار پور بارڈر کھولنے کی کوشش میاں نواز شریف دور میں بھی ہوئی، بے نظیر کے دور حکومت میں بھی ہوئی لیکن اس وقت عملی اقدامات نہ ہو سکے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ بارڈر بند ہونے پر بھارت کی طرف سے آنے والے سکھوں کو اپنے روحانی پیشوا کی آرام گاہ کی زیارت چار کلو میٹر دور سے کرنا پڑتی تھی اور ماتھا ٹیکنا بھی ممکن نہ تھا، اس موقع پر دونوں طرف کی سکھ برادری اضطراب کا شکار ہوتی تھی۔"[1]

> "Mrs. Benazir Bhutto's Govt in Pakistan realized the importance of Kartarpur in international relations in the year 1994AD and agreed ro grant a visa-less free corridor to kartarpur shrine from the indian border."[2]

---

[1] ارشد چوہدری، "سکھوں نے کبھی نہیں کہا کہ پنجاب کے درمیان لکیر کو ختم کیا جائے"، 8 نومبر 2019ء
https://www.independenturdu.com/node/20981/ Accessed: (25-06-2021)

[2] B.S.Goraya, " The Sikh Monuments in Pakistan, conservation and preservation: Can Monument of Kartarpur Sahib bring peace between India and Pakistan?", (Journal of the Punjab University Historical Society ،Vol:03, Issue No. 2, July - December 2017)

پاکستان میں محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت نے سال AD 1994 میں بین الاقوامی تعلقات میں کرتارپور کی اہمیت کو محسوس کیا اور ہندوستانی سرحد سے کرتارپور کے مزار تک بغیر ویزہ کے مفت کوریڈور دینے پر اتفاق کیا۔

"In Musharaff's era, following his theory of enlightened moderation, the religious minorities and their festivals were given due weightage. At that time, many Indian Sikh pilgrims were given visa for Pakistan and simultaneously, the facilities at Gurdwara were improved".[1]

مشرف کے دور میں، انہوں نے اپنے روشن خیال اعتدالی نظریہ کی پیروی کرتے ہوئے، مذہبی اقلیتوں اور ان کے تہواروں کو مناسب اہمیت دی۔ اس وقت، کئی بھارتی سکھ یاتریوں کو پاکستان کا ویزا دیا گیا اور ساتھ ہی، گوردوارے میں سہولیات کو بہتر بنایا گیا۔

امید ہے کہ بھارت بھی پاکستانیوں کے لیے گولڈن ٹیمپل اور اجمیر شریف جیسے مقامات تک جانے کے لیے آسانیاں فراہم کرے گا، یہ دونوں طرف کے شہریوں کا حق ہے۔

کرتارپورہ راہداری کے پاکستان پر معاشی اثرات

کرتارپور راہداری کے پاکستان پر معاشی اثرات درج ذیل ہیں:

- **تجارتی روابط:**

2018 میں کرتارپور کوریڈور کے ساتھ آگے بڑھنے کے فیصلے نے بھی قریبی تجارتی روابط کی امیدیں پیدا کیں۔

"One of the important points raised at the inauguration ceremony was the need to enhance trade links between India and Pakistan in general, and the two Punjabs in particular. Navjot Singh Sidhu, a close friend of Imran Khan, who is credited by many (especially in Indian Punjab, and large sections of the Sikh diaspora) for giving a fillip to the opening of the corridor, during his speech, urged the Pakistani prime minister to liberalize trade and make the India-Pakistan border more porous." [2]

---

[1] Muhammad Saleem mazhar, Naheedn S. Goraya, "The Kartarpur Sahib Cooridor reimagining the relationship with Sikh Heritage & the religious Diplomacy of inclusive Pakistan", Pakistan Vision, Vol.21, no.1

[2] Tridivesh Singh Maini, "The Kartarpur Corridor and India-Pakistan Economic Linkages", November 16,2019 https://thediplomat.com/2019/11/the-kartarpur-corridor-and-india-pakistan-economic-linkages/ Accessed: (23-09-2021)

افتتاحی تقریب میں اٹھائے گئے اہم نکات میں سے ایک ہندوستان اور پاکستان کے درمیان بالعموم اور دونوں پنجابوں کے درمیان بالخصوص تجارتی روابط بڑھانے کی ضرورت تھی۔ نوجوت سنگھ سدھو، عمران خان کے قریبی دوست، جنہیں بہت سے لوگ (خاص طور پر ہندوستانی پنجاب میں، اور سکھ کمیونٹی) کے ذریعے راہداری کے افتتاح کو تقویت دینے کا سہرا دیتے ہیں، نے اپنی تقریر کے دوران پاکستانی وزیر اعظم پر زور دیا۔ تجارت کو آزاد کرنا اور پاک بھارت سرحد کو مزید غیر محفوظ بنانا۔

کرتارپورہ راہداری کے ذریعے پاک بھارت تعلقات میں بہتری کے ساتھ ساتھ دونوں ممالک تجارت کو فروغ دے سکتے ہیں اور اس کے ذریعے عوام کو خوشحالی سے ہمکنار کیا جا سکتا ہے۔

- **اقتصادی تعلقات:**

کرتارپور راہداری، چین کے ساتھ اقتصادی تعلقات اور اب ہندوستان کے پڑوسیوں کی مشکلات کے خلاف ایک "سماجی" راہداری کے قیام کی وجہ سے گزشتہ برسوں میں خارجہ پالیسی میں بہت بہتری آئی ہے۔

پاکستانی وزیر اعظم نے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان اقتصادی تعلقات کی ضرورت کے بارے میں بھی بات کی۔ کرتارپور بارڈر کے فیصلے کے بعد گوردوارہ کے اطراف میں معاشی سرگرمیاں بڑھنے کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔

> "Sidhu, a former minister in the Punjab government in India, and a legislator from the border town of Amritsar, also made an interesting point that the corridor had healed the wounds of 1947 to a large extent. Sidhu, while pitching for closer economic ties and more porous borders, stated that this would not just help the bilateral relationship, but also provide landlocked East Punjab access to Afghanistan, Iran, and Central Asia."[1]

بھارت میں پنجاب حکومت کے سابق وزیر اور سرحدی شہر امرتسر کے ایک قانون ساز سدھو نے بھی ایک دلچسپ بات کہی کہ اس راہداری نے 1947 کے زخموں کو کافی حد تک بھر دیا ہے۔ سدھو نے قریبی اقتصادی تعلقات اور زیادہ غیر محفوظ سرحدوں کی بات کرتے ہوئے کہا کہ اس سے نہ صرف دوطرفہ تعلقات میں مدد ملے گی بلکہ خشکی سے گھرے مشرقی پنجاب کو افغانستان، ایران اور وسطی ایشیا تک رسائی بھی ملے گی۔

سیاسی اہمیت کے ساتھ ساتھ کرتارپور کوریڈور کھلنے کی اقتصادی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے۔ اب روزانہ ہزاروں سکھ یہاں آئیں گے، جس سے کرتارپور اور دربار کے اِرد گرد کے علاقے بے تحاشا ترقی کریں گے۔

---

[1] Maini, "The Kartarpur Corridor and India-Pakistan Economic Linkages" November 16,2019

- **غربت کا خاتمہ:**

دونوں ممالک کو غربت کی لعنت سے مشترکہ طور پر لڑنے کی ضرورت کا اعادہ کیا۔

"ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کسی بھی رابطے کا سب سے زیادہ فائدہ نہ صرف مغربی پنجاب بلکہ مشرقی پنجاب کو ہوگا، جو حالیہ دہائیوں میں بہت سی وجوہات کی بنا پر معاشی طور پر پیچھے رہ گیا ہے۔ پاکستان کے ساتھ تجارت اور افغانستان اور وسطی ایشیا کی منڈیوں تک رسائی ریاست کی گرتی ہوئی معیشت کو انتہائی ضروری فروغ فراہم کرے گی۔ اس راہداری کے ذریعے ہوٹل انڈسٹری پروان چڑھے گی، کاروبار پھیلے گا، ویزا فیس یا دیگر مدات میں کروڑوں روپے کی آمدنی ہوگی۔ پاکستانی مصنوعات بھارت تک اس راستے سے سکھوں کے ذریعے ہی پہنچیں گی۔ یہ راہداری پاکستان میں خوشحالی کے نئے راستے کھول دے گی۔"[1]

کرتارپورہ راہداری کے مذہبی اثرات

مذہبی اثرات درج ذیل ہیں:

- **مذہبی رواداری:**

کرتارپور راہداری سے سکھوں کو ان کے مقدس مقامات پر آنے کا موقع مل رہا ہے۔ پاکستان تمام مذاہب کے ماننے، ان کے مذہبی جذبات کا احترام کرنے اور یکساں حقوق فراہم کرنے کے حوالے سے روشن خیال ملک کے طور پر سامنے آ رہا ہے اور مذہبی رواداری کو فروغ دے رہا ہے۔

کرتارپور راہداری کا دورہ کرنیوالے مقتدر علماء و مشائخ کے 40رکنی وفد نے کہا ہے کہ "کرتارپور راہداری بین المذاہب رواداری اور آزادی مذاہب کی عملی تصویر ہے۔ پاکستان میں تمام مذاہب اور مسالک کو آئین و قانون کے مطابق مکمل حقوق حاصل ہیں، دنیا کے کسی بھی ملک سے زیادہ پاکستان میں اقلیتوں کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔"[2]

- **مذہبی سیاحت کا فروغ:**

کرتارپور راہداری کے کھلنے سے اب بھارتی سکھ اِس مقام تک خود چل کر درشن کے لیے آ جاسکتے ہیں جس سے پاکستان میں مذہبی سیاحت کو فروغ مل رہا ہے۔

Punjab is home to five most important pilgrimage sites for Sikhs. They include the birthplace of Baba Guru Nanak, the founder of Sikh religion who was born in 1469 in Nankana Saheb district, and Gurdwara (monastery) Punja sahib in Hasan Abdal town, where the handprint of Guru Nanak is believed to be imprinted on a boulder at the monastery. In Pakistan, Hindu

---

[1] https://dunya.com.pk/index.php/pakistan/2018-11-29/1346161?c Accessed: (25/03/21)

[2] طاہر اشرفی، کرتارپور راہداری مذہبی رواداری کی اعلیٰ ترین مثال ہے، نوائے وقت، 2 جنوری 2020۔

and Sikh religious sites attract pilgrims. Religious tourism plays an important role in reviving the country's economic activity.[1]

پنجاب سکھوں کے لیے پانچ اہم ترین مقامات کا گھر ہے۔ ان میں سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک کی جائے پیدائش، جو ننکانہ صاحب ضلع میں 1469 میں پیدا ہوئے تھے، اور حسن ابدال میں گوردوارہ (خانقاہ) پنجہ صاحب شامل ہیں، جہاں ایک پتھر پر گرونانک کے ہاتھ کے نشان کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں ہندو اور سکھ مذہبی مقامات یاتریوں کو راغب کرتے ہیں۔ مذہبی سیاحت ملک کی اقتصادی سرگرمیوں کو بحال کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

> "وزیراعظم عمران خان نے قوم سے اپنے خطاب میں سیاحت کی فروغ کیلئے اقدامات اٹھانے کے عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر ہم اس شعبہ کو ترقی اور سہولیات دیں تو یہ ملک کی معاشی پیداوار کیلئے اہم ذریعہ بن سکتا ہے موجودہ حکومت نے عالمی سیاحوں کو سہولت کی فراہمی کیلئے بھی اقدامات کئے ہیں، کرتارپور راہداری بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔"[2]

عالمی سیاحت کو عالمی اقتصادیات کا ایک اہم ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ پاکستان میں مذہبی سیاحت کیلئے بہت سے مقدس مقامات موجود ہیں۔

- **مذہبی ہم آہنگی اور اعتماد سازی:**

سکھ برادری اپنے مذہبی پیشوا بابا گرونانک کے دربار پر کرتارپور راہداری کے ذریعے حاضری دیں گے۔ پاکستان نے سکھ برادری کے نہ صرف دل جیت لیے ہیں بلکہ ان کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ سکھ پہلے بھی پاکستان کے اس اقدام کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے ہمارے مذہبی مقامات کی حفاظت کی ہے۔

> "Pakistan's hidden agenda on opening the Kartarpur corridor are not so hidden. Though Pakistan is busy projecting this event as a historic confidence-building measure aimed at winning hearts and minds.[3]"

کرتارپور راہداری کھولنے کے حوالے سے پاکستان کا پوشیدہ ایجنڈا بھی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ اگرچہ پاکستان اس ایونٹ کو ایک تاریخی اعتماد سازی کے اقدام کے طور پر پیش کرنے میں مصروف ہے جس کا مقصد دلوں اور دماغوں کو جیتنا ہے۔

---

[1] Akhter, "Peace Building through Religious Tourism in Pakistan: A Case Study of Kartarpur Corridor", P:4

[2] "عمران خان"، روزنامہ "جنگ"، 10 نومبر 2019ء، ص:5

[3] Vinay Kaura, "What does the kartarpur Corridor Really means for india Pakistan Relations?", 20 November, 2019. https://thediplomat.com/2019/11/what-does-the-kartarpur-corridor-really-mean-for-india-pakistan-relations/ Accessed: (15/09/2021)

اگر پاکستان سکھ برادری کے لئے اتنی کوشش کر رہا ہے تو بدلے میں سکھ برادری بھی پاکستان کے لئے اپنی محبتیں نچھاور کرنے کے لئے تیار ہیں۔

- **سکھ مسلم تعلقات میں اضافہ:**

حکومت پاکستان نے سکھ انسانوں کے مذہبی احساسات کے احترام کے طور پر اور مسلمانوں کی طرف سے سکھ قوم و تہذیب و تمدن کے ساتھ اظہار محبت، رواداری، تحمل، برداشت کے طور پر کرتارپور گردوارہ بابا نانک جی کو عام سکھوں کی آمد ورفت کے لئے کھول دیا ہے۔ اس اقدام پر سکھ برادری مسلمانوں کی بے حد مشکور ہے۔

اوریندر سنگھ گل ایک آسٹریلوی سکھ ہیں جن کا کہنا ہے کہ "چودہ کروڑ سکھ دونوں ممالک کی حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہیں، ہمیں اس واقعہ سے ایسا لگتا ہے کہ خدا نے ہمیں بہت بڑا تحفہ دے دیا ہے، جس کو ہم کبھی نہیں بھلا سکتے۔ پاکستان کے وزیر اعظم عمران خان اور پاکستان کے لوگوں نے ہمیں جتنا پیار دیا ہے ہمارا دل کرتا ہے کہ جلد از جلد کرتارپور چلے جائیں۔ کرتارپور بذات خود ہمارے لئے ایک بہت بڑا تحفہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارے عام لوگوں کا پیار بھی بڑھے گا وہ بھی ایک بڑی جیت ہو گی۔ پاکستان حکومت اور عوام نے اپنی محبت اور پیار سے ہمارے دل جیت لئے ہیں۔"[1]

تمام سکھ کرتارپور کوریڈور کھلنے پر بہت خوش ہیں اور اس خوشی کا کریڈٹ وزیر اعظم عمران خان کو جاتا ہے۔ سکھوں کی یہ محبت مسلمانوں کے ساتھ اور بھی بڑھ گئی جس کو بابا گرونانک نے شروع کیا تھا۔

کرتارپورہ راہداری کے پاکستان پر سیاسی اثرات

حالات میں یہ راہداری سیاسی طور پر بہتر اثرات لے کر آتی نظر آ رہی ہے۔ کرتارپور راہداری کے پاکستان پر سیاسی اثرات درج ذیل ہیں:

- **مسئلہ کشمیر:**

کشمیر کے معاملہ پر پاکستانی سکھ کشمیریوں کے ساتھ ہیں سکھ اپنے گرو کے پیغام کے مطابق سیوہ (خدمت) پر یقین رکھتے ہیں۔ کرتارپور راہداری کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم عمران خان کا کہنا تھا کہ

> "لیڈر نفرتیں نہیں پھیلاتا اور جو نفرت پھیلا کر ووٹ لیتا ہے وہ لیڈر نہیں ہوتا، ہم ہمسایوں کی طرح بات چیت کر کے اپنا مسئلہ حل کر سکتے ہیں، جب منموہن سنگھ وزیر اعظم تھے تو انہوں نے کہا تھا کہ اگر ہم کشمیر کا مسئلہ حل کر لیں تو پورا برصغیر اٹھ سکتا ہے۔ میں نے یہی بات مودی کو کہی تھی کہ ہم یہ مسئلہ کیوں حل نہیں کرتے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے آج جو کشمیر میں ہو رہا ہے، یہ زمینی مسئلے سے اوپر نکل گیا ہے اور یہ انسانی حقوق کا مسئلہ بن گیا ہے۔ وزیر اعظم کا کہنا تھا کہ مودی اگر

[1] https://youtu.be/kase0GKUDZo Accessed: (29/11/2021)

میری بات سن رہے ہیں تو سنیں انصاف سے امن ہوتا ہے ناانصافی سے انتشار پھیلتا ہے، مودی کشمیر کے لوگوں کو انصاف دیں اور برصغیر کو اس مسئلے سے آزاد کر دیں تاکہ ہم انسانوں کی طرح رہ سکیں۔"[1]

- **قیام امن:**

موجودہ دور حکومت میں سکھوں کے لیے بارڈر کھلنا، دونوں ملکوں میں قیام امن کے لیے بھی سازگار اقدام ہے۔ یہ راہداری مستقبل میں پاکستانی خطے میں امن قائم کرنے کی کوشش کے حوالے سے ہمیں بہت مدد فراہم کرے گی۔ پاکستان کے دفتر خارجہ کے ترجمان ڈاکٹر محمد فیصل نے کہا ہے کہ

"اتوار کو پاکستان اور بھارت کے درمیان کرتارپور راہداری سے متعلق 80 فیصد معاملات پر اتفاق رائے ہو گیا ہے۔ باقی معاملات بھی مستقبل میں ہونے والی بات چیت کے دوران حل کر لیے جائیں گے۔ انہوں نے کہ اجلاس میں کرتارپور راہداری کے بارے میں بات چیت میں مثبت پیشرفت ہوئی ہے۔ معاہدے کے بعد مخصوص تفصیلات کا عوام کے ساتھ تبادلہ کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ راہداری کھولنے کا مقصد امن کا قیام ہے۔"[2]

خطے میں امن اور ہمسایہ ملک سے دوستی کی جانب یہ بہت بڑا اقدم ہے۔

- **مشرقی و مغربی پنجاب کے درمیان قیام امن:**

پنجاب کے کیپٹن امریندر سنگھ، جنھوں نے راہداری کے پاکستانی انٹیلی جنس کی سازش ہونے کا خدشہ ظاہر کیا تھا، کرتارپور سے واپسی کے بعد، دونوں پنجابیوں کے درمیان عوام سے زیادہ رابطوں کے حق میں بات کی۔

"Harinder Singh, a U.S.-based Sikh scholar and activist, in a tweet pertaining to the Kartarpur Corridor, made the point that this initiative through both Punjabs could pave the way for reconciliation in South Asia. One of South Asia's foremost strategic commentators, C. Raja Mohan, in an article for The Indian Express, alluded to the possibility of Punjab playing an important role in reducing tensions between both countries. He also made an interesting argument that apart from the governments, the Punjabi diaspora could play an important role in getting both Punjabs closer. In the past, civil society groups and intellectuals in the diaspora have played a pro-active role in

---

[1] "عمران خان کا خطاب"، روزنامہ "نوائے وقت"، 10 نومبر 2019ء، ص:5

[2] "کرتارپور راہداری: 80 فیصد معاملات پر اتفاق رائے"، 13 جولائی 2019ء
https://www.independenturdu.com/node/11261/ Accessed: (07/10/2021)

pitching for peace between East and West Punjab. The Pakistani government has been reaching out to the Sikh diaspora to invest in infrastructure projects linked to important Sikh shrines. Some members of the diaspora have already committed to investing in renovation of Sikh shrines".[1]

امریکہ میں مقیم ایک سکھ اسکالر اور کارکن ہریندر سنگھ نے کرتارپور راہداری سے متعلق ایک ٹویٹ میں یہ نکتہ اٹھایا کہ دونوں پنجابیوں کے ذریعے یہ اقدام جنوبی ایشیا میں "مفاہمت" کی راہ ہموار کر سکتا ہے۔ جنوبی ایشیا کے اہم ترین سٹریٹجک مبصرین میں سے ایک، سی راجہ موہن نے انڈین ایکسپریس کے لیے ایک مضمون میں، دونوں ملکوں کے درمیان کشیدگی کو کم کرنے میں پنجاب کے اہم کردار کے امکان کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے ایک دلچسپ دلیل یہ بھی دی کہ حکومتوں کے علاوہ پنجابی تارکین وطن دونوں پنجابیوں کو قریب لانے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ماضی میں، سول سوسائٹی کے گروپس اور ڈائیسپورا میں دانشوروں نے مشرقی اور مغربی پنجاب کے درمیان امن کے قیام کے لیے فعال کردار ادا کیا ہے۔ پاکستانی حکومت سکھوں کی اہم عبادت گاہوں سے منسلک بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں میں سرمایہ کاری کرنے کے لیے تارکین وطن سکھوں تک پہنچ رہی ہے۔ تارکین وطن کے کچھ ارکان نے پہلے ہی سکھوں کی عبادت گاہوں کی تزئین و آرائش میں سرمایہ کاری کرنے کا عہد کیا ہے۔

- **انڈین مسلمانوں پر ظلم میں کمی:**

کرتارپور راہداری کے افتتاح کی وجہ سے انڈین سکھ، انڈین مسلمانوں پہ ظلم کرنے سے باز آ گئے ہیں، جو وہ ہمیشہ انڈیا کے ساتھ مل کر کیا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک کرتارپور راہداری کی خصوصی اہمیت ہے۔ اس راہداری کی وجہ سے انڈین سکھوں کو پاکستان میں آنے اور اپنے مذہبی مقامات پر جانے اور عبادت کرنے کا موقع مل گیا ہے۔

"The Kartarpur Corridor carries greater significance in the backdrop of Pakistan India relations. It is widely hoped that the good-will gesture and people to people contact ultimately would positively lead to better diplomatic relations and economic ties between the borders[2] ."

کرتارپور کوریڈور پاک بھارت تعلقات کے پس منظر میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ وسیع پیمانے پر یہ امید کی جارہی ہے کہ نیک نیتی کا مظاہرہ اور عوام سے عوام کے رابطے بالآخر مثبت طور پر سرحدوں کے درمیان بہتر سفارتی تعلقات اور اقتصادی تعلقات کی طرف لے جائیں گے۔

---

[1] Maini," The Kartarpur Corridor and India-Pakistan Economic Linkages" November 16,2019

[2] Mazhar, Goraya,"The Kartarpur Sahib Cooridor reimagining the relationship with Sikh Heritage & the religious Diplomacy of inclusive Pakistan"

پاکستانی سیاست کے مختلف ادوار میں سکھوں کی بھرپور خواہش پر کرتارپور کوریڈور بنانے کے عمل پر کاوشیں ہوتی رہیں لیکن یہ شرف عمران خان کی حکومت کو نصیب ہوا۔ کرتارپورہ راہداری کے پاکستان پر سیاسی، مذہبی، معاشی اور معاشرتی اثرات نظر آتے ہیں۔ جن میں امن کا قیام، انڈیا کے ساتھ بہتر تعلقات، تجارتی روابط میں اضافہ، اقتصادی تعلقات میں بہتری، انڈیا اور پاکستان کی معیشت کا مفاد، مذہبی سیاحت کا فروغ، مسئلہ کشمیر کا حل اور سکھ مسلم تعلقات میں اضافہ قابل ذکر ہیں۔

فصل سوم

کرتارپورہ راہداری کے ایجابی وسلبی پہلوؤں کا جائزہ

کرتارپور کوریڈور کی تعمیر پاکستان اور بھارت کے تعلقات میں ایک نئے باب کا آغاز ہے۔ بہت سے لوگوں کو امید ہے کہ راہداری سے پیدا ہونے والی خیر سگالی اور اس سے عوام کے درمیان رابطے میں اضافہ دونوں ممالک کے درمیان بہتر سفارتی تعلقات کا باعث بن سکتا ہے۔

کرتارپورہ راہداری کے ایجابی وسلبی پہلوؤں کا تذکرہ کرنے سے پہلے اس راہداری کے متعلق چند معلومات فراہم کرنا ضروری ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں۔

کرتارپورراہدرای کے بارے میں اہم معلومات

کرتارپورراہداری کے بارے میں اہم معلومات درج ذیل ہیں:

- "کرتارپورراہداری کو استعمال کرنے والوں کے لیے ویزا کی ضرورت نہیں ہے۔
- راہداری استعمال کرنے کی فیس 20 ڈالر ہے۔ البتہ وہ یاتری جو 9 یا 12 نومبر کو جائیں گے ان کے لیے کوئی فیس نہیں ہے۔ 20 ڈالر کی رقم انڈین روپے میں تقریباً 1400 روپے بنتی ہے۔ اور 3315 پاکستانی روپے۔
- آن لائن درخواست بھرتے ہوئے پاسپورٹ ضروری ہے۔ پاکستانی وزیر اعظم عمران خان نے کہا ہے کہ پاسپورٹ ساتھ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور صرف کوئی بھی تصویری شناخت کی دستاویز کافی ہو گی۔
- کرتارپورراہداری تیار کرنے کے لیے، دونوں حکومتوں نے اپنی اپنی طرف تیاری کے لیے رقم خرچ کی ہے۔
- یاتریوں کو سفر کرنے کے لیے خود کو ویب سائٹ کے ذریعے رجسٹر کرانا ہو گا جس کے بعد ان کی درخواست کی منظوری کی خبر انھیں چار دن میں دی جائے گی۔

https://prakashpurb550.mha.gov.in

- انڈیا میں ڈیرہ بابانانک سے پاکستان میں دربار صاحب کرتارپور تک کا فاصلہ ساڑھے چار کلومیٹر ہے۔
- پاکستان اور انڈیا کے درمیان کرتارپورراہداری سے متعلق یہ معاہدہ طے پایا ہے کہ کسی بھی مذہب سے منسلک انڈین شخص بغیر ویزا کہ کرتارپور جا سکتا ہے۔ یہ راہداری سارا سال کھلی رہی گی۔

- انڈین وزارت خارجہ انڈین یاتریوں کی فہرست پاکستان کو ان کے سفر سے دس روز قبل دے گی۔
- روزانہ 5000 یاتری اس راہداری کو استعمال کر سکتے ہیں۔
- فی الوقت ایک عارضی تعمیر کیا گیا پل استعمال ہو رہا ہے لیکن آنے والے وقت میں ایک مستقل پل قائم کیا جائے گا۔"[1]

ان تمام سہولیات سے سکھوں کو بہت خوشی اور مسرت ملی ہے کہ ان اقدام کی بدولت وہ اپنے مذہب کے پیشوا بابا گرونانک کی آرام گاہ کی بآسانی زیارت کر سکتے ہیں اور عبادت بھی کر سکتے ہیں۔

کرتارپور راہداری کے ایجابی پہلو

دنیا بھر میں بسنے والے سکھوں کی حسرتوں کو مسرت میں بدلنے کے لئے کرتارپور راہداری کا افتتاح کیا گیا۔ اس کی مقبولیت کی وجوہات ذیل میں درج ہیں:

چار تحائف:

حکومت پاکستان نے سکھ برادری کو 'چار تحائف' دینے کا منصوبہ بنایا ہے۔ چیئرمین متروکہ وقف املاک بورڈ صدیق الفاروق نے بیان کیا ہے کہ

- "ننکانہ صاحب میں شروع ہونے والی تقریبات سے پہلے وہاں تقریباً 70 برس سے بند گرودوارہ کیارہ صاحب کو عبادت کے لیے دوبارہ کھول دیا جائے گا۔ اس وقت 350 برس قدیم اس گرودوارے کی تزئین و آرائش جاری ہے اور جو آئندہ چند دن میں مکمل ہو جائے گی۔ اس گردوارے کو تقسیم ہند سے پہلے فسادات کے دوران بند کر دیا گیا تھا۔
- ننکانہ صاحب میں ہی بابا گرونانک کے ساتھ مسلمان ستار نواز بھائی مردانہ کی آٹھ سو مربع گز پر یادگار کی تعمیر بھی جاری ہے جو تین سے چار ماہ میں مکمل ہو جائے گی۔
- اس کے ساتھ پہلے سے اعلان کردہ بابا گرونانک یونیورسٹی کا سنگِ بنیاد بھی جنم دن کی تقریبات کے موقع پر رکھا جائے گا۔ یہ یونیورسٹی چار سو ایکڑ پر تعمیر کی جائے گی جس میں پنجابی کے علاوہ دیگر مضامین بھی پڑھائے جائیں گے۔
- نارووال میں کرتارپور صاحب میں برقی انگیٹھہ صاحب کی تعمیر شروع ہو رہی ہے جو کہ 10 نومبر تک مکمل ہو جائے گی۔ سکھ مذہب کے مطابق کرتارپور صاحب میں بابا گرونانک کا 'جوتھی جوتھ' ہوا یعنی

[1] "کرتارپور راہداری کی افتتاحی تقریب"، روزنامہ "جنگ"، 9 نومبر 2019ء

ان کا نور اپنے حتمی مقام پر پہنچ گیا تھا۔ سکھ مذہب میں اس انگیٹھے 'برڈ روپ' یعنی پرانے ہو جانے والے گروو گرنتھ صاحب کو سسکار کرنے (جلانے) کے بعد اس کی راکھ کو دریا میں بہا دیا جاتا ہے۔"[1]

یہ تحائف اور اس معاملہ پر ہونے والی کوئی بھی نئی پالیسی سکھوں کے لئے نہایت خوشگوار ہے۔ اس کا اندازہ ان کی اس خوشی سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا میں کسی بھی ملک میں بسنے والے سکھوں نے کرتارپورہ راہداری کے افتتاح پر اپنے اپنے انداز میں جشن منایا ہے اور پاکستان کی حکومت اور عوام کا شکریہ ادا کیا ہے۔

اقلیتوں کی مذہبی آزادی کا فروغ:

پاکستان مذہبی ہم آہنگی اور مذہبی رواداری کے حوالے سے ایک محفوظ ملک ہے۔ عالمی ادارے اور شخصیات بھی پاکستان کی مذہبی رواداری کے حوالے سے اقدامات کی معترف ہیں۔ موجودہ دور میں کرتارپورہ راہداری اس کی واضح مثال ہے۔

> "کرتارپورہ راہداری کے افتتاح کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ سکھ کمیونٹی کے ان مقدس ایام اور رسومات کے بحسن و خوبی انعقاد و اہتمام سے پوری دنیا میں یہ پیغام جاتا ہے کہ پاکستان میں، اقلیتوں کو اپنی مذہبی اقدار و روایات کو نبھانے بلکہ "Celebrate" کرنے میں، حکومت کی طرف سے، یکہ گونہ سہولیات و سرپرستی میسر ہیں۔ اس امر کے متمنی کہ ویزے کی مدت از حد محدود ہے، پاکستان میں ہمارے قیام میں اضافہ ہونا چاہیے۔"[2]

ہماری حکومت دین اسلام، قرآن و آئین پاکستان کی تعلیمات اور بانی پاکستان کے احکامات کے مطابق اقلیتوں کو سہولیات دے رہی ہے بابا گورونانک مسلمانوں سے خصوصی عقیدت رکھتے تھے ان سے امن محبت اور یگانگت کا درس ملتا ہے۔

مذہبی سیاحت کا فروغ:

کرتارپور راہداری کی وجہ سے مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ پاکستان میں مذہبی سیاحت کو بھی فروغ ملے گا۔

> "Thousands of people attend ancient Hindu and Sikh temples, mainly the Gurunanak Temple. The opening of the Kartarpur corridor (Narowal) attracts more religious tourists to Pakistan."[3]

---

[1] ذیشان ظفر، "پاکستان میں گرونانک کے جنم دن پر سکھ برادری کے لئے چار تحائف"، بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد، 26 اکتوبر 2016ء

[2] ڈاکٹر طاہر بخاری، "بابا گرونانک اور سکھ مسلم تعلقات"، روزنامہ 92 نیوز، 22 نومبر 2021ء

[3] Akhter, "Peace Building through Religious Tourism in Pakistan: A Case Study of Kartarpur Corridor", P:4

ہزاروں لوگ قدیم ہندو اور سکھ مندروں میں شرکت کرتے ہیں، خاص طور پر گرونانک مندر۔ کرتار پور راہداری (نارووال) کے کھلنے سے زیادہ مذہبی سیاح پاکستان کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔

کرتار پور راہداری کے کھلنے سے سکھ کرتار پور خود چل کر درشن کے لیے آ جا سکتے ہیں جس سے پاکستان میں مذہبی سیاحت کو فروغ مل رہا ہے۔

کشمیر کا مسئلہ اور امن کا قیام:

کشمیر میں مذہبی راہداری کے کھلنے کو لوگ مذہبی، ثقافتی اور فکری تبادلوں کو بڑھانے اور کشمیر کے بحران کے حل کو ممکن بنانے کا ذریعہ قرار دے رہے ہیں۔

> "The territorial conflict over Kashmir, which began with the partition in 1947, shows no sign onslowing down. Shortly before the corridor, on 5 August 2019, Kashmir was put on lockdown and was revoked of Article 370 and Article 35a by the Indian government which gave special status to the state of Jammu and Kashmir. This included the (power to have its own constitution, flag and autonomy over all matters, save for certain policy areas such as a foreign affairs and defense). Immediately after the corridor, in December 2019, the Indian government passed the anti-Muslim Citizenship Amendment Bill—the first sign of the bridge of peace being a superficial bridge."[1]

کشمیر پر علاقائی تنازعہ، جو 1947 میں تقسیم کے بعد شروع ہوا تھا، اس کے کم ہونے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ راہداری سے کچھ دیر پہلے، 5 اگست 2019 کو، کشمیر کو لاک ڈاؤن میں ڈال دیا گیا تھا اور ہندوستانی حکومت نے جموں و کشمیر کی ریاست کو خصوصی حیثیت دینے والے آرٹیکل 370 اور آرٹیکل 35 اے کو منسوخ کر دیا تھا۔ اس میں "اپنا آئین، جھنڈا اور تمام معاملات پر خود مختاری رکھنے کا اختیار شامل تھا، سوائے بعض پالیسی شعبوں جیسے کہ خارجہ اور دفاع کے امور"۔ راہداری کے فوراً بعد، دسمبر 2019 میں، ہندوستانی حکومت نے مسلم مخالف شہریت ترمیمی بل منظور کیا جو کہ امن کے پل ہونے کی پہلی علامت ہے۔

کرتار پور راہداری مستقبل میں پاکستانی خطے میں امن قائم کرنے کی کوشش کے حوالے سے ہمیں بہت مدد فراہم کرے گی۔

---

1 Tejpaul Singh Bainiwal, " Religious and Political Dimensions of the Kartarpur Corridor: Exploring the Global Politics Behind the Lost Heritage of the Darbar Sahib", (Department of Religious Studies, University of California, USA, 29 oct 2020, religions), P:15

تجارت واقتصادیات کو فائدہ:

موجودہ دور میں سیاست کے اہم نکات میں سے ایک ہندوستان اور پاکستان کے درمیان بالعموم اور دونوں پنجابوں کے درمیان بالخصوص تجارتی روابط بڑھانے کی ضرورت تھی جو اب کرتارپور راہداری کے قیام کے بعد قابل عمل ہوتی نظر آرہی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور حالات کی بہتری کی صورت میں کرتارپور، ڈیرہ بابانانک کوریڈور کی تعمیر سے امرتسر جموں کے پرانے تجارتی راستے کو بھی قابل عمل بنایا جاسکے گا۔

> "In Pakistan, Hindu and Sikh religious sites attract pilgrims. Religious tourism plays an important role in reviving the country's economic activity."[1]

پاکستان میں ہندو اور سکھ مذہبی مقامات یاتریوں کو راغب کرتے ہیں۔ مذہبی سیاحت ملک کی اقتصادی سرگرمیوں کو بحال کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

> "Pakistan and India will get economic benefit from this Corridor especially Pakistan will attain more economic benefits than India. Visitors coming to Pakistan from all over the world will travel, eat, stay and buy from the holy places which will play an important role in the economic stability as Iran, Saudi Arabia and Iraq earn a lot from the religious tourism and they attain not only commercial benefits from travel, food, stay, shopping, taxes, etc."[2]

اس راہداری سے پاکستان اور بھارت کو معاشی فائدہ ہوگا خاص طور پر پاکستان کو بھارت سے زیادہ معاشی فوائد حاصل ہوں گے۔ دنیا بھر سے پاکستان آنے والے زائرین مقدس مقامات سے سفر، کھانا، قیام اور خریداری کریں گے جو کہ معاشی استحکام میں اہم کردار ادا کریں گے کیونکہ ایران، سعودی عرب اور عراق مذہبی سیاحت سے بہت زیادہ کماتے ہیں اور وہ نہ صرف یہ بلکہ سفر، خوراک، قیام، خریداری، ٹیکس وغیرہ سے تجارتی فوائد حاصل کرتے ہیں۔

کرتارپورہ راہداری کے ذریعے پاک بھارت تعلقات میں بہتری کے ساتھ ساتھ دونوں ممالک تجارت کو فروغ دے سکتے ہیں اور اس کے ذریعے عوام کو خوشحالی سے ہمکنار کیا جاسکتا ہے۔

انڈیا اور پاکستان کے تعلقات میں بہتری:

کرتارپور راہداری کے قیام سے دونوں ممالک کو ماضی کی نفرتیں بھلانے کا موقع ملا ہے امید ہے کہ اس سے دونوں ممالک قریب آجائیں اور تمام نفرتوں کو بھلا کرنئے سرے سے بہتر تعلقات استوار ہوں گے۔

---

[1] Akhter, "Peace Building through Religious Tourism in Pakistan: A Case Study of Kartarpur Corridor", P:4

[2] Akhtar Hussain Sandhu, “Kartarpur Sahib Corridor: Interfaith Harmony in Pakistan”, Dialogo Journal, Vol:6, No:2, (2020), P:110

"جنوبی ایشیا کی سیاست پر نظر رکھنے والے ماہرین کرتارپور راہداری کو جنوبی ایشیا میں امن کی راہداری کھلنے کے مترادف قرار دے رہے ہیں اور اس امید کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ اس راہداری کے کھلنے سے انڈیا اور پاکستان کے درمیان کشیدہ تعلقات کی برف بھی پگھلنے میں مدد مل سکتی ہے۔"[1]

اس اقدام سے انڈیا پاکستان کے درمیان کشیدگی کسی حد تک کم کی جا سکتی ہے اور امن قائم کرنے میں مدد بھی مل سکتی ہے۔

سکھ مسلم تعلقات میں خوشگوار اضافہ:

حکومت پاکستان نے سکھ انسانوں کے مذہبی احساسات کے احترام کے طور پر اور مسلمانوں کی طرف سے سکھ قوم و تہذیب و تمدن کے ساتھ اظہار محبت، رواداری، تحمل، برداشت کے طور پر کرتارپور گردوارہ بابا نانک جی کو عام سکھوں کی آمد و رفت کے لئے کھول دیا ہے۔ اس اقدام پر سکھ برادری مسلمانوں کی بے حد مشکور ہے۔

اوریندر سنگھ گل ایک آسٹریلوی سکھ ہیں جن کا کہنا ہے کہ " چودہ کروڑ سکھ دونوں ممالک کی حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہیں، ہمیں اس واقعہ سے ایسا لگتا ہے کہ خدا نے ہمیں بہت بڑا تحفہ دے دیا ہے، جس کو ہم کبھی نہیں بھلا سکتے۔ پاکستان کے وزیر اعظم عمران خان اور پاکستان کے لوگوں نے ہمیں جتنا پیار دیا ہے ہمارا دل کرتا ہے کہ جلد از جلد کرتارپور چلے جائیں۔ کرتارپور بذات خود ہمارے لئے ایک بہت بڑا تحفہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارے عام لوگوں کا پیار بھی بڑھے گا وہ بھی ایک بڑی جیت ہو گی۔ پاکستان حکومت اور عوام نے اپنی محبت اور پیار سے ہمارے دل جیت لئے ہیں۔"[2]

تمام سکھ سنگت کرتارپور کوریڈور کھلنے پر بہت خوش ہے اور اس خوشی کا کریڈٹ وزیر اعظم عمران خان کو جاتا ہے۔ سکھوں کی یہ محبت مسلمانوں کے ساتھ اور بھی بڑھ گئی جس کو بابا گرونانک نے شروع کیا تھا۔

کرتارپور راہداری کے سلبی پہلو

کرتارپور راہداری کے افتتاح کے وقت بہت زیادہ توقع کی جا رہی تھی کہ یومیہ پانچ ہزار سکھ یاتری عبادت کے لیے جائیں گے، یہ تعداد کم ہو کر 300 تک آ گئی تھی جس کی کچھ وجوہات ہیں۔

کرتارپور راہداری سکھوں کے لئے مکہ اور مدینہ:

پاکستان کے وزیر اعظم عمران خان نے کرتارپور میں گردوارہ دربار صاحب کا حوالہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ "پاکستان کے پاس سکھوں کا مکہ اور مدینہ ہے۔ اس پر ردعمل دیتے ہوئے سکھوں کی اعلیٰ مذہبی شرومانی گردوارہ پربھاندک کمیٹی کی رکن بی بی کرن جوت کور کا کہنا تھا کہ سکھ مذہب میں اسلام کی طرح مکہ اور مدینہ کا تصور نہیں ہے اور سکھ مذہب میں ہندو مذہب کی طرح مذہبی یاترا لازمی نہیں ہے۔ تاہم سکھوں کی اکثریت مختلف

---

[1] شیراز حسن، "مودی کشمیریوں کو انصاف دیں"، اردو نیوز، 9 نومبر 2019ء

[2] https://youtu.be/kase0GKUDZo Accessed:(20/05/2021)

گوردواروں میں یاترا کرنے کی خواہش رکھتی ہے۔ تقسیم سے پہلے پاکستان میں ننکانہ صاحب سکھوں کی پہلی پسندیدہ زیارت گاہ تھی لیکن انڈیا اور پاکستان کی تقسیم کے بعد سکھوں کی ایک بڑی تعداد نے دربار صاحب میں، جسے امر تسر میں گولڈن ٹیمپل[1] بھی کہا جاتا ہے، سجدہ کرنے کو ترجیح دی۔"[2]

کرتار پور راہداری کے افتتاح کے وقت بہت زیادہ تشہیر کے باوجود بہت سے تنازعات نے جنم لیا جن میں سے ایک یہاں ذکر کی گئی ہے۔

سدھو کے جنرل باجوہ سے بغل گیر ہونے پر تنازع:

اس کے بعد پاکستانی وزیر اعظم عمران خان کی تقریب حلف برداری میں انڈیا سے سابق کھلاڑی نوجوت سنگھ سدھو کی شرکت پر جہاں پاکستان میں خوشی کا اظہار کیا گیا وہیں انڈیا میں سدھو کے جنرل باجوہ سے بغل گیر ہونے پر تنازع اٹھ کھڑا ہوا ہے۔

"2014ء میں انڈیا کے وزیر اعظم نریندر مودی کی تقریب حلف برداری میں اس وقت کے وزیر اعظم نواز شریف دہلی گئے تھے اور اس پر پاکستان کے کئی حلقوں میں اعتراضات سامنے آئے تھے اور اب 2018 میں انڈیا سے کسی سیاسی شخصیت کو مدعو نہیں کیا گیا لیکن کرکٹ سے ملک کے وزیر اعظم منتخب ہونے پر عمران خان نے پرانی دوستی کی بنیاد پر نوجوت سنگھ سدھو سمیت دیگر کرکٹرز کو مدعو کیا تھا۔ جس میں پہلے سماجی رابطوں کی ویب سائٹس پر تقریب میں شامل پاکستان کے زیر انتظام کشمیر کے صدر مسعود خان کے ساتھ بیٹھنے پر تنقید شروع ہوئی اور پھر سدھو کے پاکستانی فوج کے سربراہ جنرل باجوہ سے بغل گیر ہونے اور مسکراہٹوں کے ساتھ جملوں کے تبادلہ خیال نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔"۔[3]

اس معاملہ پر جہاں لوگوں نے منفی سوچ ظاہر کی وہاں اچھے تاثرات بھی ہیں کہ کیوں ہم ہر وقت بہت منفی سوچتے ہیں؟ یہ ہمارے آرمی چیف کا ہمارے مہمان کے لیے اچھا تاثر تھا، ان کے اخلاق کو غلط تاثرات کے ساتھ ملایا جارہا ہے۔

زیارت کی فیس:

ایک اور مسئلہ جو سامنے آیا وہ یہ تھا کہ حکومت پاکستان نے کرتار پور راہداری کے ذریعے کرتار پور صاحب آنے والے ہر یاتری پر زیارت کے لئے فیس بھی عائد کی۔

---

[1] گولڈن ٹیمپل امر تسر کا سب سے اہم مقام ہے، جو سکھ مذہب کی اہم عبادگاہ بھی ہے۔ اس کا اصل نام ہر مندر صاحب ہے لیکن یہ گولڈن ٹیمپل کے نام سے مشہور ہے۔

[2] رویندر سنگھ راہن، "کرتار پور راہداری نے "امید" سے زیادہ تنازعات کو کیوں جنم دیا؟"، بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد، 9 نومبر 2021ء

[3] ذیشان ظفر، "نوجوت سنگھ سدھو کا جنرل باجوہ سے بغل گیر ہونا متنازع رخ کیوں اختیار کر گیا؟"، بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد، 18 اگست 2018ء

"پاکستان نے سکھ یاتریوں کو مفت ویزا کی سہولت دے کر سروس فیس صرف 20 ڈالر مقرر کردی، بھارت کی جانب سے اس پر اعتراض اٹھادیا گیا، بھارتی سرکار کی جانب سے 20 ڈالر ختم کرنے کی درخواست کی گئی ہے، تاہم پاکستان کی جانب سے موقف اپنایا گیا ہے کہ 20 ڈالر انٹری فیس نہیں، کرتارپور راہداری کو آپریشنل بنانے کیلئے سروس فیس کے طور پر مقرر کی گئی ہے جبکہ اسی فیس میں سکھ یاتریوں کو زیرو پوائنٹ سے کرتارپور تک کی ٹرانسپورٹ بھی مہیا کی جائے گی، اس حوالے سے بھارتی میڈیا بھی خوب شور مچارہا ہے"۔[1]

اس کے باوجود سکھ برادری کا کہنا ہے کہ انہیں 20 ڈالر کی ذرا بھی پرواہ نہیں وہ کرتارپور جانے کیلئے اس سے بھی بڑی قیمت ادا کرنے کیلئے تیار ہیں۔

غیر سکھ سربراہی مینجمنٹ

بھارت نے کرتارپور صاحب گرودوارہ کا نظم ونسق ایک 'غیر سکھ' تنظیم کے سپرد کرنے کے پاکستان کے فیصلے کی شدید مخالفت کی ہے۔

" انڈیا میں سکھوں کی مذہبی قیادت کے لیے کمال کی بات یہ ہے کہ حکومت پاکستان نے گوردوارہ دربار صاحب، کرتاپور صاحب کے اندر اور باہر کے انتظام کا مکمل اختیار ایک غیر سکھ سربراہی مینیجمنٹ باڈی پراجیکٹ مینجمنٹ یونٹ کرتار پور کوریڈور کو دے دیا ہے۔ ان کا اعتراض ہے کہ پاکستان میں بھی پاکستان سکھ گوردوارہ پربندھک کمیٹی ہے لیکن پراجیکٹ مینجمنٹ یونٹ کرتارپور کوریڈور میں ان کا ایک بھی سکھ رکن نہیں ہے"۔[2]

جنھوں نے انڈیا کی جانب سے دربار صاحب کرتارپور کا دورہ کیا ہے انھوں نے کرتارپور منصوبوں کی انتظامیہ پر یہ اعتراضات اٹھائے ہیں۔

پاسپورٹ سے محروم آبادی:

کرتارپور کی زیارت کے سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگوں کے پاس پاسپورٹ نہیں ہوتا اور یہاں آنے کے لئے ان کو پاسپورٹ کی ضرورت ہے لہذا ان کی خواہشات ادھوری رہ جاتی ہیں۔

"کرتارپور سے 30 میل دُور بھارتی پنجاب کے ضلع گرداس پور کے ایک پنڈ سے آئے بل ویر سنگھ سے پوچھا کہ یہ بارڈر پار والوں کے لیے راہداری بنائی ہے مگر ان کی تعداد تو بہت کم ہے۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ لوگ تو آنا چاہتے ہیں مگر یہاں وہی آسکتا ہے جس کے پاس پاسپورٹ ہو۔ اب میرے گاؤں میں رہنے والے 600 لوگوں میں سے چند درجن لوگوں کے پاس ہی پاسپورٹ ہے۔ یہاں آنا تو سب چاہتے ہیں مگر خصوصی طور پر غریبوں اور

[1] https://dailypakistan.com.pk/21-Oct-2019/1037648 Accessed: (20/12/2021)

[2] "کرتارپور راہداری پر بھی تلخیاں اور الزامات"، بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد، 28 نومبر 2018ء

خواتین کے پاسپورٹ تو بہت کم بنوائے جاتے ہیں۔ پتا کرنے پر معلوم ہوا کہ بھارت سے کرتارپور آنے پر پاسپورٹ پر مہر تو نہیں لگتی مگر آو ہی سکتا ہے جس کا پاسپورٹ بنا ہو۔"[1]

بھارت میں آدھی آبادی پاسپورٹ سے محروم ہے۔ اس وجہ سے ان یاتریوں کی تعداد مزید کم ہو جائے گی جو کرتارپور آنا چاہتے ہیں۔

پاسپورٹ پر سٹیمپ:

اس راہداری کے ذریعے پاکستان جانے والوں کو ایک دن کا پرمٹ دیا جاتا ہے اور ان کے پاسپورٹ پر صرف پاکستان میں داخلے اور اخراج کی مہریں لگتی ہیں۔

"سکھجندر سنگھ کی خواہش ہے کہ وہ اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ہمراہ کرتارپور میں دربار صاحب کی زیارت کریں۔ لیکن ان کی بیٹیاں تعلیم کے لیے کینیڈا جانا چاہتی ہیں اور انھیں خدشہ ہے کہ پاسپورٹ پر پاکستان کی مہر لگنے سے ایسا نہ ہو کہ اُن کا کینیڈا کے ویزے کی درخواست مسترد ہو جائے۔ انڈیا کی ریاست پنجاب میں روزگار کی غرض سے بیرون ملک جانے کا رجحان بھی زیادہ ہے لیکن ان میں پاکستان کے متعلق ایسے خدشات کی وجہ افواہیں ہیں جن کی وجہ سے پاکستان جانے والے سکھوں خاص کر نوجوان سکھوں کی سب سے زیادہ حوصلہ شکنی ہو رہی ہے کہ انٹری پرمٹ کے ذریعے بھی پاکستان میں داخلہ ان کے مغربی ممالک کے لیے ویزے کی درخواستوں کے مسترد ہونے کا سبب بن سکتا ہے۔"[2]

کچھ عرصے میں کرتارپور راہداری کا قیام بھی ہوا اور اس پر تنازعات کے بھی جنم لینا شروع کر دیا۔ لیکن یہ صرف وقتی صورتحال ہے اس سے زائرین میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

نقل و حمل میں یکایک اضافہ:

کرتارپور کوریڈور بننے کے بعد، مقامی لوگوں کو کچھ خدشات کا سامنا ہے جو درج ذیل ہیں:

" قریبی گاؤں کے جوگیندر سنگھ کا بھی یہی خیال ہے۔ اس علاقے میں ان کی زمینیں ہیں۔ انھوں نے کہا: ہماری تشویش یہ ہے کہ کہیں ہمیں یہاں سے ہٹا نہ دیا جائے۔ کیونکہ آنے والے وقت میں یہاں سیاحوں کی بھیڑ بڑھے گی۔ امید ہے کہ گرونانک ہمارا خیال رکھیں گے۔ سرحد پر تعینات ایک بی ایس ایف افسر کو سرحد پر پہلی مرتبہ تعینات کیا گیا ہے، ان کے خدشات مختلف ہیں، وہ کہتے ہیں: اس علاقے میں سرگرمیوں میں اضافے سے ذمہ داریاں بھی بڑھ جائیں گی۔ ہمیں زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہو گی۔"[3]

یہ توقعات اور خدشات دونوں کا ملاپ ہے کہ کرتارپور راہداری آنے والے وقت میں کیا رخ اختیار کرے گی۔

---

[1] عامر ریاض، "مذہبی راہداریاں، کرتارپور اور ہمارا المیہ"، ڈان نیوز، 21 مئی 2020ء

[2] [2] رویندر سنگھ راہن، "کرتارپور راہداری نے "امید" سے زیادہ تنازعات کو کیوں جنم دیا؟"، بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد، 9 نومبر 2021ء

[3] اروند چھابڑا، "کرتارپور راہداری کا سنگ بنیاد: اب یاتریوں کو ویزے کی ضرورت نہیں ہو گی"، نمائندہ بی بی سی، پنجاب، 26 نومبر 2018ء

کرتارپور کی ہندوستان میں شمولیت:

پاکستان کی طرف سے سکھوں کے لیے کرتارپور راہداری کھولنے کے فیصلے کے بعد انڈین پنجاب میں ایک نئی بحث چھڑ گئی ہے۔

"پنجاب کی ریاستی اسمبلی نے ایک قرارداد میں پاکستان کی طرف سے راہداری کھولنے کے فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہوئے کرتارپور کے عوض پاکستان کو زمین دے کر یہ تاریخی گرودوارہ انڈیا میں شامل کرنے کی تجویز پیش کی۔ یہ تجویز پنجاب کی اسمبلی میں متفقہ طور پر منظور کر لی گئی اور اس کے بعد اسے مرکزی حکومت کو بھیج دیا گیا۔ کرتارپور راہداری پر بحث کے دوران یہ تجویز پیش کی گئی کہ اگر پاکستان کرتارپور صاحب کا گرودوارہ انڈیا کو دینے پر تیار ہو جائے تو اس کے بدلے اسے زمین دی جا سکتی ہے۔"[1]

جہاں تک بھارتی پنجاب کی اسمبلی میں پاس ہونے والی قرارداد کا تعلق ہے پاکستان کی خیر سگالی کوششوں کے جواب میں اسے مکارانہ سازش قرار دیا جا سکتا ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ "گرداس پور ضلع بھی پاکستان کے حصے میں آرہا تھا لیکن کانگریس اور انگریزوں کی ملی بھگت سے مسلمانوں کی اکثریت والے اس ضلع کو بھی بھارت کا حصہ بنا دیا گیا۔ جہاں تک کرتاپور گردوارہ کو بھارت میں شامل کرنے کی بات ہے، اگر بھارت اپنی فوج نکال کر اقوام متحدہ کے زیر انتظام کشمیر میں استصواب کرواتا' اگر بھارت پاکستانی دریاؤں پر بننے والے ڈیموں کو ختم کرتا' اگر بھارت کے مسلمانوں کے مذہب عقائد' جان ومال اور عبادت گاہوں کے تحفظ کی یقین دہانی کرواتا ہے تو کرتارپور گردوارہ کی منتقلی کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔"[2]

تو ایسا ہمیشہ سے ناممکن رہا ہے لہذا ایسی کسی قرارداد کی منظوری کا کوئی جواز نہیں ہے۔

سیکیورٹی اور دفاعی مسائل:

کرتارپور راہداری جہاں بہت سے مثبت اثرات کا پیش خیمہ ہے وہاں یہ بات نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ اگر انڈیا یا کسی ملک سے سکھوں کے روپ میں کوئی جاسوس یا ایجنٹ آجائے تو کیا صورتحال ہوگی۔ لہذا پاکستان کو اپنی پالیسیز میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے اور بھارت سے ان معاملات پر بات چیت کر لینا بہتر ہوگا۔

"Mechanism of safety, monitoring, and administration chalked out already extensively must be implemented in a true spirit and services of the people belonging to the minorities should be hired for this purpose. The other officials ought to be monitored on the basis of civility, cooperation, soft-spoken ability, and expertise in English and Punjabi languages. Rude

---

[1] "انڈین پنجاب: گرودوارہ کرتارپور کے بدلے پاکستان کو زمین دینے کی قرارداد منظور"، روزنامہ، "نوائے وقت"، 15 دسمبر 2018ء

[2] اسلم لودھی، "کیا کرتارپور گرودوارہ بھارت کو دیا جا سکتا ہے؟"، نوائے وقت، 24 دسمبر 2018ء

> and short tempered attitude of any of the deployed personnel should not be tolerated by the authorities. The mechanism to resolve any issue be clearly drafted and the Sikh representation should be made compulsory if any problem emerges.[1]"

حفاظت، نگرانی اور انتظامیہ کے طریقہ کار کو جو پہلے ہی بڑے پیمانے پر تیار کیا گیا ہے، اسے حقیقی خدمات کے ساتھ نافذ کیا جانا چاہیے اور اس مقصد کے لیے اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی خدمات حاصل کی جانی چاہئیں۔ دیگر اہلکاروں کی تہذیب، تعاون، نرم بولنے کی صلاحیت اور انگریزی اور پنجابی زبانوں میں مہارت کی بنیاد پر نگرانی کی جانی چاہیے۔ حکام کی جانب سے تعینات اہلکاروں میں سے کسی کے ساتھ بد تمیزی اور کم مزاجی کا رویہ برداشت نہیں کیا جانا چاہیے۔ کسی بھی مسئلے کو حل کرنے کا طریقہ کار واضح طور پر تیار کیا جائے اور اگر کوئی مسئلہ سامنے آئے تو سکھوں کی نمائندگی کو لازمی قرار دیا جائے۔

کرتارپور راہداری جہاں اچھے پہلوؤں (جیسے: پاکستان انڈیا کے تعلقات میں بہتری، مسلم-سکھ تعلقات میں اضافہ، امن کا قیام، تجارتی روابط، معیشت کو فروغ، مذہبی آزادی کا پرچار، مذہبی سیاحت کا فروغ) کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے وہاں چند خدشات بھی موجود ہیں جن کی وجہ سے پاکستان کو محتاط رہنے کی ضرورت ہے (سیکیورٹی اور دفاعی مسائل، نقل و حمل میں یک دم اضافہ، مقامی لوگوں کی پریشانیاں اور خدشات) اور سکھوں کو بھی مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے (پاسپورٹ پر سٹیمپ، زیارت کی فیس وغیرہ)۔

خلاصہ باب:

پاکستان کی جانب سے سکھوں کے لئے کرتارپور راہداری کا افتتاح کر دیا گیا ہے اور اب سکھ باآسانی پاکستان آکر اپنے گرو کی یادگاری زیارت کر سکیں گے۔ دربار صاحب کرتارپور میں بابا گرونانک نے اپنے زندگی کے آخری سال گزارے ہیں اور یہیں ان کی قبر اور سمادھی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سکھ یہاں آنے کے شدید خواہشمند تھے، اس مقام کے ساتھ سکھوں کی جذباتی وابستگی ہے۔ حکومت پاکستان کی جانب سے سکھوں کو بہت سی سہولیات فراہم کی گئیں تاکہ انہیں پاکستان آکر کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس راہداری پر دنیا بھر سے مختلف شخصیات کی جانب سے پاکستان کو پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

کرتارپورہ راہداری کے پاکستان پر معاشی، معاشرتی، سیاسی اور مذہبی اثرات ہو سکتے ہیں، نیز اس اقدام کے ایجابی وسلبی پہلوؤں کو بھی مدنظر رکھنا حکومتِ پاکستان کے لئے نہایت ضروری ہے۔

[1] Sandhu, "Kartarpur Sahib Corridor: Interfaith Harmony in Pakistan", P:114

خلاصہ بحث

مذہب بنیادی طور پر انسانی زندگی میں تہذیب نفس کرتا ہے چاہے وہ اسلام ہو یا سکھ مت۔ مگر افسوس کہ مذہب کے نام پر سیاست کرنے والے ہندوؤں اور سکھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی نسل کشی کی جو مثال قائم کی وہ رہتی دنیا تک نہیں بھولی جاسکتی، یہ سانحہ کسی بھی طرح مذہب سے منسلک نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سراسر سیاست اور چالیں تھیں جن کی بدولت عام مسلمان عوام دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔ یہ سکھ سیاست درست فیصلہ نہ کرنے کی صورت میں سکھ قیادت کا روگ ہے اور وقت گزرنے کے بعد کا سوگ بھی بن گیا ہے۔

بابا گرونانک سکھ مت کے بانی ہیں جنہوں نے ہمیشہ امن ومحبت اور بھائی چارے کا پیغام عام کیا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے مختلف ممالک کے اسفار بھی کیے۔ سکھ مذہب کے دس گورو صاحبان رہے ہیں اور ان میں سے بہت سے مغلیہ سلطنت کے عرصہ میں رہے۔ پہلے پانچ گورو صاحبان اور مغلیہ سلطنت کے حکمرانوں نے بہت اچھا وقت گزارا اور اچھے تعلقات کے ساتھ خیر آباد کہا، ان کے بعد آنے والے سکھ گورو صاحبان کی نظر فقیری سے ہٹ کر حکومت کی طرف راغب ہو گئی۔ جن کی وجہ سے ان تعلقات میں خرابیاں پیدا ہوئیں اور سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ پڑ گئی۔

اس کا بہت برا انجام قیام پاکستان میں یہ ہوا کہ اس پھوٹ اور خلش کو ہندوؤں اور انگریزوں نے خوب استعمال کیا اور سکھوں کو الگ مملکت کے وعدوں میں الجھا کر سکھوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا خون کروایا۔ اور مسلمان اور سکھ آپس میں دست وگریبان ہو گئے۔ مسلمانوں کے قتل عام کا جو ہولناک کام سکھوں نے سرانجام دیا ہے، یہ اس کے مکافات عمل کا تاریخی ردعمل ہے کہ سکھوں نے ہندوؤں کا آلہ کار بن کر پنجاب پر اپنی حکومت کا جو خواب دیکھا تھا وہ بھی کبھی پورا نہ ہو سکا اور آج تک سکھ اپنے اس عمل پر نادم وپشیمان ہیں۔ سکھ سنگت کو پاکستان اور مسلمان کے بارے میں اپنے تاریخی تعصبات کو بھارت میں اپنے ساٹھ سالہ تجربات اور مشاہدات کے بعد از سر نو پرکھنا ہو گا، کہ یہ تاریخ کا کڑوا سچ ہی تو ہے کہ ساٹھ سال پہلے اپنی آزادی اور مسلمانوں کی بربادی کرنے کے بعد وہ بھارت میں دوسرے درجے کے شہری ہیں یا نہیں؟

اس کے برعکس پاکستان ایک آزاد اور خود مختار ملک ہے اور یہاں کے عوام، چاہے اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں، آزاد شہری ہیں۔ اور سکھوں نے ہمیشہ پاکستان کے عوام اور مسلمانوں کو اپنے بارے میں مخلص اور مہربان پایا ہے۔ اور اس ہمدردی کی بنیاد سکھ مسلم تاریخ نہیں کیونکہ یہ تاریخ تو سکھوں نے مسلمانوں سے نفرت کی بنا پر قائم کی تھی بلکہ اسلام کی تعلیمات ہیں جن کی بدولت حسن سلوک اور رواداری کی یہ مثال ابھی تک قائم ہے اور آئندہ آنے والے سالوں میں کرتارپورہ راہداری کی بدولت مزید پروان چڑھے گی۔

پاکستان مسلمانوں کی ریاست ہے اور وہ اسلامی قوانین کی پیروی کرتے ہیں، آئین پاکستان بھی اسلامی قوانین کے مطابق تشکیل دیا گیا ہے۔ پاکستان اقلیتوں کے تحفظ کا خیال رکھتا ہے اور انہیں وہ تمام سہولیات فراہم کرتا ہے جو ان کی بنیادی ضروریات میں شامل ہیں اور آئین پاکستان کا حصہ بھی ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد بہت سے مذاہب کے مذہبی مقامات پاکستان کا حصہ بن گئے تھے، اور اس زمانہ سے لے کر آج تک پاکستان کی حکومت نے ان مقامات کی حفاظت کی ہے۔ انہی مقامات میں سے ایک سکھوں کا اہم گرودوارہ دربار صاحب کرتارپور ہے، جس کی وہ بہت تعظیم کرتے ہیں۔

گرودوارہ دربار صاحب سکھوں کے لئے اس وجہ سے نہایت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ سکھ مت کے بانی بابا گرو نانک صاحب کی جائے پیدائش اور جائے وفات ہے۔ سکھ ہمیشہ سے یہاں آکر دربار صاحب کی زیارت کرنا چاہتے تھے اور ماتھا ٹیکنا چاہتے تھے لیکن انڈیا اور پاکستان کے اختلافات کے باعث ان کو کبھی موقع نہ مل سکا۔ قیام پاکستان کے بعد مختلف ادوار سیاست میں کوشش کی گئی کہ انڈیا سے بات چیت کر کے سکھوں کو ان کے مذہبی مقامات تک رسائی دلائی جاسکے لیکن کبھی ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

9 نومبر 2019ء کو پاکستان کی طرف س کرتارپورہ راہداری کا افتتاح کیا گیا تاکہ انڈیا سے پاکستان تک سکھ بآسانی دربار صاحب کرتارپور آکر زیارت کا شرف حاصل کریں اور عبادت بھی کر سکیں۔ اس کے بعد سے آج تک اس معاملہ پر مرحلہ وار کام جاری ہے، سکھوں کو بہت سی سہولیات فراہم کی جارہی ہیں تاکہ انہیں کوئی دشواری پیش نہ آئے، ان کے لئے انڈیا کی سرحد سے دربار صاحب تک 4 کلومیٹر کا پل تعمیر کروا جارہا ہے جس سے وہ آسانی سے یہاں سفر کر سکیں گے، دربار صاحب کے نزدیک بازار اور دیگر اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے جگہیں مختص کر دی گئی ہیں تاکہ وہاں سے یاتریوں کو ضرورت کا سامان مہیا کیا جاسکے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے، سکھوں کے لئے آرام گاہیں اور رہائشی ہوٹل کی تعمیر کا فیصلہ بھی کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی سہولیات دی جارہی ہیں۔

کرتارپورہ راہداری مسلم-سکھ تعلقات کے ساتھ ساتھ انڈیا اور پاکستان کے تعلقات میں بھی بہتری کی امید ہے۔ اس کے ذریعے امن کا قیام ممکن بنا کر مسئلہ کشمیر کو حل کیا جاسکتا ہے۔ نیز دونوں ممالک کے درمیان تجارتی روابط اور اقتصادی تعلقات کو فروغ ملے گا اور غربت کا خاتمہ بھی ممکن ہے۔ مذہبی آزادی اور مذہبی سیاحت کو فروغ ملے گا اور ان سب سے بڑھ کر ماضی کی تمام دل آزاریوں کو بھلا کر احسن انداز سے وقت گزارنے کا موقع فراہم ہو گا۔

پاکستان اور بھارت کی حکومتوں کو زائرین کے لیے پرامن ماحول کے حوالے سے سکھوں اور دنیا کے لوگوں کی امیدوں پر پورا اترنے کے لیے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا ہو گا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان ہونے والے معاہدے کی روح کو حقیقی معنوں میں مذہبی ہم آہنگی کی بنیاد پر اقدامات کر کے برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

نتائج

1. دور نبوی اور عہد خلفائے راشدین میں غیر مسلموں کے حقوق کے لئے بہت سی دستاویزات موجود ہیں، جس سے ان کی جان، مال، عزت، آبرو کی حفاظت اور حقوق کا تحفظ شامل ہیں۔
2. اسلامی ریاست اور آئین پاکستان میں جو حقوق مسلمانوں کو حاصل ہیں وہی حقوق غیر مسلم اقلیتوں کو بھی حاصل ہیں سوائے چند کے (صدر پاکستان، صوبائی گورنرز)۔
3. سکھوں کی کتاب گرو گرنتھ میں بابا فرید الدین گنج شکر جیسے صوفی مسلمان بزرگ کا کلام بھی شامل ہے، جس کا سکھ برادری بہت الفت و محبت سے ذکر کرتے ہیں۔
4. سکھ مذہب کے دس گرو صاحبان ہوئے اور ان کے مسلم مغل حکمرانوں کے ساتھ بہت اچھے تعلقات رہے ہیں۔ جیسے اکبر بادشاہ کے گرو امر داس، گرو رامداس اور گرو ارجن سے نہ صرف اچھے تعلقات رہے بلکہ اکبر نے گرو صاحبان کو جاگیریں اور مراعات بھی نذر کیں۔
5. گرو ارجن کے بعد سے آخری گرو تک مسلم-سکھ تعلقات میں کشیدگی آتی گئی، جس کی وجوہات وہ الزامات ہیں جو سکھوں نے، ہندوؤں اور انگریزوں کی عداوت اور بغض کی وجہ سے مسلمانوں پر لگائے۔ جیسے جہانگیر پر گرو ارجن کے قتل کا الزام، اورنگ زیب پر گرو تیغ بہادر کے قتل کا الزام اور صوبہ سرہند کے گورنر پر گرو گوبند جی کے دو چھوٹے بچوں کے قتل کا الزام۔
6. قیام پاکستان کے دوران سکھوں نے ہندوؤں کے دیئے گئے لالچ اور حرص کی بنا پر مسلمانوں کا ساتھ دینے کی بجائے ان کی مخالفت کی اور اس کے نتیجے میں لاکھوں مسلمان بے گناہوں کو قتل کیا گیا۔
7. قیام پاکستان کے بعد، پاکستان میں موجود سکھوں کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے حکومت پاکستان کی جانب سے پرابندھک کمیٹی قائم کی گئی ہے۔ پاکستان میں سکھوں کے کم و بیش 18 گرودوارے موجود ہیں۔
8. پاکستانی پنجاب کی صوبائی اسمبلی میں پاکستان مسلم لیگ (ن) نے ملک کے پہلے سکھ رکن قومی اسمبلی سردار رمیش سنگھ اروڑا کو 2013ء میں منتخب کیا۔
9. حکومت پاکستان نے کرتارپور گرودوارہ تک سکھوں کی آمدورفت اور مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لئے سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے کرتارپور کاریڈور کا افتتاح کیا۔
10. کرتارپورہ راہداری کی بدولت انڈیا اور پاکستان میں قیام امن کے ساتھ ساتھ پاکستان کی سیاست کو فروغ مل رہا ہے۔

11. کرتارپور راہداری کی وجہ سے پاکستان میں مذہبی سیاحت کو فروغ مل رہا ہے جس سے پاکستان میں مذہبی رواداری کے ساتھ ساتھ پاکستان کی معیشت میں بھی اضافہ کا باعث بن رہی ہے۔

12. کرتارپور راہداری کی وجہ سے پاکستان کو محتاط رہنے کی بھی ضرورت ہے کیونکہ سیکیورٹی اور دفاعی مسائل (جاسوس یا ایجنٹ کا داخلہ)، نقل و حمل میں یک دم اضافہ، مقامی لوگوں کی پریشانیاں اور خدشات جیسے عناصر بھی منظر عام پر آرہے ہیں۔

سفارشات

1. اسلام اور سکھ مت کے مابین اختلافات کی وجوہات اور ان کی حقیقت، اسلام کے صدقات وخیرات کے ساتھ سکھ مت کے لنگر (پرشاد) کی روایت کا موازنہ اور سکھ مسلم تعلیمات برائے بین المذاہب تعلقات پر مزید تحقیقی کام کیا جاسکتا ہے۔
2. پاکستان میں مذہبی سیاحت کو فروغ دینے کی ضرورت ہے اور اس کی بدولت معیشت کو بھی ترقی ملے گی۔ بالخصوص سکھ مت کے مقدس مقامات تک رسائی کے لئے مزید اقدامات کیے جائیں۔
3. پاکستان کو کسی بھی ملک یا گروہ کے ساتھ تعلقات استوار کرتے وقت اسلام اور ملک کے وسیع تر مفادات کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔
4. سکھ گورو صاحبان اور مسلمان صوفیاء کی پیروی کرتے ہوئے آج مسلمان اور سکھ رہنماؤں کو بھی دوستانہ تعلقات رکھنے چاہییں۔
5. سکھ مذہبی رہنماؤں کو چاہیے کہ وہ سکھ زائرین کو پابند کریں کہ وہ اس راہداری کا درست استعمال کریں، کسی بھی قسم کی تخریب کاری اور انتہا پسندی کا حصہ نہ بنیں، جس سے دونوں ممالک کے حالات پھر سے کشیدہ ہوں۔

فہارس(Indexes)

فہرست آیات

نمبر شمار	آیت	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1.	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ ادْخُلُواْ فِي السِّلْمِ كَآفَّةً	البقرة	208	39
2.	وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا	المائدة	3	39
3.	مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فِي الأَرْضِ	المائدة	32	40
4.	وَلاَ تَسُبُّواْ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ	الانعام	108	1
5.	لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ	الممتحنة	60	42

فہرست احادیث

نمبر شمار	حدیث کا متن	کتاب کا نام	حدیث نمبر	صفحہ نمبر
1.	أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوْ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ	السنن	3052	2
2.	أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ حِمَارًا	الجامع الصحیح	6248	43
3.	إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ	السنن	3074	41
4.	قَالَ أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوْ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ	السنن	3052	42
5.	قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا	الجامع	1408	41
6.	كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	الجامع الصحیح	1356	44
7.	الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ	الجامع الصحیح	2442	40
8.	الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ	جامع ترمذی	2627	39
9.	مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ	الجامع الصحیح	3166	40

فہرست شبد گرو گرنتھ صاحب

نمبر شمار	شبد گرو گرنتھ	صفحہ نمبر
1.	اک اونکار ست نام	21
2.	اللہ اگم خدائی بندے	67
3.	خاک نور کردنگ عالم دنیائے	66
4.	صاحب میرا ایکو ہے	52
5.	فریدا بے نماز کتیا	54
6.	گھر میں ٹھاکر نذر نہ آوے	68

فہرست اصطلاحات

نمبر شمار	اصطلاحات	صفحہ نمبر
.1	WSO	37
.2	اتہاس	80
.3	ارداس	67
.4	اشنان	21
.5	اوداسیاں	14
.6	باؤلی	69
.7	حروف ابجد	52
.8	خالصہ	20
.9	خلعت	68
.10	سمادھ	16
.11	ککے	24
.12	کیرتن	13
.13	گرنتھی	23
.14	گرہت	15
.15	گولڈن ٹیمپل	144
.16	مول منتر	21
.17	یاسا	73

مصادر و مراجع

1. القرآن الحکیم
2. گورو گرنتھ صاحب

عربی کتب:

3. ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، **السنن**، (بیروت لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1971ء)
4. ابن قدامہ المقدسی، **المغنی**، (ریاض، دار عالم الکتب، 1997ء)
5. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، **السنن**، (دمشق، دار الرسالۃ العالمیۃ، 1430ء)
6. بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (بیروت، لبنان: دار ابن کثیر الیمامہ، 1987ء)
7. ترمذی، ابو عیسی محمد بن سورہ بن شداد، **الجامع**، (بیروت، لبنان: دار الاحیاء التراث العربی، اپریل 1988ء)
8. شافعی، محمد بن ادریس، **المسند**، (بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، 1983ء)
9. شافعی، محمد بن ادریس، **کتاب الام**، (مصر، مکتبہ دار الوفاء، 1422ھ)
10. الصنعانی، عبد الرزاق، **المصنف عبد الرزاق**، (لاہور، مکتبہ قادریہ، 2006)
11. ہندی، علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین، **کنز العمال**، (کراچی: دار الاشاعت، 2009ء)

اردو کتب:

12. ابو الامان امر تسری، **سکھ مسلم تاریخ، حقیقت کے آئینے میں**، (لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1958ء)
13. ابو الامان امر تسری، **گرو گرنتھ صاحب اور اسلام**، (لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، اگست 1960ء)
14. اروشی بٹیالہ، **آوازیں جو سنائی نہیں دیتی**، ترجمہ: محمد وسیم، (لاہور، مشعل بکس، 2005ء)
15. بھائی بالا، **جنم ساکھی بالا**، (پنجابی پستک بھنڈار، دہلی، 1597ء)
16. جی این امجد، **گرو نانک جی اور تاریخ سکھ مت**، (لاہور، اسلامی مشن سنت نگر، 1982ء)
17. چوہدری محمد علی، **ظہور پاکستان**، (لاہور، مکتبہ کارواں، س۔ن)
18. حسن نظامی، **سکھ قوم اور اس کے بانی**، (خواجہ پریس بٹالہ، 1922ء)
19. خواجہ دل محمد، **جپ جی اور سکھ منی صاحب**، (لاہور، خواجہ بک ڈپو، 1948ء)
20. دولت رائے جی، **سوانح عمری گرو گوبند سنگھ جی**، (دہلی، جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب، 1967ء)
21. سٹینلے واپرٹ، **جناح آف پاکستان**، ترجمہ مجاہد، (لاہور، قومی ڈائجسٹ، 1984ء)
22. سردار حکم سنگھ، **پرودھانگی ایڈریس (گورمکھی)**، (اکالی کانفریس لدھیانہ، 1951ء)
23. سردار کپور سنگھ، **ساچی ساکھی (گورمکھی)**، (جالندھر، راج روپ، 1972ء)
24. سردار گور بخش سنگھ، **ماہنامہ پریت لڑی (گورمکھی)**، (چنڈی گڑھ، اکتوبر 1956ء)

25. سردار مسیح گل، **نظریہ پاکستان اور اقلیتیں**،(تجلی میڈیا فاؤنڈیشن،1993ء)
26. شمیم احمد خلیل، **سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے**،(مظفر گڑھ، دار الفرقان، س۔ن)
27. عاشور کاظمی، **اس گھر کو آگ لگ گئی**،(نئی دہلی، انجمن ترقی اردو،1993ء)
28. فاروقی، محمد مظفر الدین، **ہندوستان میں مسلم دور حکومت کا خاتمہ**،(نئی دہلی: ایم آر پبلیکیشنز،2007ء)
29. القادری، محمد طاہر، **دہشت گردی اور فتنہ خوارج**،(لاہور، منہاج القرآن پرنٹرز،2010ء)
30. کرتار سنگھ دگل، **سکھ دھرم اور سیکولرزم**، مترجم: زبیدا مدان،(نئی دہلی، نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا،1987ء)
31. گوربچن سنگھ طالب، **گورونانک**، مترجم: پریم کمار نظر،(نئی دہلی، ساہیتہ اکادمی)
32. گیان سنگھ گیانی، **تواریخ گرو خالصہ**،(وزیر ہند پریس، امرتسر،1913ء)
33. گیانی کرتار سنگھ کوئل، **بابا گرونانک دیوجی اور ان کی مقدس تعلیمات**،(سرینگر: شالیمار آرٹ پریس،1972ء)
34. گیانی لال سنگھ، **سکھ قانون**،(امرتسر: س۔ن)
35. ماسٹر تارا سنگھ، **ماہنامہ سنت سپاہی (گورمکھی)**،(امرتسر مئی،1948ء)
36. محمد اقبال، **کلیات اقبال اردو**،(کلیات اکادمی،2018ء)
37. محمد اقبال، **کلیات اقبات اردو (بانگ درا)**،(لاہور، کلیات اکادمی،2018ء)
38. محمد انس رضا قادری، **اسلام اور عصر حاضر کے مذاہب کا تعارف اور تقابلی جائزہ**،(لاہور: مکتبہ اشاعۃ الاسلام، نومبر 2017)
39. محمد ریاض، **اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، (ترمیم شدہ لغایت)**،(قومی اسمبلی پاکستان 7 جنوری،2105ء)
40. محمد سلیم، **قائداعظم محمد علی جناح**،(لاہور، قومی پبلشرز،1998ء)
41. محمد لطیف، **تاریخ پنجاب**،(لاہور، تخلیقات،1994ء)
42. مرتضی احمد خان میکش، **اخراج اسلام از ہند**،(لاہور، تاج کمپنی لیمیٹڈ،1948ء)
43. منظور الحق صدیقی، **تاریخ حسن ابدال**،(لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ،1977ء)
44. نعمانی، شبلی، **الفاروق**،(کراچی، دار الاشاعت،1991ء)
45. وسیم احمد، **سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ**،(پنجاب، ناظر دعوت و تبلیغ،1958ء)

آرٹیکلز، کالمز اور بلاگ:

46. ارشد چوہدری، "سکھوں نے کبھی نہیں کہا کہ پنجاب کے درمیان لکیر کو ختم کیا جائے"،8 نومبر 2019ء
47. اروند چھابڑا، "کرتارپور راہداری کا سنگ بنیاد: اب یاتریوں کو ویزے کی ضرورت نہیں ہوگی"، بی بی سی، پنجاب،26 نومبر 2018ء
48. اظہار اللہ، "ایک قبرستان جہاں سکھ، مسلمان، ہندو، مسیحی ساتھ ساتھ دفن ہیں"،8 جون 2019ء
49. اظہار اللہ، "پشاور میں 15 ہزار سکھوں کے لئے ایک بھی شمشان گھاٹ نہیں"،4 مارچ 2020ء
50. تنویر شہزاد، "میں نے ننکانہ صاحب میں کیا دیکھا؟"، ننکانہ صاحب،10 نومبر 2019ء
51. خوشمیر خالسا، سکھوں کی عبادت کا دن کیا ہے؟،8/5/2021

52. خوشمیر خالسا، "کیا سکھ نماز پر ایمان رکھتے ہیں؟"، مذہب اور روحانیت، 1/3/2021

53. رویندر سنگھ راہن، "کرتارپور راہداری نے "امید" سے زیادہ تنازعات کو کیوں جنم دیا؟"، امرتسر انڈیا، 9 نومبر 2021ء

54. زاہدہ حنا، "بابا نانک"، "ایکسپریس"، 29 اکتوبر، 2019،

55. سجاد مظہر، "ولی قندھاری اور بابا گرونانک کی کہانی میں کتنی سچائی ہے؟"، 4 دسمبر 2020ء

56. شکیل الرحمان، "بابا گرونانک اور جپ جی صاحب"، پنجند.کام، 8/31/2021

57. عبد الرشید اگوان، "ہندوستان میں ارتداد کا مسئلہ"، سہ روزہ دعوت، نئی دہلی، 16 نومبر 1999ء

58. غلام علی خان، " گرونانک، سکھ مت اور اسلام، "27 جون، 2016ء

59. فرحانہ صادق، "مسلمان مصیبت میں گھبرایا نہیں کرتا"، مکالمہ، دسمبر 2018ء

60. قاسمی، محمد ابراہیم، "اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیتوں اور رعایا کے حقوق"، ماہنامہ دار العلوم، جلد: 90، شمارہ 6، (جون 2006ء)

61. مان، ماریہ، شبیر حسین، "گرونانک کے جانشین اور سکھ مت کے ارتقاء میں ان کی اہمیت"، راحت القلوب، جلد 2، شمارہ 2، (2018ء)، ص: 156-173

62. محمد جہانگیر تمیمی، "سکھ، مسلم تعلقات"، (مقالہ برائے پی ایچ ڈی، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 2007ء)

63. محمد زبیر خان، "کرتارپور صاحب سمیت سکھوں کے سات اہم ترین مذہبی مقامات"، 9 نومبر 2019ء

64. من میت کور، "کرتارپور صاحب جانے والوے سیاحوں سے اپیل"، 22، فروری 2021ء

65. وسعت اللہ خان، "چھوٹے سے مالیر کوٹلہ کی بڑی سی کہانی"، 28 مارچ 2017ء

English Books and articles:

1. Sandhu, Akhtar Hussain. (2020). Kartarpur Sahib Corridor: Interfaith Harmony in Pakistan. Dialogo Journal, 6(2), 101-117.
2. Goraya, B.S. (2017). The Sikh Monuments in Pakistan, conservation and preservation: Can Monument of Kartarpur Sahib bring peace between India and Pakistan?. Journal of the Punjab University Historical Society, 30(2), 51-65.
3. Philips, Craig. (2012). Building a Sikh Paradigm for Interfaith Work. State of Information.
4. Singh, Daljeet, Singh, Kharak. (2008). *Sikhism: Its Philosophy and History*. Institute of Sikh Studies, Chandigarh, India.
5. Singh, Devinder Pal. (2020). Inter faith dialogue, A Perspective from Sikhism. Institute of Sikh Studies, Chandigarh, India, 12(1), 42-61.
6. Chhabra, G.S. (1960). *The Advanced Study In History of the Punjab. VOL#1*. Jullundur, India, Shranjit.
7. Virk, Hardev Singh. (2020). *Inter faith dialogues, A Sikh Perspective*. Guru Nanak Foundation, New Dehli.
8. Kang, Jaswinder Singh. (2000). Shahada Deh Sartaj Guru Arjun Dev. Monthly Zee Premiere, U.K.
9. Kazi Nurul Islam. (2011). Guru Granth Sahib: A Model For Interfaith Understanding. Sikhnet.
10. Singh, Kirpal. (1972). *The partition of the Punjab*. Patiala, Punjabi University.

11. Akhter, Muhammad Saleem. (2019). Peace Building through Religious Tourism in Pakistan: A Case Study of Kartarpur Corridor. Pakistan Social Sciences Review, 3(2), 204-212.
12. Mazhar, Muhammad Saleem, Goraya, Naheedn S. (2020). The Kartarpur Sahib Cooridor reimagining the relationship with Sikh Heritage & the religious Diplomacy of inclusive Pakistan. Pakistan Vision, 21(1), 515-530.
13. Sgragg, Petek. (1984). The Muslims of the Punjab and their politics (1936-1947). PhD, University of London.
14. Shoeb, Robina, Warraich, Tauqeer Ahmad, Chawla, Muhammad Iqbal. (2015). Mughal Sikh relation: revisited. JRSP , 52(2), 165-181.
15. Bedi, Gurbachan Singh. (n.d) *Sri Guru Granth Sahib*. Canada. https://sikhbookclub.com/Book/Sri-Guru-Granth-Sahib-in-Gurmukhi-And-Shahmukhi (Accessed Date: 24.10.2021)
16. Sarkar, Jadonath. (1981) *History of Awrang Zaib*. Karachi. South Asian Publishers.
17. Bainiwal, Tejpaul Singh. (2020). Religious and Political Dimensions of the Kartarpur Corridor: Exploring the Global Politics Behind the Lost Heritage of the Darbar Sahib. Department of Religious Studies, University of California. 11(11), 2-20.
18. Maini, Tridivesh Singh. (2019). The Kartarpur Corridor and India-Pakistan Economic Linkages, The Diplomat.
19. Kaura, Vinay. (2019). What does the kartarpur Corridor Really means for india Pakistan Relations?, The Diplomat.

Websites:

1. https://web.archive.org
2. https://starsunfolded.com
3. https://www.sbs.com.au
4. https://www.ghaintpunjab.com
5. https://urdu.app.com.pk
6. https://youtube.com
7. https://www.bbc.com
8. https://www.sikhiwiki.org
9. https://www.khalsaaid.org
10. https://www.sikhcoalition.org
11. https://www.worldsikh.org
12. https://unitedsikhs.org